حجیت اجماع

ایک ایسی کتاب جو بیک وقت قاری کو علمی باریکیوں، فقہی موشگافیوں
اور فکری بالیدگیوں سے لطف اندوز کرنے کی جامعیت رکھتی ہے...
تحقیق، تنقید اور دعوتِ فکر کا حسین امتزاج اس کا امتیاز ہے

تالیف
مولانا مفتی حماد اللہ وحید
استاذ الحدیث و رئیس دار الافتاء
جامعہ انوار القرآن کراچی

تقدیم
مولانا عزیز الرحمٰن عظیمی
استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی



مکتبہ عمر فاروق

حجیت اجماع

ایک ایسی کتاب جو بیک وقت قاری کو علمی باریکیوں فقہی موشگافیوں اور فکری بالیدگیوں سے لطف اندوز کرنیکی جامعیت رکھتی ہے.... تحقیق، تنقید اور دعوت فکر کا حسین امتزاج اس کا امتیاز ہے۔

تالیف
مولانا مفتی حماد اللہ وحید
استاذ حدیث ورئیس دار الافتاء جامعہ انوار القرآن کراچی

تقدیم
مولانا عزیز الرحمن اعظمی
استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

مکتبہ عمر فاروق
4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی
Tel: 021-34594144 Cell: 0334-3432345

نام کتاب .... حجیت اجماع

مؤلف .... مولانا مفتی حماد اللہ وحید

اشاعت اول .... نومبر 2009ء

تعداد 1100

طابع .... القادر پرنٹنگ پریس کراچی

ناشر .... مکتبہ عمر فاروق 4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

021-34594144 Cell: 0334-3432345

ملنے کے پتے

دار الاشاعت، اردو بازار کراچی
اسلامی کتب خانہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی
ادارۃ الانور، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ
کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی
مکتبہ العارفی، جامعہ امدادیہ ستیانہ روڈ فیصل آباد
مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور
مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور
مکتبہ علمیہ، جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ
وحیدی کتب خانہ، محلہ جنگی قصہ خوانی بازار پشاور

انتساب

میں اپنے اس حقیری کاوش کی نسبت اپنے ر ین کی طرف کرتے ہوئے قلبی سکون محسوس کرر ہا ہوں جن کی تربیت لار ال شفقتوں اور دعاؤں کے بدولت قلم پکڑنے کے قابل ہوا خصوصاً میری امی جن کی دعائیں ہر وقت میرے لئے برگ سایہ دار کی طرح رہیں جو دعائیں ہمیشہ میرے ناکامی کو کامیابی میں نقصان کو نفع میں بدل دیتی ہیں۔

حماداللہ وحید

فہرست مضامین

کمپوزنگ: ضیاءالدین اشرفی۔سابقہ کمپوزرمکتبہ شیخ بہادرآباد۔موجودہ: ڈزائنر مکتبہ بشریٰ کراچی

موبائل: 0322-2362808

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن عظمی دامت برکاتہم

کارِ مرداں

اسلام دین فطرت ہے اور فطرت سلیمہ عقلِ سلیم اور کامن سینس کو اسلامی شریعت اور اسلامی قانون میں جو محوری اور اساسی اہمیت حاصل ہے وہ کسی دھرم، کسی مذہب، کسی ازم میں نہیں ہے اور اسی فطرت وعقل سے ہم آہنگی کی بناء پر وہ ادیان باطلہ سے ممتاز اور ان کے مقابلے میں مختار ہے۔ اسلام میں نظری اعتبار سے چار چیزوں کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

(۱) کتاب اللہ: جو الوھیت مآب، خالقِ کائنات، شارعِ دین کا اپنا کلام ہے۔

(۲) حدیث رسول: جو رسالت مآب صاحبِ شریعت کا کلام ہے۔

(۳) اجماع امت: جو خلافت مآب، امتِ اجابت کا قول ہوتا ہے۔

(۴) قیاس شرعی: جو صاحبِ اجتہاد کا انفرادی قول ہوتا ہے۔

اس تقسیم کے عقلی اور قدرتی ہونے کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ پیغمبر نے منصبِ نبوت، رسالتِ الٰہیہ اور پیامبرِ حق ہونے کا دعویٰ کیا جس نے اس دعوے میں ان کو سچا اور صادق مانا اور اس کا اظہار کیا یہ تصدیق کنندہ مؤمن ومسلمان ٹھہرا اب جسے وہ مدعیِ نبوت اللہ کا کلام بتائے تصدیق کنندہ کی نظر میں وہ اللہ کا کلام ہی ہوگا اور پھر اس کی صحت وحجیت شبہے سے بالاتر ہوگی، جسے وہ اپنا کلام بنائیں گے اس کی حقانیت بھی یقینی اور تصدیق کا تقاضا ہوگی پھر کتاب وسنت کے معتمد اور مستند ماہرین جماعت جس امر کو اسلام اور شریعت سمجھے گی وہ بھی بلاشبہ معتبر ہوگا اور بصورت دیگر ایک ماہر کی رائے اگر نفسانیت اور مزاحمت ومخالفت سے پاک ہوگی تو اسے بھی آخری درجے میں قبولیت حاصل ہوگی، امت مسلمہ کی اکثریت ان چاروں اصول کی پابندی کو ضروری سمجھتی ہے اور ان کی اسی ترتیب سے حجیت کی قائل اور اس پر عامل ہے۔

تاہم بدقسمتی سے اسلام ہی کی طرف اپنی نسبت کرنے والے کچھ ایسے لوگ بھی ہر زمانے میں رہے ہیں اور رہیں گے جو قیاس اور رائے کو دلیل نہیں مانتے، کچھ اجماع کو حجت نہیں قرار دیتے ہیں، کچھ سنت کی حجیت کے منکر اور کچھ خردمند خیر سے قرآن کو بھی محفوظ و مامون نہیں سمجھتے ہیں اور ستم ظریفی یہ ہے کہ یہ سب مسلمان کہلانے کے صرف دعویدار نہیں بلکہ بلا شرکتِ غیرے دعویدار اور اپنے زعم میں واحد حقدار ہیں۔

دلیل کی بنیاد پر اختلاف تو صحت مند معاشرے کی علامت ہے، اسلام اسے نہ صرف برداشت کرتا ہے بلکہ اس کا استحسان اور استقبال کرتا ہے۔ مگر دلیل کے نام پر دلیل کا خون کرنا اور اختلاف کے عنوان سے حق کو پامال کرنے اور باطل کو فروغ دینے کی روش بھی کسی طرح قابل قبول نہیں ہوسکتی، یہی وجہ ہے کہ علماءِ حق اور طائفۂ منصورہ کے علمبردار ہمیشہ سے اس طرح کی گمراہیوں، کج رویوں اور نامناسب رویوں کا تعاقب کرتے رہے ہیں اور دلیل و برھان اور عقل وفطرت کی بنیاد پر اسلام کا مزاج و مذاق واضح کرنے اور اس کا صحیح نقطہ نظر اجاگر کرنے کا کارِگراں سرانجام دیتے رہے ہیں۔

اہل علم جانتے ہیں کہ بہت سارے گمراہ کن افکار وخیالات کے راستے میں واحد رکاوٹ اور اسلام کی پر شکوہ عمارت کو منہدم کرنے کی راہ میں اکلوتا حائل اجماعِ مجتہدین ہے سو اسے ختم کرنے کے لئے دشمن مسلسل فکر مند ہے اور اس سلسلے میں طرح طرح کے حربے آزمائے جارہے ہیں، خوشنما عنوانات کے تحت، خوش کن نعروں کی صورت میں اور متاثر کن انداز میں کہیں اہل قرآن کے نام سے اجماع مخالف لابیاں سرگرم ہیں تو کہیں اہل حدیث کے نام پر اجماع کو غیر معتبر اور بے اثر ثابت کرنے کی کوشش ہورہی ہیں۔

ایسے میں ضرورت اس امر کی ہے کہ اجماع مخالف ذہنیت پر کاری ضرب لگائی جائے اور اس ذہنیت کے حامل طبقے کا کڑا علمی محاسبہ اور دلائل کے تناظر میں محاکمہ کیا جائے تاکہ امت میں نت نئے فتنوں کی بنیاد رکھنے کی مذموم کوششیں ناکام ہوجائیں اور کسی طرح بارآور ثابت نہ ہوں اور قرآن وسنت کی من پسند تعبیرات اور ناپسندیدہ تشریحات کر کے اہل اسلام کو اپنے دین اور اکابرِ دین سے بدظن، متنفر اور منحرف نہ کیا جاسکے۔

اسلام کا دشمن اسلامی لٹریچر کا بڑا وسیع مطالعہ رکھتا ہے اور اسے معلوم ہے کہ کہاں کہاں رخنہ ڈالا جاسکتا ہے اور کہاں کہاں سے مسلمانوں کے جسدِ اسلامی کو مجروح کیا جاسکتا ہے، کہاں کہاں تشکیک وتردد پھیلایا جاسکتا ہے۔ ہمارے فاضل دوست مولانا مفتی حماد اللہ وحید ایک علمی خانوادے کے چشم وچراغ ہیں اور اس جواں عمری میں انہیں وقیع علمی مناصب ومجالس سے شرف یابی ملی ہے یہ وقعت ووجاہت محض توفیق الٰہی کی بدولت میسر ہوتی ہے۔ مولانا مطالعہ کا ذوق رکھتے ہیں اور حاصلِ مطالعہ کو ضبط کرنے کا شوق بھی۔ وہ قلمِ لسان اور لسانِ قلم دونوں سے مالامال ہیں اور اب تک علمی اور فنی موضوعات پر ان کی کئی گراں قدر تحریرات وتالیفات منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ مفتی صاحب ملک کے ایک بڑے جامعہ کے رئیس دار الافتاء اور نگران تخصص فی الفقہ الاسلامی ہیں اور اس مناسبت سے ان کا زیادہ تعلق واسطہ فقہ اسلامی سے ہے۔ وہ جدید فقہی مسائل سے بھی واقفیت رکھتے ہیں اور معاصر متجددانہ افکار سے بھی آگہی رکھتے ہیں، ان کی تحریر میں ایک طرف معلومات کا بڑا ذخیرہ ہے تو دوسری جانب عبارات پر جاندار اور منصفانہ تبصرہ اور اخذِ نتائج کا عمدہ اسلوب ان کا خاصۂ تحریر ہے، وہ خمول وگوشہ نشینی کی نہیں، محفل آرائی اور ماحول میں گھل ملنے کی زندگی گزارتے ہیں اس لئے ان کو پیش آمدہ مسائل ومشکلات کے ادراک، معاشرے کی نفسیات اور سماجی رویوں سے واقفیت اور ضروریات سے آگہی قابل لحاظ حد تک حاصل ہے۔ ہماری ناقص اور شاید صائب نظر میں ان کی تحریر اہل علم، طالبِ علم اور عام تعلیم یافتہ طبقے کے لئے یکساں افادیت واہمیت کی حامل ہے۔ نئے لکھنے والوں کے لئے بھی ان کی تالیفات میں رہنما خطوط اور قابلِ تقلید مثالیں ہیں۔

ایں کار از تو آید ومرداں چنیں کنند

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن عظیمی دامت برکاتہم

خادم التدریس بالجامعة الفارقية

وعضو التصنيف والتأليف بها

۴؍شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ

ابتدائیہ

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اسلامی قانون کی ہر شق اور فقہ کا ہر مسئلہ اپنے ثبوت کے لئے شرعی دلیل کا تقاضہ کرتا ہے۔ تو اس قانون یا فقہی مسئلہ کی جب تک کوئی نہ کوئی شرعی دلیل نہ بیان کی جائے، اور وہ کسی دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو، اسے نہ فقہی مسئلہ کہا جاسکتا ہے اور نہ اسلامی قانون، تو فقہ اسلامی کی اساس اور بنیاد چار چیزیں ہیں۔

(۱) نمبرا کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ

(۳) اجماع (۴) قیاس

فقہ کا ہر مسئلہ انہیں چار چیزوں سے ماٴخوذ ہوتا ہے۔ تو فقہ کی پوری عظیم الشان عمارت انہی چار بنیادوں پر قائم ہے۔ اور انہی کو ماٴخذ فقہ بھی کہا جاتا ہے۔

ان چاروں سے طریقہ استدلال اس طور پر ہوتا ہے کہ پیش آنے والے مسائل کو حل کرنے کے لئے سب سے پہلے کتاب اللہ کو سامنے رکھتے ہیں، اگر کتاب اللہ میں وہ مسئلہ موجود نہیں ہے تو دوسرے نمبر پر سنت رسول اللہ ا کی طرف رجوع کرتے ہیں، اگر سنت رسول اللہ ا میں بھی وہ مسئلہ نہ ہو۔ تو پھر اجماع صحابہ کو مدنظر رکھتے ہوئے حل تلاش کرتے ہیں، اور اگر اجماع صحابہ بھی اس مسئلہ سے خاموش ہو تو پھر سب سے آخر میں قیاس شرعی کی طرف مراجعت کرتے ہیں، تو فقہ کے ان ماٴخذ سے شرعی احکام کس طرح مستنبط ہوتے ہیں؟ اس کے لئے اصول وقواعد ہیں۔

اس سے ایک اور بات واضح ہوتی ہے کہ ان ماٴخذ سے شرعی احکام وہی آدمی مستنبط کرسکتا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے مجتہدانہ صفات سے نوازا ہو اور عربی زبان میں مہارت رکھتا ہو۔ فقہ میں گہری تحقیق ہو، بصیرت اور سمجھ کا ملکہ ہو۔ تقوی اور ورع کا پہاڑ ہو، غضب کا قوت حافظہ ہو، نیز معاشرے کے حالات ہر عقاب جیسی نظر اور ضروریات زمانہ

سے بھی واقفیت ہو مذہب احناف بھی ایسی صفات کے حامل افراد سے خالی نہیں ہے۔
اوران میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام سرفہرست ہے۔امام صاحب نے موقع محل اور ضرورت کے وقت سینکڑوں مسائل انہیں اصولوں کے تحت حل کیے اور اُمت مسلمہ پر احسان فرمایا اور آسانی کا دروازہ کھول دیا، وگرنہ شریعت مطہرہ بارے میں قرآن وحدیث خاموش ہے۔اوران کا حل اجتہاد اور استنباط نہ مانا جائے ،تو یوں اُمت مسلمہ ان تمام مسائل کی افادیت سے محروم ہو جائے گی۔تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بہت زیادہ اُمت مسلمہ پر احسان ہے کہ جنہوں نے غور وخوص کر کے قرآن وحدیث کے معانی ومفاہیم اور مضامین کے پیش نظر اجتہاد اور قیاس کیا۔اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے فقہ اور اصول فقہ کے مدون اوّل بنے۔

لیکن سب سے بڑا المیہ یہ ہے امام صاحب بے مثال اور انتھک کوششوں اور ہمہ گیر خدمات کے باوجود بعض حاسدین ومخالفین ضدی اور عنادی لوگوں نے آپ ردتراشے، اعتراضات اور اتہامات کا محاذ کھول رکھا ہے احناف پر یہ آواز کسی جاتی ہے کہ احناف احدث فی الدین ہیں،اور یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ احناف حدیث پر عمل نہیں کرتے اور ہر جگہ اپنا اجتہاد اور استنباط چلاتے ہیں۔

منکرین اجماع وقیاس یہ ﴿اطیعوا اللہ واطیعو الرسول﴾ کا خوش کن نوہ دن رات لگاتے ہوئے تھکتے نہیں۔اور براہ راست قرآن وحدیث سے اخذ کرتے ہیں کہ دین پر صرف ہم لوگ چلنے والے ہیں فقط کوئی اور نہیں۔

بظاہر تو یہ بات بہت اچھی معلوم ہوتی ہے کہ اس میں براہ راست کتاب وسنت سے استفادہ کی ترغیب ہے۔مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دجل وفریب سے بدظن ہو جائے گا۔تو اس کو اپنے جال میں پھنسانا مشکل نہیں،اس کو آسانی کیساتھ اپنے دامن میں لیا جا سکتا ہے اور اس کو راہ حق سے راہ ضلال کی طرف لانا مشکل نہیں ہوگا۔

تو فقہ اور اسلامی قانون کے لئے ''اجماع'' کا حجت ہونا پوری اُمت کا مسلمہ اور متفقہ فیصلہ رہا ہے۔صحابہ وتابعین اور تمام ائمہ مجتہدین فقہی مسائل میں اجماع سے استدلال

کرتے رہے۔ اور اجماع کو فقہ کے تیسرے ماخذ کے طور پر ایسی حقیقت سمجھا گیا کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اس کی حجیت ثابت کرنے کے لئے دلائل بیان کرنے کی بھی ضرورت محسوس نہ کی گئی۔

پھر جب مسلمانوں میں فرقے، پیدا ہوئے۔ اور بعض باطل فرقوں نے اسے حجت ماننے سے انکار کیا تو اُمت کو پھوٹ سے بچانے اور اسلامی احکام کے تحفظ کے لئے حجیت اجماع پر قرآن وسنت کے دلائل واضح کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

چنانچہ قرآن وسنت کی روشنی میں اجماع کی حجیت، اہمیت وضرورت واعتراضات کا دفعیہ، نیز منکرین اجماع کا تعاقب اوران کے شبہات کے علمی جوابات اوران کے بے بنیاد غلط پروپیگنڈے کو ثابت کرنے کے لئے اشد ضرورت محسوس کی گئی، اور ایک ایسی تحریر ہو جو نہ زیادہ مطلول ہو اور نہ بہت مختصر بلکہ ایک گونہ جامع ہو۔

کیونکہ اس موضوع پر مستقل کوئی کتاب اب تک منظر عام پر نہیں آئی، اور اسی طرح عبارات وحوالہ جات کی تخریج اور اس کی ترتیب کے لئے جس انتھک محنت وکوشش کی ضرورت وہ میرے جیسے کمزور اور ضعیف کے بس میں نہیں تھی، لیکن والد محترم کے حکم کی تعمیل اور توکلا علی اللہ اس مشکل کام کی ابتداء کی۔

اور آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اس بندہ ناچیز کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت سے نوازے اور آخرت میں ذریعہ نجات بنائے۔

(آمین ثم آمین)

مفتی حماد اللہ وحید

دارالافتاء جامعہ انوار القرآن

الباب الاول

اجماع کی لغوی واصطلاحی تحقیق اور اجماع کی حجیت قرآن وسنت کی روشنی میں

الفصل الاول:

اجماع کی لغوی تحقیق

اسلامی فقہ کے اصولوں میں سے اجماع کو تیسرا درجہ حاصل ہے۔ اور فقہ کے دلائل میں سے تیسری دلیل ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی فقہ کا تیسرا ماٴخذ ومرجع وہ اجماع ہے۔

اجماع کے لغت میں دو معنیٰ آتے ہیں، اوران دو میں سے کسی ایک پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

معنیٰ اوّل:

اجماع کا معنیٰ ہے، عزم کرنا، ارادہ کرنا، چنانچہ یوں کہا جاتا ہے۔ اجمع فلان علی الامر ای عزم علیه ۔اس معنیٰ پر تو اللہ رب العزت کا بھی ارشاد دال ہے۔

قوله تعالیٰ: ﴿ فاجمعوا امرکم وشرکائکم﴾

ترجمہ: ''تم مع اپنے مفروضہ شرکاء کے اپنی تدبیر پختہ کرلو''

[سورہ یونس آیۃ ۷۱]

یہاں بھی ''اجمعوا امرکم بمعنی اعزموا امرکم'' ہے۔

نیز اس معنیٰ کی تائید جناب نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے۔

قوله علیه السلام : "من لم یجمع الصیام قبل الفجر فلاصیام له"

[ترمذی ج:۱ص:۱۵۴ایچ ایم سعید]

جس نے رات سے روزے کا ارادہ نہیں کیا۔اس کا روزہ نہیں۔تو یہاں بھی لم یجمع بمعنی لم یعزم یعنی جس نے عزم نہیں کیا اس کا روزہ نہیں۔

چنانچہ امام فخر الاسلام علی بن محمد البز دوی اپنی مشہور کتاب کشف الاسرار علی اصول فخر الاسلام البز دوی میں اس کو نقل کرتے ہیں:۔

الاجماع فی اللغة هو العزم يقال اجمع فلان علی کذا اذا عزم عليه ومنه قوله تعالٰى اخبارا.فاجمعوا امركم. ای اعزموا عليه.وقوله عليه السلام لاصيام لمن لم يجمع الصيام من الليل ای لم يعزم.

[کشف الاسرار ج:۳ص:۲۲۶ الصدف پبلشرز کراچی]

چنانچہ الدکتور وهبة الزحيلی اپنی شہرہ آفاق تصنیف اصول الفقه الاسلامی میں رقم طراز ہیں:

الاجماع فی اللغة. العزم علی الشئ والتصيم عليه يقال اجمع فلان على الامر ای عزم عليه ومنه قوله تعالٰى فأجمعوا أمركم وشركأكم ای اعزموا: ومنه قوله عليه الصلاة والسلام من لم يجمع الصيام قبل الفجر فلا صيام له، ای يعزم. [اصول الفقہ الاسلامی ج:۱ص ۴۸۹]

معنی ثانی:

اجماع کا لغت میں دوسرا معنی اتفاق کرنا منقول ہے۔چنانچہ کہا جاتا اجمع القوم علی کذا۔قوم کا فلاں کام میں اتفاق ہوا۔تو یہاں اجمع بھی بھی اتفقوا ہے۔معنی ثانی ہی زیادہ مناسب ہے۔کیونکہ اصطلاحی معنی کے ساتھ اس کی زیادہ مناسبت ہے اور دوسری بات یہ کہ اجماع کثرت کا مقتضی ہے اور کثرت والا معنی اتفاق میں پایا جاتا ہے۔

چنانچہ علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب توضیح علی التلویح

میں یوں ذکر کیا ہے۔

الاجماع هو فی اللغة الاتفاق يقال اجمع القوم على كذا اى اتفقوا. [التوضيح على التلويح ج۲ ص۵۲۲ میر محمد کراچی]

اسی طرح ملاجیون رحمہ اللہ نے انہی معروف کتاب نور الانوار میں یوں رقم طراز ہیں:۔

الاجماع وهو فی اللغة الاتفاق

[نور الانوار ص۲۱۹ ایچ،ایم،سعید]

الفرق بين معنى الاوّل والثانى:

اجماع کے دونوں معنوں میں فرق یہ ہے کہ معنی اول میں صرف ایک آدمی کا عزم یا صرف ایک آدمی کا اجماع متصور ہے جب کہ معنی ثانی میں تعدد ہے کہ بہت سارے آدمیوں کا اجماع متصور ہوگا۔ تو اس فرق کو بیان کرنے کے لئے علامہ فخر الاسلام علی بن محمد نے اپنی کتاب کشف الاسرار میں یوں نقل کیا ہے۔

والفرق بين المعنيين ان الاجماع بالمعنى الاوّل متصور من واحد وبالمعنى الثانى لايتصور الامن الاثنين فما فوقهما.

[کشف الاسرار ج۳ ص۲۲۶ صدف پبلشرز کراچی]

چنانچہ الدکتور وھبۃ الزحیلی نے بھی اپنی کتاب اصول الفقہ الاسلامی میں تذکرہ کیا ہے۔

ان الاوّل يطلق على عزم الواحد والثانى لابُدّفيه من متعدد

[اصول الفقہ الاسلامی ج۱ ص۴۹۰ رشیدیہ کوئٹہ]

اجماع کی اصطلاحی تحقیق:

اصطلاح میں اجماع کی چند تعریفیں کی گئی ہیں۔ تو صاحب توضیح تلویح اجماع کی اصطلاحی تعریف کرتے ہیں بدأمت محمدیہ کے فقہاء مجتہدین کا زمانے میں کسی حکم شرعی پر متفق ہوجانا "اجماع" ہے۔

وفی الاصطلاح اتفاق المجتهدین من امة محمدیه علیه السلام فی عصر علی حکم شرعی.

[توضیح تلویح ج۲ص۵۲۲ میر محمد کتب خانہ کراچی]

چنانچہ مفتی سید محمد عمیم الاحسان اپنی تصنیف مجموعۃ قواعد الفقہ میں رقم طراز ہیں:۔

وفی الاصطلاح اتفاق المجتهدین من امة محمد صلی اللہ علیه وسلم فی عصر علی امر دینی.

[مجموعۃ قواعد الفقہ ص۱۶۰ میر محمد کتب خانہ کراچی]

نیز علامہ شمس الدین محمد بن حمزہ بن محمد فناری رومی اپنی کتاب فصول البدائع فی اصول الشرائع میں رقم طراز ہیں:۔

واصطلاح اتفاق المجتهدین من امة محمد علیه السلام فی عصر علی حکم شرعی.

[فصول البدائع فی اصول الشرائع ج۲ص۲۸۵ دارالکتب العلمیہ بیروت]

چنانچہ ملا جیون رحمہ اللہ اجماع کی اصطلاحی تعریف یوں کرتے ہیں ''کسی امر قولی یا فعلی پر اُمت محمدیہ کے اہل علم، اہل تقوی کا اتفاق ہو۔ اور وہ اتفاق خواہ کسی بھی دور میں ہو۔ اس کو اصطلاح شرع میں اجماع کہتے ہیں۔

وفی الشریعة اتفاق مجتهدین صالحین من امة محمدصلی اللہ ﷺ فی عصر واحد علی امر قولی اوفعلی.

[نورالانوار ص۲۱۹، ایچ، ایم سعید]

اجماع کی تعریف اور اقوال:

اجماع کی اصطلاحی تعریف میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ ہر ایک نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق تعریف کی ہے۔

امام نظام رحمہ اللہ کی رائے:

امام نظام نے اجماع کی تعریف یوں کی ہے'' اُمت میں سے جب ہر ایک قول قائم

ہو جائے تو وہ حجت ہے چاہئے وہ قول ایک آدمی کا کیوں نہ ہو۔

چنانچہ الدکتور وھبة الزحیلی نے اس قول کو اپنی مشہور کتاب اصول الفقہ الاسلامی میں یوں ذکر کیا ہے۔

فعرفة النظام. بأنه كل قول قامت حجته وان كان قول واحد

[اصول الفقہ الاسلامی، ج ا ص ۴۹۰ رشیدیہ کوئٹہ]

امام غزالی کا نظریہ:

امام غزالی نے اجماع کی شرعی تعریف یوں بیان کی ہے" اجماع اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔ ان کا اتفاق ہو امور دینیہ میں سے کسی ایک حکم پر ہو۔ امام غزالی کی تعریف میں عوام کا اجماع بھی متصور ہے۔

چنانچہ علامہ شمس الدین محمد بن حمزہ بن محمد فناری رومی اپنی تصنیف فصول البدائع فی اصول الشرائع میں رقم طراز ہیں:۔

وقال الغزالي هو اتفاق أمة محمد على أمر ديني و يشعر بالاتفاق من البعثة الى القيامة.

[فصول البدائع فی اصول الشرائع ج ۲ ص ۲۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت]

چنانچہ اس کو علامہ زحیلی نے اصول الفقہ الاسلامی میں یوں ذکر کیا ہے۔

وعرفه الغزالي " بأنه اتفاق أمة محمدصلى الله عليه وسلم خاصة على أمر من الأمور الدينيه".

[اصول الفقہ الاسلامی ج ا ص ۴۹۰ رشدیہ کوئٹہ]

بہر حال یہاں جو امت کا خاصہ ذکر کیا ہے اس خواص سے مراد علماء مجتہدین ہیں نہ کہ عام لوگ۔ تو اجماع کے مجمعین میں صرف فقہاء اور مجتہدین ہیں۔ عوام کا اس میں دخل نہیں۔ کیونکہ عامی آدمی کو اتنی صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ مسائل کے استنباط اور درستگی تک پہنچ سکے۔

باقی رہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا مسئلہ کے وہ عوام میں ہونے کے باوجود وہ

اجماع کے مجمعین میں سے شمار ہوتے ہیں۔تو اس کا آسان جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اپنی رای کو اہل الرائے پر پیش کرتے تھے اگر ان کے موافق ہوتی تو پھر اس پر عمل کرتے ورنہ نہیں تو یہ مثل مجمع کے ہوا جیسے مشہور ہے جماعت میں سے جب اہل الرائے کوئی تدبیر وغیرہ بتلاتے ہیں۔اور اس پر فیصلہ ہو جاتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ اہل مجمع نے اس بات پر اتفاق کر لیا ہے حالانکہ حقیقت یوں نہیں ہوتی۔

دوسری بات امام غزالی رحمہ اللہ نے جو اجماع کی تعریف کی ہے اس میں یہ قید ملحوظ نہیں ہے کہ اجماع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہو۔

تو یہ بات بھی ٹھیک نہیں ہے کیونکہ حضور ﷺ خود شریعت مطہرہ کو بیان کرنے والے ہیں لہذا ان کے زمانے میں جو واقعہ پیش آئے گا تو اس کا حل آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہیں وہاں اجماع کی ضرورت نہیں۔اس لئے امام غزالی رحمہ اللہ کا بعد وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قید ذکر نہ کرنا درست نہیں۔

تو اس لحاظ سے سب سے جامع د مانع تعریف جمہور علماء کی ہے۔

جمہور علماء کی رائے:

جمہور علماء نے اجماع کی شرعی تعریف یوں کی ہے۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی بھی زمانہ میں تمام فقہاء مجتہدین کا کسی حکم شرعی پر متفق ہو جانا اس کو ''اجماع'' کہتے ہیں۔

چنانچہ عبدالوھاب بن عبدالواحد خلاف التوفی ص ۱۹۴۸ اپنی تصنیف علم اصول الفقہ میں رقم طراز ہیں:۔

هو اتفاق جميع المجتهدين من المسلمين في عصر من العصور بعد وفاة الرسول صلى الله عليه وسلم على حكم شرعي في واقعة. [علم اصول الفقہ ص ۴۴ دار الکتب العلمیہ بیروت]

اسی طرح الدکتور وھبة الزحیلی اپنی شہرہ آفاق کتاب اصول الفقہ الاسلامی

میں رقم طراز ہیں:۔

وعرفه جمهور العلماء: بأنه اتفاق المجتهدين من امة محمد صلى الله عليه وسلم بعد وفاته في عصر من العصور على حكم شرعي. [اصول الفقہ اسلامی ج۱ص۴۹۰ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ]

الفصل الثاني:

حجیت اجماع قرآن کی روشنی میں

اللہ رب العزت نے انسان کو عمل پیرا ہونے کے لئے قرآن پاک دیا۔ اور اس میں توحید، معاد، رسالت، احکام وغیرہ کو ذکر فرمایا۔ اور ساتھ اس اُمت کے اوصاف کو بھی بیان کردیا۔ کسی جگہ یہ ذکر فرمایا کہ یہ اُمت بہترین اُمت ہے۔ اور دوسری جگہ یوں ارشاد فرمایا کہ یہ متوسط اور اعتدال والی اُمت ہے۔ اور کسی جگہ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کے متفقہ راستے کی جو مخالفت کرے گا وہ مستحق سزا ہوگا۔ مزید ان چیزوں کی صراحت احادیث مبارکہ میں زیادہ واضح ہے۔

چنانچہ قرآن وسنت میں غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز ضرور ایسی ہے جس کی وجہ سے اس اُمت کو خیر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اور وہ خیر کیا چیز ہے کہ اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افراد کبھی بھی کسی غلطی وخطاء پر متفق نہ ہوں گے۔ بلکہ ان کا متفقہ فیصلہ قرآن وسنت کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ اور یہ اعزاز وامتیاز صرف جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اُمت کو ملا ہے کہ اس اُمت کے مجموعے کو اللہ تعالیٰ نے امور دینیہ میں ہر غلطی ولغزش سے بلند وبالا فرمادیا ہے۔

ہاں اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس اُمت کے کسی فرد سے دینی امور میں غلطی نہ ہوتی ہو۔ یہ بات تو مسلم ہے کہ اس اُمت میں کچھ لوگ نیک بھی ہیں اور کچھ لوگ فاسق وفاجر بھی، ہر آدمی سے کبھی کبھی دین کے امور میں غلطی ہوجاتی ہے۔

لہٰذا اُمت کا ہر آدمی تو غلطی وخطاء سے تو محفوظ نہیں۔ مگر اُمت کا مجموعہ وہ غلطی وخطاء

سے محفوظ ومعصوم ہے۔ یعنی پوری اُمت بحیثیت مجموعہ جو کہ متفقہ طور پر کوئی ایسا قول یا فیصلہ کریں جو قرآن وسنت اور اللہ کی مرضی کے خلاف ہو ایسا نہیں ہوسکتا۔ جیسے قرآن وسنت کا فیصلہ غلط نہیں ہوسکتا اسی طرح متفقہ طور پر کیا گیا فیصلہ غلط نہیں ہوسکتا۔

تو اس سے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ جیسے قرآن وسنت پر عمل کرنا لازمی ہے اسی طرح اجماع پر بھی تمام مسلمانوں کا پیروی کرنا ضروری ہے۔

کیا اجماع حجت شرعیہ ہے؟

فقہ اسلامی کی بنیاد چار اصولوں پر ہے۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع اُمت اور قیاس پر۔ تو جس طرح کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اصول ہیں۔ اور حجت شرعیہ ہیں، اور احکام ومسائل کو ثابت کرنے کے لئے ہیں تو کیا اس طرح اجماع بھی حجت شرعیہ ہے؟

جمہور علماء کا نظریہ تو یہ ہے کہ وہ اجماع جو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے ماخوذ ہو وہ حجت شرعیہ ہے۔ اور اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

نیز آیۃ باری تعالیٰ:

﴿ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین الخ﴾

تقاضہ کرتی ہے کہ اجماع بھی حجت ہے۔

چنانچہ قرآن وسنت رسول اللہ نے لوگوں پر اجماع کی پابندی ایسی لگائی ہے جیسے وحی کے ذریعہ سے جو احکام ثابت ہیں ان کی طرح کیونکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد شریعت کے احکام جو بذریعہ وحی نازل ہوتے تھے وہ بند ہو جانے تھے اور دوسری بات یہ کہ یہ شریعت قیامت تک کے لوگوں کے لئے تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اُمت کو قیامت تک نئے نئے مسائل کا سامنا تھا۔ لہذا جو آئندہ شرعی مسائل پیش آنے والے تھے۔ اللہ جل شانہ نے ان کے حل کرنے کا انتظام فرما دیا۔ وہ اس طرح قرآن مجید اور سنت رسول اللہ میں ایسے اصول وقوانین کو ذکر کیا۔ ہر زمانے

کے فقہاء و مجتہدین کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں غور وفکر کر کے اس کی روشنی میں نئے پیدا ہونے والے مسائل کا شرعی حل یا حکم معلوم کرلیں اور جو فیصلہ یا حکم قرآن وسنت کی روشنی میں ملے اس پر عمل کیا جائے۔

لہذا فقہاء مجتہدین کا وہ اتفاق جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ماخوذ ہو۔ اس پر تمام مسلمانوں کا عمل پیرا ہونا لازمی ہے۔ بلکہ خود قرآن، سنت کے ذریعہ لازم ہے۔ اور اس کی خلاف ورزی کرنا حرام اور موجب سزا ہے۔

چنانچہ امام ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل المتوفی ۴۹۰ھ اپنی شہرہ آفاق تصنیف اصول السرخسی میں رقم طراز ہیں:۔

قال رضي الله عنه: اعلم أن اجماع هذه الأمة موجب للعلم قطعاً كرامة لهم على الدين لالانقطاع تو هم اجتماعهم على الضلال بمعنى معقول. انما جعل اجتماع هذه الأمة حجة شرعا كرامة لهم على الدين.

[اصول السرخسی ج ۱ ص ۲۹۵ مکتبہ المعارف ریاض]

اور اسی طرح الدکتور وهبة الزحيلی اپنی مشہور کتاب اصول الفقہ الاسلامی میں رقم طراز ہیں:۔

وسبب هذا واضح وهو أنه كان طريق معرفة الأحكام الشرعية في حياة الرسول عليه السلام مأمون العاقبة لتلقيها من مصدر النبوة، ومعين الوحي الالهي. فلم يكن من السهل اذن أمام الصحابي الفقيه أن يتصدر للاجتهاد، مع أنه كان يخشى أيضا رواية الحديث عن النبي صلى الله عليه وسلم وكان أبوبكر وعمر وبقية الخلفاء الراشدين يتشددون في قبول الحديث النبوي كماهو معروف. خوف الكذب على رسول الله صلى الله عليه

وسلم .فادی کل هذا الخوف الی أن یجمع الخلفیة الراشدی کبار الصحابة لتشاور فیما لم یجد فیه حکما للحادثة فی القرآن أوفی السنة النبویة. ومن هذه الاجتماعات تثبت فکرة الاجماع، وأصبح الحکم المجمع علیه متصفابصفة الالزام بالنسبة لبقیة المسلمین، واحتاج العلماء بعدئذالی تأصیل کون الاجماع مصدر اتشریعیا یلیی فی الدرجة القرآن والسنة.

[اصول الفقہ الاسلامی ج۱ص۴۸۶]

کیا اجماع دین میں زیادتی ہے؟

کچھ لوگ جواشرار پسند ہیں انھوں نے یہ سمجھا کہ اجماع اس لحاظ سے دین یاشرع کے منافی ہے کہ یہ دین میں زیادتی ہے اور اضافہ ہے، حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ اصل میں ان لوگوں نے اس کی گہرائی، حقیقت کو نہیں جانا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جولوگ فقہ اور اصول فقہ سے بالکل دور ہیں یا اس سے تعلق جوڑنے میں بیزار ہیں وہ اس قسم کی لاتعلقی والی باتیں کرتے ہیں۔ مثلاً جب ان حضرات سے سوال کیا جائے جو مسائل قرآن مجید میں موجود نہیں ہیں اور احادیث مبارکہ سے بھی واضح نہیں ہیں۔ ان مسائل کو کیسے معلوم کریں گے تو اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اس میں کوئی چیز باقی نہیں ہے وضاحت کے لئے اس میں ہر چیز کا حل موجود ہے۔ لیکن جب ان کو کسی جزئی مسئلہ کے بارے میں پوچھا جائے تو پھر وہ مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور کسی چیز کی طرف محتاج ہوتے ہیں اور وہ چیز فقہاء کا اجتہاد واستنباط ہے۔

مگر پھر بھی یہ لوگ متقدمین کی کوشش، ان کے اجتہاد واستنباط کے مقابلہ میں اپنی عقل آزمائی کرتے ہیں۔ حضرات فقہاء مجتہدین کے اصول وقواعد کے خلاف اپنی اختراع کرتے ہیں، گویا ان کا دعویٰ اور مقصد اصلی یہ ہے کہ فقہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کی

ضرورت نہیں بلکہ ہم نئے اصول وقواعد مرتب کرتے ہیں۔

حالانکہ صورت حال یوں نہیں ہے۔ حضرات فقہاء کرام اور مجتہدین عظام نے اپنی محنت وکوشش سے اُمت کے لئے آسانی پیدا کی ہے۔ اور یہ لوگ ان کی کاوشوں پر پانی پھیر رہے ہیں۔ ان کی مثال یوں ہے کہ ایک آدمی محنت وکوشش کر کے، تحقیق کر کے ایک شی معرض وجود میں لاتا ہے۔ اور دوسرا شخص کہتا ہے کہ یہ تحقیق اور تجربہ پرانا ہو گیا ہے لہذا اب نئی تحقیق اور نیا تجربہ کر کے شی کو وجود میں لایا جائے اور پرانی چیز کو ختم کر دیا جائے اور جو چیز نئی تحقیق سے ثابت ہونے والی ہے اس کو سامنے لایا جائے۔ تو یہ بات کہنے والا کوئی عقل مند نہیں ہوگا بلکہ بیوقوف واحمق ہوگا۔ ٹھیک اس دور میں غیر مقلدین کو چاہیے کہ وہ مسائل فقہیہ جن کا حکم قرآن وسنت سے واضح طور پر مصرح نہیں اور ان کی ضرورت بھی بہت پیش آتی ہے۔ اور آپ حضرات کے وہم وگمان کے مطابق۔ ان کا حکم کیسے معلوم کریں گے۔ تو یقیناً ہم کو ان لوگوں کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ جو لوگ قواعد اصول کو سامنے رکھ کر ہمیں ان جزئیات کا حکم بتلاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ ان لوگوں پر بالکل طعن وتشنیع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو اس اجتہاد اور استنباط کی صلاحیت واہلیت رکھتے ہیں۔

تم لوگ تو ایک پرانا مسئلہ نہیں بتا سکتے ہو۔ مثلاً قرآن پاک میں ربا (سود) کو حرام قرار دیا ہے۔ اور حدیث مبارکہ میں اس کی صراحت چھ چیزوں میں آئی ہے کہ متفاضلاً لین دین ربا ہے۔ اب آیا یہ خاصہ ان چھ چیزوں کا ہے یا اس کے علاوہ دوسری چیزوں میں بھی یہ صورت پائی جاتی ہے۔

اس کا جواب تم نہیں دے سکتے ہو تو اس سے فقہاء مجتہدین کی وہ محنت وکوشش جو انھوں نے اس طرح کے مسائل حل کر کے ہمیں دیئے ہیں اس کا اقرار کرنا پڑے گا۔ اس علاوہ آج کے زمانے میں نئے نئے مسائل اور جدید ترین مسائل پیدا ہو گئے ہیں ان کا حل کہاں سے معلوم ہوگا؟

یہ بات تو مسلم ہے کہ قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے۔زندگی کے لئے قانون اور ضابطہ حیات ہے۔اور اس کے اندر تمام اصول ونظائر کو بیان کر دیا گیا ہے۔جس پر اجتہاد اور اصل کی بنیاد ہے۔تاکہ ان کی روشنی میں روزمرہ کے پیدا ہونے والے نئے مسائل کو حل کیا جاسکے۔قرآن پاک سب سے پہلے مخاطب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہے۔تو انہوں نے بھی اس کی روشنی میں مسائل حل کئے ہیں۔اور اس کے بعد ہر زمانے کے لوگ اب بھی کوئی نیا مسئلہ پیش آئیگا۔اس کو وہ لوگ جو اس بات کی اہلیت رکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کو ملکہ عطاء فرمایا۔وہ اس کو حل کر کے اس پر متفق ہو جائیں وہ ہمارے لئے حجت اور دلیل شرعی ہے۔نہ کہ دین میں زیادتی بلکہ وہ تو قرآن وسنت سے ماٴخوذ ہے۔صرف بات اتنی ہے کہ ہم ان کی کاوشوں اور جہد کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

چنانچہ الدکتور وھبۃ الزحیلی اپنی کتاب اصول الفقہ الاسلامی میں یوں رقم طراز ہیں:۔

ان الحاجة الماسة الى الحكم على القضايا الجديدة، فى عصر الصحابة، بعد وفاة النبى صلى الله عليه وسلم،هى التى كانت سبباً فى ولادة أو نشوء فكرة الاجماع عن طريق الاجتهادالجماعى، احتياطاً فى الدين، وتوزيعاً للمسؤولية على جماعة المجتهدين خشية تعثر الاجتهاد الفردى، اووقوع المجتهدين من الصحابة فى الخطأ بالرغم من رفع الحرج والاثم عن الخطاء فى الاجتهاد، وتشجيعاً على التصدى للفتوى، بعد التثبيب والتحرى المطلوب.

[اصول الفقہ الاسلامی ج۱ص۴۸۶ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ]

اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ اجماع دین میں زیادتی اور اضافہ نہیں ہے، بلکہ وہ حکم یا فیصلہ ہے جو قرآن وسنت سے ماخوذ ہوتا ہے۔

کیونکہ قرآن وسنت کے اندر قواعد واصول ہیں۔تو ان کی روشنی میں پیش آنے والی جزئی کو حل کیا جاتا ہے۔وہ اتفاقی فیصلہ بالکل نیا یا خودساختہ نہیں ہوتا۔بلکہ فقہاء مجتہدین

کا کسی قانون کے تحت وہ بیان ہوتا ہے۔

ان لوگوں کی کم فہمی کی مثال یوں سمجھئے۔ مثلاً زمانے میں کوئی حادثہ پیش آیا۔ اب اس کا حکم قرآن وسنت میں مصرح نہیں ہے۔ تو فقہاء اور مجتہدین نے اس کو کسی اصل یا قاعدہ کے تحت رکھ کر اس کا حکم لگایا۔ اصل بات یہ ہے یہ حضرات حکم لگانے والے نہیں ہوتے۔ بلکہ حکم کو بیان کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ حکم انہوں نے اپنی طرف سے بیان کیا ہے جو ماخوذ از قرآن وسنت ہو۔ اس کو ظاہر کرنے والے ہوتے ہیں۔ پھر کیسے اجماع امت دین میں زیادتی ہوئی۔

اسی طرح تمام جزئیات جو پیش آنے والی ہیں وہ ان قواعد اور اصول میں داخل ہیں۔ مگر عدم علم ہونے کی وجہ سے لوگوں کو اس کا حکم معلوم نہیں۔ فقہاء کرام نے ہمیں ان کا حکم معلوم کرنے کا طریقہ بتلایا اور ان فقہاء کرام نے بھی اس کی وضاحت اور تفصیل بیان کیں یہی چیز تو فقہ اور اصول فقہ ہے۔ فقہ اسی کا نام تو ہے۔

معلوم ہوا کہ فقہاء مجتہدین احکام بناتے نہیں بلکہ احکام کو بیان کرتے ہیں یا بتلاتے ہیں۔ اگر ان باتوں پر غور کیا جائے۔ سمجھا اور سوچا جائے تو پھر کسی قسم کا کوئی نزاع نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ وھبۃ الزحیلی اپنی کتاب اصول الفقہ الاسلامی میں یوں رقم طراز ہیں:۔

أن هذا المصدر الثالث مايزال مفتقراً الى غيره عند تكوينه، فهو يعتمد ويستند الى المصدرين المتقدمين عنه، ويحتاج الى دليل صريح او اجمالى فى القرآن اوفى السنة ،لأن مصدر التشريع الوحيدفى الاسلام هو الله سبحانه وتعالىٰ: او الوحى العبر عنه فى متلو القرآن، اوفى بيان السنة النبوية. فلايملك مجتهد والأمة الاسلامية قديما وحديثا الاستقلال بالرأى والتشريع المستند الى العقل المحض، كما يفعل واضعو القانون ، وانما مهمتهم

الکشف عن حکم اللہ فی القضیۃ بواسطۃ الاجتھاد، ولاجتھاد اِن کان جماعیا فھو الاجماع.

[اصول الفقہ الاسلامی ج ۱ ص ۴۸۷ مکتبہ دار احسان (ایران)]

اجماع کے ثبوت کے لئے پہلی آیۃ:

اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی فرقان حمید میں ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿یایھاالذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم﴾ [النساء آیۃ ۵۹]

ترجمہ: ''اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا، اور اولی الامر کا جو تم میں سے ہو''۔

فائدہ: آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اللہ، اس کے رسول اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔ اب یہاں لفظ ''اولی الامر'' مذکور ہے، سب سے پہلے اولی الامر کا اطلاق کن لوگوں پر ہوتا ہے؟ تو اس سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جن کے ہاتھ میں کسی کام کا نظام وانتظام ہو۔ اسی لئے مفسرین کی جماعت نے جن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی ہیں انھوں نے اولی الامر کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس سرے مراد فقہاء وعلماء ہیں۔ کیونکہ یہ حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں اور جب اصل موجود نہ ہو تو پھر انتظام نائب کے پاس ہوتا ہے۔ لہذا دین کا نظام فقہاء علماء کے پاس ہے۔

چنانچہ حافظ عماد الدین ابی الفداء اسماعیل بن کثیر اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں رقم طراز ہیں:۔

وقال ابن عباس: (واولی الأمر منکم) یعنی أھل الفقہ والدین، وکذاقال مجاھد وعطاء (اولی الأمر منکم) یعنی العلماء، والظاھر. واللہ اعلم. أنھاعامۃ فی کل اولی الأمر من الأمر والعماء. [مختصر تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۲۰ وحیدی کتب خانہ پشاور]

آیت مبارکہ میں حکم اور اطاعت کی صورتیں:

(۱) ایک وہ چیز ہے جس کا حکم اللہ رب العزت نے خود قرآن مجید میں صراحۃ فرمادیا ہے۔اس میں کسی قسم کی کوئی تشریح اور تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی فرضیت، اللہ کو وحدہ لاشریک جاننا اور اس کی عبادت کرنا۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خود بیان کیا۔ان پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

(۲) ایک احکام کا وہ حصہ ہے جس کو قرآن مجید نے بیان کیا ہے۔لیکن وہ مجمل ہے۔تو اس کی تشریح اور تفصیل کے لئے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر کے حوالے کیا۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث مبارکہ سے وضاحت کی۔اس میں بھی حقیقتاً اللہ کی اطاعت ہے۔لیکن ظاہری طور پر یہ احکام واضح نہیں تھے۔تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احکامات کی وضاحت کر کے اُمت تک پہنچایا۔اس لئے ان احکام کی پیروی ظاہری طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے۔اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ کی اطاعت متحد ہے۔اس لئے آیت مذکورہ میں اطاعت رسول کو مستقلاً بیان کیا۔

(۳) تیسرا درجہ احکام کا وہ ہے جو قرآن میں بھی مذکور نہیں اور نہ سنت رسول سے ان کی وضاحت ملتی ہے۔ایسے احکام میں علماء اور مجتہدین قرآن وسنت میں غور وفکر کر کے ان کا حکم تلاش کرتے ہیں۔ان احکام کی پیروی بھی حقیقت میں اللہ کی اطاعت ہے کیونکہ یہ احکام بھی قرآن وسنت سے مأخوذ ہوتے ہیں۔لیکن ظاہری لحاظ سے فقہاء کی محنت وکوشش ہوتی ہے۔اس لئے یہ فقہاء وعلماء کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔

ساری تفصیل کے بعد معلوم ہوا کہ اولی الامر سے مراد فقہاء مجتہدین ہیں جب اولی الامر کسی شرعی حکم پر متفق ہو جائیں تو ان کی اتباع کرنا واجب ہے۔کیونکہ ان کے حکم کا نافذ ہونا منصوص قرآن سے ہے۔

چنانچہ عبدالوھاب خلاف اپنی مشہور کتاب علم اصول الفقہ میں میں رقم طراز ہیں:۔

ان الله سبحانه فى القرآن كما أمر بطاعته وطاعة رسوله أمرهم بطاعة اولى الامر منهم. فقال تعالىٰ: ﴿يايها الذين

امنوا اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم﴾[النساء: ۵۹]ولفظ الأمر معناه الشأن وهو عام يشمل الأمر الديني والأمر الدنيوى. واولیٰ الامر الدنيوى هم الملوك والأمراء والولاة، واولو الأمر الديني هم المجتهدون واهل الفتيا. وقد فسّر بعض المفسرين وعلى رأسهم ابن عباس اولى الأمر في هذه الاية بالعلماء، وفسر هم آخرون بالأمراء والولاة. والظاهر التفسير بما يشمل الجميع وبمايوجب طاعة كل فريق فيما هو من شأنه. فاذا أجمع اولو الأمر في التشريع وهم المجتهدون على حكم وجب اتباعة و تنفيذ حكمهم بنص القرآن. ولذا قال تعالیٰ﴿ولوردوه الى الرسول والى اولى الامر منهم لعلمه الذين يتنبطونه منهم﴾ [النساء:۸۳]

[علم اصول الفقہ ص۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت]

اسی طرح علامہ" وهبة الزحيلی "اپنی کتاب"اصول الفقہ الاسلامی" میں لکھتے ہیں کہ اصولیوں نے حجیت اجماع کا استدلال اس آیت سے کیا ہے۔

چنانچہ اپنی کتاب میں رقم طراز ہیں:۔

وقد استدل الأصوليين على حجية الاجماع بأية:﴿يايها الذين آمنوا اطيعوا الله وأطيعوا الرسول واولى الأمر منكم﴾ فكما امر الله بطاعته وطاعة رسوله، امر المؤمنين بطاعة اولى الأمر. وأولو الأمر فى السياسة والسلطنة هم الحكام، وفى الاجتهاد والفتوى هم المجتهدون فقد فسر ابن عباس اولى الأمر بالعلماء، وفسر هم آخرون بالأمر والولاة. والظاهر التفسير بمايشمل الجميع وبما يوجب طاعة كل فريق فيماهو من شأنه. ويؤيده قوله

تعالیٰ: ﴿ولو ردوه الی الرسول والی اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم﴾.

[اصول الفقہ الاسلامی ج۱ص۵۴۲ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ]

اجماع کے ثبوت کے لئے دوسری آیۃ مبارکہ:

اللہ رب العزت نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی۔ اوران کو جو سزا آخرت میں ملے گی وہی سزا اُن لوگوں کو دی جائے گی۔ جو مؤمنین، فقہاء مجتہدین کے متفقہ فیصلے یا راستے کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کریں گے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

﴿ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ماتولی ونصله جهنم، وسآئت مصیرا﴾

[النساء: آیۃ ۱۱۵]

ترجمہ: ''اور جوکوئی مخالفت کرے رسول کی۔ جب کہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے رستہ کے خلاف تو ہم حوالہ کرینگے اس کو وہی طرف جو اس نے اختیار کی اور ڈالیں گے ہم اس کو دوزخ میں اور وہ بہت بڑی جگہ پہنچا''۔ [ترجمہ شیخ الہند رحمہ اللہ]

فائدہ: آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کا گناہ عظیم ہونا بیان کیا ہے۔ اور ساتھ دوزخ میں داخل ہونے کا سبب بھی بیان کیا۔

نمبر۱:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت۔ اور یہ بات صاف اور واضح ہے کہ رسول اللہ کی مخالفت کفر ہے اور جرم عظیم اور وبال جان ہے۔

نمبر۲:۔ دوسری وہ چیز جس کام پر اُمت مسلمہ کا اتفاق ہو جائے اور اس کو چھوڑ کر اس کے علاوہ دوسرے راستے کو اختیار کیا جائے۔

اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ اجماع اُمت حجت ہے۔ یعنی جس طرح قرآن

وسنت سے ثابت شدہ احکام پر عمل کرنا واجب ہے۔اسی طرح اُمت مسلمہ کا جس بات پر اتفاق ہو جائے اس پر بھی عمل کرنا واجب ہے۔اوراس کی مخالفت گناہ اور موجب سزا ہے۔

علامہ عماد الدین ابی الفداء اسماعیل بن کثیر آیت مذکورہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ﴿ ویتبع غیر سبیل المؤمنین ﴾ اس کا تعلق ﴿من یشاقق الرسول﴾ کے ساتھ ہے یعنی یہ دونوں آپس میں لازم وملزوم ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے گا۔تو وہ مؤمنین کے راستے کے علاوہ کی اتباع کرے گا۔تو کبھی یہ مخالفت اس چیز میں ہوگی جس میں شارع کی طرف سے نص وارد ہے۔اور کبھی مخالفت ان چیزوں کی ہوگی جن میں اُمت محمدیہ کا اتفاق ہوگا کیونکہ اُمت محمدیہؐ کا اتفاق کسی خطاء پر نہیں ہوسکتا۔ان کی عصمت اس پر دال ہے۔مزید اس بات کی تائید احادیث صحیحہ سے بھی ہوتی ہے۔تو اُمت محمدیہؐ کے اتفاق پر عمل کرنا ان کے لئے عزت ہے۔اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن کثیر اپنی مشہور تفسیر ابن کثیر میں رقم طراز ہیں:۔

قولہ:﴿ویتبع غیر سبیل المؤمنین﴾ هذا ملازم للصفة الأولٰی، ولكن قدتكون المخالفة لنص الشارع وقد تكون لما اجتمعت عليه الأمة المحمدية،فيما علم اتفاقهم عليه تحقيقا فانه قد ضمنت لنبيهم العصمة فی اجتماعهم من الخطأ،تشريفا لهم وتعظيما النبيهم،وقدوردت أحاديث صحيحة كثيرة فی ذلك. [مختصر تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۴۵۰]

چنانچہ علامہ شمس الدین محمد بن حمزہ بن محمد فناری رومی رحمہ اللہ اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ غیر مؤمنین کی اتباع کو ملایا ہے رسول اللہ کی مخالفت کے ساتھ یعنی جو مؤمنین کے راستے کے علاوہ راستہ اختیار کرے گا۔تو اس نے اجماع اُمت کی مخالفت کی۔تو یہ مخالفت اور رسول اللہ کی مخالفت دونوں ایک جیسی ہیں،رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی مخالفت تو کفر ہے۔ تو جس نے مخالفت کی وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ پس مخالفت حرام ہے۔ تو معلوم ہوا کہ مؤمنین کے راستے کی اتباع واجب ہے۔ اور اس کی مخالفت حرام ہے۔

علامہ اپنی کتاب فصول البدائع فی اصول الشرائع میں قرطاس ہیں:۔

ضم اتباع غیر سبیلهم الی مشاقفة الرسول التی هی کفر فی استیجاب النار نجرم اذلا یضم سباح الی حرام فی الوعید او أوعد علی اتباع غیر سبیلهم فیحرم فیجب اتباع سبیهلم اذلا مخرج عنهما بعدوجوب ولا تباع.

[فصول البدائع ج۲ص ۲۸۸]

چنانچہ عبدالوھاب خلاف اس کی تفصیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مؤمنین کے راستے کی مخالفت کرنے والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والوں کے ہم نوا قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ وہ اپنی کتاب علم اصول الفقہ میں رقم طراز ہیں:۔

فجعل من یخالف سبیل المؤمنین قرین من یشاقق الرسول

[علم اصول الفقہ ص ۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت]

چنانچہ علامہ ملا جیون رحمہ اللہ بھی اسی قسم کا مضمون اپنی مشہور کتاب نور الانوار میں رقم طراز ہیں:۔

فجعلت مخالفة المؤمنین مثل مخالفة الرسول فیکون اجماعهم کخبر الرسول حجة قطعیة.

[نور الانوار ص ۲۲۱، ایچ، ایم، سعید]

اسی طرح امام فخر الاسلام علی بن محمد البز دوی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب کشف الاسرار علی اصول فخر الاسلام میں رقم طراز ہیں:۔

وجه التمسك به علی ماهوا لمزکور فی عامة الکتب انه تعالیٰ توعد علی متابعة غیر سبیل المؤمنین کماتوعد علی

فی لغة الرسول والسبیل مایختار الانسان لنفسه قولاً وعملاً ولو لم یکن ذلك محر مالما توعد علیه ولما حسن الجمع بینه وبین مشاق الرسول فی الوعید کمالایحسن الجمع بین الکفر واکل الخبز المباح فی الوعید واذاحرم اتباع غیر سبیل المؤمنین وجب اتباع سبیهلم فیکون الاجماع حجة لانه سبیلهم.

[کشف الاسرار، ج ۳ص ۲۵۳ صدف پبلشرز کراچی]

علامہ الزحیلی رحمہ اللہ نے اس کو یوں بیان کیا ہے۔ کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے اس آیت سے حجیت اجماع پر استدلال کیا ہے۔ اور استدلال کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیر سبیل المؤمنین کی اتباع کو اللہ اور رسول اللہ کی مخالفت کی طرح قرار دیا ہے۔ اور ان دونوں کی جزا کو ایک بنایا ہے۔ اور وہ جزا وعید ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے۔ ﴿نوله ماتولی ونصله جهنم﴾ جب اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت حرام ہے تو مؤمنین کے راستے کے علاوہ کی اتباع بھی حرام ہے۔ اگر یہ اتباع حرام نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی اور رسول کی مخالفت پر جو وعید وارد کی ہے۔ اس میں اس کو داخل نہ فرماتے۔

جب واضح ہو گیا کہ غیر کے راستے کی اتباع حرام ہے۔ تو مؤمنین کے راستے کی اتباع واجب ہے۔ مؤمنین کا راستہ کیا ہے؟ وہ اتفاق جو کسی حادثہ پر ہوا ہو فقہاء مجتہدین کو چاہئے وہ قول کے اعتبار سے یا فعل کے اعتبار سے یا اعتقادات میں سے ہو۔ یہ اجماع ہے۔ اور اجماع حجت ہے۔

چنانچہ الدکتور وهبة الزحیلی اپنی کتاب اصول الفقہ الاسلامی میں رقم طراز ہیں:۔

وهذه الایة هی التی تمسك بهاالشافعی علی حجیة الاجماع فی الرسالة. ووجه الاستدلال بها، هوان الله جعل اتباع غیر سبیل المؤمنین کمشاقة الله ورسوله، اذ جعل جزاء هما واحداً وهو الوعید حیث قال ﴿نوله ما

تولی ونصله جهنم﴾ واذاکانت مشاقة الله ورسوله حراماً فاتباع غیر سبیل المؤمنین حرام، لانه لو لم یکن حراما لما جمع بینه وبین المحرم الذی هو المشاقة فی الوعید،فانه لایحسن الجمع بین حرام وحلال فی وعید، بأن تقول مثلاً:ان زنیت وشربت الماء عاقبتك، واذا حرم اتباع غیر سبیلهم، فاتباع سبیلهم واجب، اذ لاواسطة بینهما، ویلزم من وجوب اتباع سبیلهم کون الاجماع حجة، لدن سبیل الشخص :هو مایختاره من القول أو الفعل أو لاعتقاد. [اصول الفقہ الاسلامی، ج۱ص۵۴۱ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان]

اجماع کے ثبوت کے لئے تیسری آیۃ مبارکہ:

اللہ رب العزت نے اُمت محمدیہؐ کے مجموعے کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ اُمت اعتدال والی ہے۔تا کہ یہ دوسروں پر گواہ بن سکے۔گواہی کا مطلب اسی صورت میں ہے جب کہ ان کے اقوال وافعال معتدل اور متفق ہوں۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وکذلك جعلنکم امة وسطا لکتونو اشهدآء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیدا﴾ [البقرہ آیۃ:۱۴۳]

ترجمہ:''اوراسی طرح کیا ہم نے تم کو اُمت معتدل تا کہ ہوتم گواہ لوگوں پر اور ہو رسول تم پر گواہی دینے والا''۔ [ترجمہ شیخ الہندؒ]

فائدہ: آیت مذکورہ میں لفظ وسطا ہے جس کا معنٰی ہے معتدل اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اُمت محمدیہ ٹھیک سیدھی راستے پر ہے جس میں کچھ بھی کج روی کا شائبہ نہیں۔یعنی یہ اُمت افراط وتفریط سے بالکل بری ہے۔یہ اس اُمت کے مجموعے کا حال ہے۔جس کو اللہ تعالٰی نے گواہی کے لئے قبول کیا ہے۔

مندرجہ بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ وھبۃ الزحیلی فرماتے ہیں کہ اُمت محمدیہؐ

کو معتدل بنایا اور اس کو خیر الامم کا خطاب ملا۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت دین اور دنیا کے کاموں میں افراط وتفریط کا شکار نہیں ہے۔ بلکہ یہ تمام امور میں معتدل ہیں۔ نیز ان کے پاس جو دین اسلام ہے۔ اس میں انھوں نے نہ غلو کیا ہے، اور نہ ہی اس کے واجبات میں کمی کی ہے۔ جیسا کہ یہود ونصاری نے کیا تھا۔ یہود افراط کے شکار ہوئے تھے۔ اور نصاری تفریط کے۔ جب کہ مشرکین کا بھی یہ حال تھا۔ اور اُمت مسلمہ کا ہمیشہ حق پر اتفاق رہا ہے اگر یہ صفات جمیلہ نہ ہوں تو پھر دوسروں پر اُمت محمدیہ کو گواہ بنانا اس کا کوئی مطلب نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ موصوف اپنی کتاب تفسیر المنیر میں رقم طراز ہیں:۔

جعلنا المسلمين خيارا عدولا، فهم خيار الأمم والوسط في الأمور كلها بلا افراط، ولاتفريط، في شأن الدين والدنيا وبلا غلو لديهم في دينهم، ولا تقصير منهم في واجباتهم فهم يسوا بالماد يين كاليهود والمشركين، ولا بالروحانيين كالنصارى وانما جمعوا بين الحقين.

[تفسیر المنیر ج ۲ ص ۸ مکتبہ غفاریہ کوئٹہ]

چنانچہ ابو عبد الوھاب محمد بن احمد الانصاری القرطبی رحمہ اللہ بھی اسی قسم کا مضمون بیان کرتے ہوئے وسط کی تفسیر کرتے ہیں۔ اور اپنی مشہور تفسیر قرطبی میں قرطاس ہیں:۔

والوسط العدل، واصل هذا ان احمد الاشياء اوسطها" روى الترمذى عن ابى سعيد الخدرى عن النبى صلى الله عليه وسلم فى قوله تعالى"" " وكذلك جعلنا كم امة وسطا" قال" عدلا" قال هذاحديث حسن صحيح وفى التنزيل" قال اوسطهم" اى اعدلهم وخيرهم ولما كان الوسط مجانبا للغلو والتقصر كان محمودا، اى هذه الأمة لم تغل غلو النصارى فى انبيائهم، ولا تصر

والتقصیر الیهود فی انبیائهم. وفی الحدیث" خیر الأمور اوسطها" وفیه عن علی رضی الله عنه " علیکم بالنمط الأوسط ، فالیه ینزل العالی والیه یرتفع النازل.

[تفسیر القرطبی ج۲ص۱۵۴/۱۵۳]

امام فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی رحمہ اللہ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے یوں فرمایا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کو خاص طور پر بیان کیا ہے۔ ایک الوسط کو اور دوسری چیز شہداء کو۔

(۱) تو پہلی چیز الوسط کی تفصیل کرتے ہوئے فرمایا کہ الوسط کا معنیٰ ہے۔ العدل اور عدل کہتے ہیں جس چیز سے رب تعالیٰ راضی ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اوسطھم'' تو اس کا معنیٰ یہاں ان کا معتدل ہونا بیان کیا گیا ہے یہ اُمت کے مجموعہ کے ساتھ متصف ہے۔ یہ بات نہیں کہ اُمت کا ہر فرد اس عدل کے ساتھ متصف ہے۔ ایسی بات تو خلاف امر ہے۔ اس لئے جس بات پر اجماع ہو جائے وہ حق ہے۔ اور اس کی اتباع واجب ہے۔ کیونکہ اگر اس کو ٹھیک نہ جانا جائے۔ تو یہ کہا جائے کہ یہ باطل اور جھوٹ ہے جب کہ کذب تو مذموم ہے۔ تو پھر یہ عدل والا معنیٰ کیسے درست ہوگا؟

(۲) اور دوسری چیز جو اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے وہ ہے گواہ ہونے کی اور گواہی تو سچی خبر دینے کا نام ہے۔ تو اس وقت یہ قول حجت ہوگا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جھوٹے کو تو شاہد نہیں کہا جاتا پس صفت خیریہ اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ ان کا اجتماع حق اور سچ پر ہوگا۔ اور اجتماع صحیحہ ہی سبب ہے دوسروں پر گواہ بننے کا۔ لہذا اُمت محمدیہؐ کے مجموعہ کا اتفاق کسی امر شرعی پر حجت ہے۔

چنانچہ علامہ فخر الاسلام اپنی مشہور تصنیف کشف الاسرار میں رقم طراز ہیں:۔

والتمسك به من وجهين احدهما انه تعالٰی وصف هذه الامة بكونهم وسطا والوسط هو العدل الذی یرتضی بقوله قال تعالٰی!"قال اوسطهم" ای عدلهم وارضاهم

(۲) دوسری بات جو اس آیۃ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اس امت کے متعلق ذکر فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ "یہ امت نیک کاموں کا حکم دیتی ہے" اس سے معلوم ہوا کہ امت محمدیہ جس کام کا یہ حکم دے گی وہ کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہوگا۔ اس سے بھی یہ ظاہر ہوا کہ یہ امت متفقہ طور پر جس کام کا حکم دے گی چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوگا۔

لہذا اس کی پابندی کرنا لازم ہے۔ اس کو صدق دل سے ماننا ضروری ہے۔

(۳) تیسری بات جو اس آیۃ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کی ہے وہ یہ امت برے کاموں سے منع کرتی ہے اس سے بھی معلوم ہوتا کہ یہ امت جس برے کام سے روکے گی، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ اور برا ہوگا۔ اور یہ امت جس کام سے متفقہ طور پر منع کردے اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

چنانچہ امام حجۃ الاسلام ابی بکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی رحمہ اللہ المتوفی ۳۷۰ھ اپنی مشہور تفسیر احکام القرآن للجصاص میں رقم طراز ہیں:۔

وفی هذه الاية دلالة على صحة اجماع الامة من وجوه احدها كنتم خير امة ولا يستحقون من الله صفة مدح الاوهم قائمون بحق الله تعالىٰ غير ضالين والثاني اخباره بانهم يأمرون بالمعروف فيما امروابه فهو امر الله تعالىٰ لان المعروف هو امر الله والثالث انهم ينكرون المنكر والمنكر هو مانهى الله عنه ولا يستحقون هذه الصفة الاوهم لله رضى فثبت بذلك ان ما انكرته الامة فهو منكر وما امرت به فهو معروف وهو حكم الله تعالىٰ وفى ذلك مايمنع وقوع اجماعهم على ضلال ويوجب ان مايحصل عليه اجماعهم هو حكم الله تعالىٰ.

[احکام القرآن للجصاص، ج ۲ ص ۳۵ سہیل اکیڈمی لاہور پاکستان]

اور علامہ شمس الدین محمد بن حمزہ بن محمد الفناری الرومی رحمہ اللہ اپنی کتاب فصول البدائع فی اصول الشرائع میں اس چیز کو یوں بیان کرتے ہیں:۔

قولہ تعالٰی:﴿کنتم خیر امة اخرجت للناس﴾[آل عمران:۱۱۰] وصفهم بالخيرية المفسرة على طريق الاستئناف بالأمر بالمعروف والنهي عن المنكر وهذه الخيرية توجب الحقية فيما أجمعوا والا كان ضلالا فما ذا بعد الحق الا الضلال وايضاً لو أخطاوا لكانوا آمرين بالمنكر وناهين عن المعروف وهو خلاف المنصوص والتخصيص بالصحابة لايناسب وروده في مقابلة أمم سائر الانبياء ولا يلزم من عدم منافاة الضلال الخيرية في كل واحد من المسائل المجتهد فيها عدمها في الكل. [فصول البدائع ج۲ ص۲۸۹ دار الکتب العلمیہ بیروت]

خلاصہ: اس امت کا اجماع فیصلہ خواہ وہ کسی بھی کام کے کرنے کا ہو۔ یا کسی کام سے رُکنے کا ہو۔ بہر حال ہر صورت میں وہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوگا، ورنہ اگر ان کے اس اجماعی فیصلے کو غلط قرار دے دیا جائے۔ یعنی جس کام کا انھوں نے حکم دیا اسے غلط سمجھا جائے۔ اور جس کام سے انھوں نے منع کیا اس کو اچھا جانا جائے۔ تو پھر لازم آئیگا کہ یہ امت غلط چیز کا حکم دینے والی ہے۔ اور اچھے کام سے روکنے والی ہے۔ اور ظاہر ہے یہ جو بات ہے یہ نص کے بالکل خلاف ہے۔

چنانچہ اس بات کو امام فخر الاسلام علی بن محمد البز دوی نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف میں یوں مزین کیا ہے:۔

وجه التمسك به على ماهو المذكور في عامة الكتب انه تعالى اخبرعن خير يتهم بانهم يامرون بالمعروف وينهون عن المنكر ولا م التعريف في اسم الجنس يقتضي الاستغراق فيدل على انهم امروا بكل معروف ونهوا على

منکر قولا فکانوا آمرین بالمنکر نا ھین عن المعروف وھو یناقض مدلول الایة. وعلی ماھو المذکورفی الکتاب انه تعالٰی اخبرعن خیر یتھم بکلمة التفضیل فان کلمة خیر ھھُنا بمعنی التفضیل فتدل علی النھایة فی الخیر یة وذلك یوجب حقیة مااجتمعوا علیه لانه لولم یکن حقالکانوا آمرین بالمنکر ناھین عن المعروف ومن کان بھذه الصفة لایکون خیرا مطلقاً فیلزم منه خلاف النص.

[کشف الاسرار، ج۳ص۲۵۵الصدف پبلشرز کراچی]

علامہ جیون رحمہ اللہ بہترین ہونے کا معنی بیان کرتے ہیں کہ یہ امت باعتبار دین کے بہترین ہے۔یعنی دین میں ان لوگوں نے غلو نہیں کیا افراط وتفریط کا شکار نہیں ہوئے۔لہذا ان کا اجماع حجت ہے۔

چنانچہ علامہ اپنی کتاب نورالانوار میں رقم طراز ہیں:۔

وکذاقوله تعالٰی کنتم خیر امة اخرجت للناس والخیریة انمایکون باعتبار کما لھم فی الدین فیکون اجماعھم حجة.

[نورالانوار،ص۲۲۱،ایچ،ایم،سعید]

اجماع کے ثبوت کے لئے پانچویں آیۃ مبارکہ:

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ:

﴿یایھا الذین امنوا اتقوا اللّٰہ وکونوا مع الصّٰدقین﴾

[التوبہ:آیۃ۱۱۹]

ترجمہ:”اے ایمان والوڈرتے رہو اللہ سے اور رہو ساتھ سچوں کے“

[ترجمہ شیخ الہندؒ]

فائدہ:آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے کے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم سچے

لوگوں یعنی صادقین کے ساتھ رہو۔ جس کا واضح طور پر یہ مطلب سمجھ آ رہا ہے کہ اعمال اور اقوال میں ان کی پیروی کی جائے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ "صادقین" سے مراد کون لوگ ہیں تو اس کا جواب قرآن مجید نے دے دیا، سورۃ البقرہ میں صادقین کی صفات کو تفصیل سے بیان کیا ہے کہ وہ اللہ اور روز قیامت اور جملہ ملائکہ، کتب آسمانی اور انبیاء پر دل سے ایمان لاتے ہیں۔ اور ان پر یقین رکھتے ہیں محبت اور رغبت کے باوجود وہ اپنے مال کو خرچ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے صادقین لوگوں کے تین قسم کی صفات بیان کی ہیں۔
نمبر (۱) اعتقادات کے متعلق نمبر (۲) اخلاق کے متعلق نمبر (۳) اعمال۔ یہی لوگ سچے ہیں قول وقرار میں اور یہی لوگ پرہیزگار اور متقی ہیں اپنے اخلاق اور اعمال میں۔

تو ان تمام کا خلاصہ یہ ہے کہ صادقین وہ لوگ ہیں جو اعتقاد کے بھی سچے ہوں فعل وقول اور عمل کے بھی۔ ان کا ظاہر وباطن بھی سچا ہو۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی ہے کہ صادقین کا وجود ہر زمانے میں موجود ہوگا۔ ورنہ ان کے ساتھ رہنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ یعنی زمانے کے تمام مسلمانوں کو اس کا حکم نہ دیا جاتا۔

چنانچہ امام فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی اپنی مشہور کتاب کشف الاسرار علی اصول فخر الاسلام میں رقم طراز ہیں۔

انه تعالٰی امر بالكون مع الصادقين والمرادمن الصادق هو الصادق فی كل الامور اذلو كان المراد هو الصادق فی البعض لزم منه الامر بموافقة كلا الخصمين لان كل واحد منهما صادق فی بعض الامور ثم لايجوزان يكون هذاامرا بالمتابعة فی بعض الامور لانه غير متبين فی هذه الاية فيلزم منه الاجمال والتعطيل ثم يقول ذلك الصادق فی كل الامور امامجموع الامة اوبعضهم والثانی باطل لان التكليف بالكون معهم يستلزم لقدرة عليه ولا يثبت القدرة الابمعرفة اعيانهم وقد نعلم بالضرورة امالا نعرف واحد انقطع فيه بانه من الصادقين الذين امرنا بالكون

معهم مثبت انهم مجموع الامة وذلك يدل على ان الاجماع حجة.

[کشف الاسرار، ج ۳ ص ۲۵۷ الصدف پبلشرز کراچی]

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ صادقین ہر زمانے میں موجود رہیں گے تو اس سے خود بخود یہ چیز سامنے آجاتی ہے کہ کسی زمانے کے سب لوگ کسی غلط کام پر متفق نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ کچھ لوگ یا اکثر لوگ بھی اگر کوئی غلط کام پر فیصلہ کرنا چاہیں تو اس زمانے کے سچے لوگ ان کی اُس بات سے اتفاق نہیں کریں گے۔ تو معلوم ہوا کہ امت کا اجماعی فیصلہ یا حکم کبھی غلط کام یا بے دینی کی بات پر یا حق کے خلاف نہیں ہوگا۔ لہذا ان کا اتفاق اور اجماعی فیصلہ حجت اور شرعی دلیل ہے۔

چنانچہ امام حجۃ الاسلام ابی بکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے احکام القرآن میں رقم طراز ہیں:۔

قال في هذه الاية ﴿وكونوا مع الصادقين﴾ فدل على لزوم اتباعهم ولاقتداء بهم لاخياره بان من فعل ماذكر في الاية فهم الذين صدقوا وقال في هذه الآية فدل على قيام الحجة علينا باجماعهم وانه غير جائز لنا مخالفتهم لامر الله ايانا باتباعهم.

[احکام القرآن للجصاص، ج ۴ ص ۱۶۰ سہیل اکیڈمی لاہور پاکستان]

اجماع کے ثبوت کے لئے چھٹی آیۃ مبارکہ:

فرمان الٰہی ہے:

﴿واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا﴾

[آل عمران آیۃ ۱۰۳]

ترجمہ: ''اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی سب مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو''۔

[ترجمہ شیخ الہندؒ]

فائدہ: آیت کریمہ سے ظاہر ہوا کہ تمام مسلمانوں کے متفقہ طور پر دینی فیصلہ یعنی اجماع امت میں پھوٹ ہی ڈالنا یہ تفرقہ بازی ہے۔ جس سے قرآن کریم نے صریح طور پر منع فرمایا ہے۔

چنانچہ امام ابوبکر احمد بن علی رازی بصاص حنفی رحمہ اللہ اس آیت مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے اپنی تفسیر میں یہی معنی بیان کیا ہے۔ احکام القرآن للجصاص میں رقم طراز ہیں:۔

﴿واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا﴾ ھو امر بالاجتماع ونھی عن الفرقۃ واکدہ بقولہ" ولا تفرقوا" معناہ التفرق عن دین اللّٰہ الذی امروا جمیعا بلزومہ والا جتماع علیہ. وروی نحو ذلک عن عبد اللہ وقتادۃ وقال الحسن ولا تفرقوا عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وقد یحتج بہ فریقان من الناس احد ھما نفاۃ القیاس والا جتھاد فی احکام الحوادث.

[احکام القرآن للجصاص، ج۲ ص۲۸۰ سہیل اکیڈمی لاہور پاکستان]

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی "ولاتفرقوا" کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم جماعت کو لازم پکڑو۔ اور جماعت سے مراد یہی فقہاء اور مجتہدین ہیں۔ اوران کے متفقہ فیصلے میں تفرقہ بازی نہ کرو۔ اللہ اور رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا ہے۔

چنانچہ علامہ اپنی مشہور تصنیف تفسیر ابن کثیر میں رقم طراز ہیں:۔

قولہ تعالیٰ " ولاتفرقوا" امر ھم بالجماعۃ ونھاھم عن التفرقۃ وقدوردت الاحادیث المعتددۃ بالنھی عن التفریق، واالأمر بالاجتماع والائتلاف ، کمافی صحیح مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال: ان اللہ

يرضىٰ لكم ثلاثاويسخط لكم ثلاثا: يرضى لكم ان تعبدوه، ولاتشركوابه شيئا وان تعتصموا بحبل الله جميعاً، ولا تفرقوا، ان تناصحوا من له ةاالله امركم ويسخط لكم ثلاثا:قيل وقال:وكثرة السؤال ، واضاعة المال.

[تفسیر ابن کثیر، ج اص۳۱۳ وحیدی کتب خانہ پشاور]

صاحب قرطبی رحمہ اللہ بھی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے۔ زمانے کے حوادثات میں کتاب اللہ اور سنت رسول کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اگر اس میں حکم نہ ملے تو پھر امت کا اجتماع جس بات یا حکم پر ہو جائے۔ اس کو لازم پکڑیں گے۔ اس کی مخالفت نہیں کریں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

چنانچہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی المتوفی ۶۷۱ھ اپنی شہرہ آفاق تفسیر، تفسیر قرطبی میں رقم طراز ہیں:۔

قال ابن عباس لسماك الحنفي:ياحنفي الجماعة الجماعة فانما هلكت الالم الخالية لتفرقها، اماسمعت الله عزوجل يقول" واعتصموا بحبل الله جميعاً ولاتفرقوا" وفي صحيح مسلم عن ابي هريرة قال قال رسول الله ﷺ" ان الله يرضىٰ لكم ثلاثاويكره لكم ثلاثا يرضىٰ لكم ان تعبدوه ولا تشركوابه شيئاًوان تعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا ويكره لكم ثلاثا قيل وقال كثرة السؤال واضاعة المال، فاوجب تعالىٰ علينا التمسك بكتابه وسنة نبيه والرجوع اليهما عند الاختلاف ، وآمرنا بالاجتماع على الاعتصام بالكتاب والسنة اعتقادًا وعملا، ذلك سبب اتفاق الكلمة وانتظام الشتات الذى يتم به مصالح الدنيا والدين والسلامة من الاختلاف

وآمرنا بالأجتماع ونهي عن الافتراق، وفيها دليل على صحة الاجماع. [تفسیر القرطبی، ج۴،ص۱۶۴ مکتبہ الغزالی دمشق]

﴿ آیۃ مبارکہ اور اختلاف فقہاء ﴾

تمام تفصیلات وتشریحات کے بعد ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہماری فقہ کے بہت سارے ایسے مسائل ہیں جن میں فقہاء کا آپس میں اختلاف ہے اور ہوا۔ لہذا وہ اختلافات بھی اس آیت مبارکہ کی روشنی میں ناجائز ہونے چاہئے؟

لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ فقہاء مجتہدین کا اختلاف جن مسائل میں ہوا ہے ان مسائل میں سے کوئی بھی ایسا مسئلہ ایسا نہیں ہے۔ جس کا واضح طور پر یا قطعی طور پر فیصلہ قرآن وسنت سے یا اجماع امت سے ثابت ہو چکا ہو۔ بلکہ فقہاء مجتہدین کا اختلاف صرف ان فروعی مسائل میں ہوا ہے۔ جن کا حکم قرآن وسنت میں صریح نہیں اور قطعی طور پر ان کے بارے میں فیصلہ موجود نہیں تھا۔ یا ایسے مسائل جن کے بارے میں خود احادیث مبارکہ میں اختلاف پایا جارہا تھا۔ نیز ان مسائل پر امت کا اجماع بھی نہیں تھا۔

لہذا فقہاء مجتہدین کا یہ آپس میں اختلاف اس آیت مبارکہ کی ممانعت میں داخل نہیں ہے۔ بلکہ وہ تو فروعی مسائل میں اختلاف ہے۔ اور وہ بھی اجتہاد کی بناء پر۔ اور یہ اختلاف تو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے زمانے میں بھی موجود تھا۔ اس سے بڑھ کر خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فروعی مسائل میں اختلاف ہوا۔ ان کی مثالیں کتب احادیث میں موجود ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کی کبھی بھی مذمت نہیں بیان فرمائی۔ بلکہ دونوں جماعتوں کو حق اور ٹھیک ہونے کا پیغام دیا ہے۔

چنانچہ امام المحدثین محمد اسماعیل البخاری رحمہ اللہ اپنی شہرآفاق تصنیف الصحیح البخاری میں رقم طراز ہیں۔

عن نافع عن ابن عمر قال قال النبي صلى الله عليه وسلم

یوم الاحزاب لایصلین احد العصر الافی بنی قریظة ادرك بعضهم العصر فی الطریق فقال بعضهم لانصلی حتی ناتیها قال بعضهم بل نصلی لم یرد مناذلك فذكر ذلك للنبی صلی الله علیه وسلم فلم یعنف واحد امنهم.

[البخاری، ج۲ص۵۹۱ ایچ، ایم، سعید کراچی]

بلکہ ایسے اختلاف کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف کی ہے اور فرمایا کہ یہ اختلاف امت کے لئے رحمت ہیں۔

چنانچہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی رحمہ اللہ اپنی کتاب تفسیر قرطبی میں اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے ہیں:۔

ولیس فیه دلیل علی تحریم الاختلاف فی الفروع فان ذلك لیس اختلافااذالاختلاف مایتعذرمعه الائتلاف والجمع وامّا حكم مسائل الاجتهاد فان الاختلاف فیها بسبب استخراج الفرائض ودقائق معانی الشرع، ومازالت الصحابة مختلفون فی الحكام الحوادث وهم مع ذالك فتألفون وقال رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم " اختلاف امتی رحمة" وانما منع الله اختلافا هو سبب الفساد.

[تفسیر قرطبی، ج۴ص۱۵۹ مکتبہ الغزالی دمشق]

اور جس مسئلہ پر امت محمدیہ کا اجماع واتفاق ہوجائے تو وہ مسئلہ ظنی یا اجتہادی نہیں رہتا۔ بلکہ اس اجماع کی وجہ سے وہ مسئلہ قطعی بن جاتا ہے۔اس سے تو فقہاء مجتہدین بھی اختلاف نہیں کرتے۔ کیونکہ اس کی مخالفت کرنا امت میں پھوٹ ڈالنا ہے۔اسی چیز کو آیت مذکورہ میں بیان کیا گیا ہے۔قرآن مجید نے اس پھوٹ کو حرام قرار دیا ہے۔

چنانچہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص مشہور تفسیر احکام القرآن للجصاص میں رقم

طراز ہیں:۔

"ولا تفرقوا" عن هذالضرب من الاختلاف وان النهى منصرف الى احدوجهين امافى النصوص اوفيما قد اقيم عليه دليل عقلى اوسمعى الايحتمل الامعنٰى واحد اوفى فحوى الاية مايدل على ان المرادهو الاختلاف والتفرق فى اصول دين لافى فروعه ومايجوز ورود العبادة بالاختلاف فيه وهو قوله تعالٰى " واذكروانعمة اللّٰه عليكم" يعنى بالاسلام، وفى ذلك دليل على ان التفرق المذموم المنهى عنه فى الاية هو فى اصول الدين والاسلام فى فروعه. واللّٰه اعلم.

[احکام القرآن للجصاص، ج۲ص۲۹ سہیل اکیڈمی لاہور پاکستان]

الفصل الثالث:

حجیت اجماع اور ارشاد نبوی ﷺ

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث مبارکہ مروی ہیں ان میں اجماع کے حق و سچ ہونے کو زیادہ صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور مزید ان احادیث مبارکہ میں اجماع کی تاکید بھی فرمائی گئی ہے۔ تو اس اجماع کے بارے میں اتنی زیادہ احادیث ہیں۔ ان کی مجموعی طور پر تعداد حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔ یعنی ان احادیث کو نقل کرنے والوں کی اتنی تعداد ہے ہر زمانے میں کہ ان کا کسی غلطی پر متفق ہونا محال ہے۔

نیز اجماع کے حجت ہونے پر ائمہ مجتہدین اور اصولیین نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جن احادیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔ وہ احادیث مبارکہ متواتر معنوی کا درجہ رکھتی ہیں۔ اس لئے ہم پہلے تواتر، خبر متواتر کی اقسام، اور خبر متواتر کا فائدہ وغیرہ بیان کریں گے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اجماع کی حجیت پر جو احادیث مبارکہ ہیں وہ احادیث متواتر

معنوی کیسے ہیں؟ نیز مخالفین کے اعتراض وشبہات کا دفعیہ ہو جائے تا کہ ان کو اعتراض کرنے کا موقعہ نہ ملے۔

تواتر کی لغوی تحقیق

تواتر کا لغت میں معنٰی ہے پے در پے یعنی زمانے میں کسی چیز کا یک بعد دیگرے آنا۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں قوم کے افراد یکے بعد دیگرے آئے۔ یعنی ان کے درمیان وقفہ نہیں تھا۔ اس معنٰی کی تائید اللہ رب العزت کا یہ فرمان بھی کرتا ہے۔

قوله تعالٰی" ثم ارسلنا رسلنا تترا".

[المومنین آیۃ:۴۴]

چنانچہ علامہ شمس الدین محمد بن حمزہ بن محمد فناری رومی التوفی ۸۳۸ھ اپنی کتاب فصول البدائع میں رقم طراز ہیں:۔

انه لغة المتتابع واحدًا بعد واحد بغترة

[فصول البدائع، ج۲ص ۲۳۸ مکتبہ دار الکتب العلمیہ بیروت]

اسی طرح علامہ وھبۃ الزحیلی رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب اصول الفقہ الاسلامی میں قرطاس ہیں:۔

التواتر لغة هو التتابع، يقال تواتر القوم اذاجاء الواحد بعد الواحد بفترة بينهما، ومنه قوله تعالٰى: ثم ارسلنا رسلنا تترا.

اصول الفقہ الاسلامی، ج ا ص ۴۵۱ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ]

تواتر کی اصطلاحی تحقیق

تواتر کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ کسی فعل یا قول پر خود دیکھنے یا سننے والوں کی اتنی بڑی تعداد ہو جائے۔ جو اس واقعہ کی خبر دے رہے ہیں۔ ان سب کا غلط یا جھوٹ پر متفق ہونا عقل اس کو محال سمجھے یہ تواتر ہے۔

چنانچہ علامہ وھبۃ الزحیلی اپنی کتاب اصول الفقہ الاسلامی میں رقم طراز ہیں:۔

وفی اصطلاح کل خبر بلغت رواته فی الکثرة مبلغا احالت العادة تواطؤهم علی الکذب.

[اصول الفقہ الاسلامی، ج ا ص ۴۵۱ مکتبہ رشدیہ کوئٹہ پاکستان]

اسی طرح صاحب توضیح بھی اصطلاحی معنٰی کو بیان کیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب توضیح میں قرطاس ہیں:۔

ان یکون رواتهٗ کل عهد قوم مالایحصی عددهم ولایمکن تواطؤهم علی الکذب لکثرتهم وعدالتهم وتباین اماکنهم.

[توضیح وتلویح، ج ۲ ص ۲۶۳ میر محمد کتب خانہ کراچی]

چنانچہ علامہ شمس الدین محمد بن حمزہ بن محمد رومی رحمہ اللہ اس کا اصطلاحی معنٰی یوں بیان کرتے ہیں کہ جماعت کا ایسی خبر نقل کرنا جو بنفسہٖ وہ خبر سچائی کا علم دیتی ہو۔ کسی قرینہ وغیرہ کی ضرورت نہ ہوتی ہو۔ ایسی خبر کو متواتر کہتے ہیں۔

علامہ اپنی کتاب فصول البدائع فی اصول الشرائع میں قرطاس ہیں:۔

واصطلاحاً خبر جماعة یفید بنفسه العلم بصدقه کالامم الخالیة. [فصول البدائع، ج ۲ ص ۲۳۸ دار الکتب العلمیہ بیروت]

صاحب تعریفات تواتر کی تعریف یوں ذکر تے ہیں کہ تواتر وہ خبر ہے جو لوگوں کی لسان سے ثابت ہو۔ اور اُن لوگوں کا اِس کے کذب پر متفق ہونا محال ہو۔

چنانچہ ابوالحسن علی بن محمد بن علی الجرجانی الحنفی المتوفی ۸۱۶ھ اپنی کتاب التعریفات میں رقم طراز ہیں:۔

التواتر: هو الخبر الثابت علی آلسنة قوم لایتصور تواطؤهم علی الکذب. [التعریفات. ص ۷۸ دار الکتب العلمیہ بیروت]

ان تمام تفصیلات سے معلوم ہوا کہ جو خبر اس طرح تواتر کے ساتھ ثابت ہو اسے خبر متواتر کہیں گے۔ پھر وہ حادثہ یا واقعہ جتنا پرانا ہو اس وقت متواتر ہوگا۔ جب کہ اِس کو نقل کرنے والے ہر زمانے میں اتنی بڑی تعداد میں ہوں کہ اُن سب کا کسی غلطی پر جمع ہونا محال ہو۔ اور وہ خبر پے در پے نقل کرتے آرہے ہوں۔

جیسا کہ صاحب توضیح نے اس کو اپنی کتاب میں رقم طراز کیا ہے:۔

ان یکون رواته کل عهد قوم مالا یحصیٰ عددهم ولا یمکن تواطؤهم علی الکذب لکثرتهم وعدالتهم.

[توضیح، ج۲ص۲۶۳ میر محمد کتب خانہ کراچی]

تواتر کی شرائط

پھر تواتر کی شرائط میں سے یہ نہیں ہے کہ خبر دینے والے مسلمان ہوں یا متقی پرہیزگار ہوں یا سب مسلمان ہوں یا کافر، بہر حال اگر ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان سب کا جھوٹ پر یا کسی غلطی پر اتفاق کر لینا محال ہو۔ تو ان کی ذکر کردہ خبر کو ''خبر متواتر'' کہا جائے گا۔ اور ان کی اِس خبر سے جو کسی کے بارے میں ہو اس کا علم یقینی حاصل ہو جائے گا۔ ہاں یہ بات ضروری ہے کہ اگر وہ لوگ پرہیزگار اور متقی ہوں تو کچھ کم تعداد میں بھی علم یقینی حاصل ہو جائے گی۔ اور اگر فاسق وفاجر لوگ ہوں تو ان کی بہت بڑی تعداد سے علم یقینی حاصل ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ تواتر میں خبر دینے والوں کی تعداد متعین نہیں۔ یعنی کوئی خاص تعداد نہیں ہے۔ پس جتنے لوگوں کی خبر سے کسی چیز کا ثبوت ملے۔ یعنی اُس چیز کے بارے میں یقین اور علم قطعی ہو جائے، اتنے ہی لوگوں کی خبر کو خبر متواتر کہیں گے۔

چنانچہ علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ اپنی مشہور تصنیف تلویح میں رقم طراز ہیں:۔

انہ لایشترط فی التواتر عدد معین علی ماذھب الیہ واما ذکر العدالة وتباین الاماکن فتاکید لعدم تواطؤھم علی الکذب ولیس بشرط فی المتواتر حتی لواخبر جمع غیر محصور من کفار بلدة بموت ملکھم حصل لنا الیقین.

[تلویح، ج۲ص۴۶۳میر محمد کتب خانہ کراچی]

جب بہت سارے لوگوں کی خبر سے ہمیں اس واقعہ کا یقین ہو جائے تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ ان کی تعداد حد تواتر تک پہنچ گئی ہے یہ نہیں کہ کسی خاص تعداد کی وجہ سے اس کو خبر متواتر کہیں گے۔

خبر متواتر کی اقسام

خبر متواتر کی دو قسمیں ہیں:

نمبر(۱) متواتر لفظی نمبر(۲) متواتر معنوی

(۱) متواتر لفظی:

متواتر لفظی وہ خبر متواتر ہے۔ جس کے الفاظ تمام راویوں نے ایک جیسے ذکر کیے ہوں۔ یعنی جیسے اوّل میں یہ تھی ویسے ہی آخر میں بعینہٖ نقل کی گئی ہو۔ جیسے قرآن کریم ہے کہ اس کا ایک ایک حرف، زبر، زیر، پیش بلکہ اس کی ہر ہر چیز خبر متواتر سے ثابت ہے۔ اور اسی طرح جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک بھی متواتر لفظی سے ثابت ہے۔

"عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من کذب علی متعمدا فلیتبوّا مقعدہ من النار". [المسلم ج۱ص۷ ایچ ایم سعید کراچی]

ترجمہ: "جس نے میرے اوپر جان بوجھ کر جھوٹ بولا اس کا ٹھکانا آگ ہے"۔

اس حدیث مبارکہ کو نقل کرنے والے تقریبا ستر سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔اور ان سب نے اسی متن کے ساتھ روایت کیا ہے۔اور ان سے لے کر اب تک پے در پے روایت کرنے والوں کی تعداد ہر زمانے میں زیادہ سے زیادہ ہوتی چلی جارہی ہے۔جن کو اب شمار کرنا مشکل کام ہے۔

چنانچہ امام نووی شارح مسلم رقم طراز ہیں:۔

قال النووی فهو حديث عظيم فی نهاية من الصحة وقيل انه متواتر: وذكر ابو القاسم عبد الرحمن عدد من رواه فبلغ بهم سبعة وثمانين ثم قال وغيرهم وذكر بعض الحفاظ انه روى عن اثنين وستين صحابيا وفيهم العشرة المشهود لهم بالجنة.

[النووی علی صحیح مسلم، ج ا ص ۸ ا یچ ،ایم ،سعید کراچی]

(۲) متواتر معنی:

متواتر معنوی وہ خبر ہے۔جس میں روایت کرنے والوں کی تعداد اتنی ہو کہ وہ حد تواتر تک پہنچ گئی ہو، اور انھوں نے خبر یا واقعہ کو مختلف انداز والفاظ اور الگ الگ تفصیلات کے ساتھ بیان کیا ہو۔لیکن یہ سب راوی اس واقعہ یا خبر کے کسی ایک جز کو بیان کرنے میں متفق ہوں۔یعنی ان کی خبریں اگر چہ الفاظ اور تفصیلات میں ایک دوسرے سے مختلف ہوں لیکن کوئی ایک مضمون قدر مشترک ہو۔اور وہ مضمون ان تمام خبروں میں متفقہ طور پر پایا جارہا ہو۔تو اس مشترک مضمون کو، جو ان تمام لوگوں کی مختلف خبروں میں متفقہ طور پر پایا جارہا ہے تو یہ متفقہ طور پر مضمون یہ ''متواتر معنوی'' کہلائے گا۔یعنی اس واقعہ کی تمام تفصیلات اگر چہ متواتر نہیں،لیکن یہ مشترک مضمون ''متواتر'' ہے۔

مثلاً حاتم طائی کی سخاوت، حاتم طائی کے زمانے سے لے کر آج تک اس کی سخاوت کا تذکرہ اور تفصیلات اتنے لوگوں نے کیا ہے۔کہ ان کی تعداد حد تواتر تک پہنچ چکی ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اس نے بہت سارے اونٹ لوگوں میں تقسیم کیے اور کچھ لوگوں نے

بتایا کہ اس نے بکریوں کے اتنے ریوڑ فقراء میں تقسیم کئے ہیں۔ اور کچھ لوگوں نے اس کے علاوہ اور سامان اور تعداد کو بیان کیا۔ اور کچھ لوگوں نے دراھم دینے کے مختلف واقعات بیان کئے اور کچھ لوگوں نے اس کے کھانا کھلانے کے بہت سارے واقعات سنائے۔ یہ بے شمار خبریں ہیں۔ اور ہر ایک نے اپنے الفاظ میں بیان کی ہیں اب تفصیلات میں یہ خبریں مختلف ہیں۔ لیکن ان سب خبروں کا متفقہ طور پر ایک مضمون پایا جارہا ہے۔ اور وہ ہے ''حاتم طائی کی سخاوت'' پس یہ بات کہ حاتم طائی سخی آدمی تھا۔ یہ خبر متواتر معنوی ہے۔ لیکن اس کی سخاوت کی جو تفصیلات ہم نے سنی ہیں وہ تفصیلات اگرچہ متواتر نہیں ہیں۔

کیونکہ خبر کی تفصیل کو روایت کرنے والوں کی تعداد حد تواتر کو نہیں پہنچی۔ یعنی حد تواتر سے تعداد کم ہے۔ تو ان میں غلطی اور جھوٹ کا احتمال تھا۔ لیکن ان میں جو مضمون حاتم طائی کی سخاوت ان تمام راویوں کی تفصیلات میں متفقہ طور پر پایا جارہا ہے۔ لہذا وہ متواتر ہوا اور یقینی ہے کیونکہ ان سب راویوں کی تعداد حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔

متواتر معنوی کی بے شمار مثالیں ہیں ہم و اس بات سے اندازہ ہو جائے گا کہ بہت ساری خبروں کے سچے ہونے کا یقین کامل اور علم قطعی حاصل ہے۔ ان سب کی معلومات یا جو ان کے بارے میں علم حاصل ہوا ہے۔ وہ اسی ''متواتر معنوی'' کی وجہ سے ملا ہے۔

ٹیپو سلطان کو ہم میں سے کسی نے نہیں دیکھا۔ مگر تواتر معنوی سے اس کے بارے میں اتنی بات یقینی اور قطعی معلوم ہوتی ہے کہ اس نے انگریزوں کے خلاف ان کی یلغار کو روکنے کے لئے بڑے مجاہدانہ کارنامے سرانجام دیئے تھے۔ یہ یقین اتنا زیادہ ہے کہ شاید جان بوجھ کر جھوٹ بولنے والا اس کا انکار کرے۔ ورنہ اس کا انکار کرنا مشکل ہے۔

تو جو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ ان میں بھی اکثر احادیث متواتر معنوی ہیں:۔

متواتر لفظی بہت کم ہیں۔ اور متواتر معنوی زیادہ ہیں تو متواتر لفظی کی طرح متواتر معنوی بھی یقینی علم اور قطعیت کا فائدہ دیتی ہے۔ یعنی جو خبر تواتر معنوی سے ثابت ہو اس سے بھی

اس واقعہ کا ایسا ہی یقینی اور قطعی علم حاصل ہوتا ہے۔جیسے خود دیکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔
تواتر اور خبر متواتر کی وضاحت کے بعد معلوم ہوا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو بھی ارشاد یا کوئی عمل مبارک ہم تک تواتر کے ساتھ پہنچا ہوا ہو اس کو خبر متواتر کہیں گے۔نیز اس کو دوسرا نام بھی دیا جاتا ہے۔یعنی اس کو حدیث متواتر اور سنت متواتر بھی کہتے ہیں۔
معلوم ہوا کہ وہ تمام خبریں جو تواتر کے ذریعہ سے ثابت ہوں اور تمام اہل عقل اور اہل علم لوگوں کے نزدیک وہ یقینی اور قطعی ہوتی ہیں۔اسی طرح جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ متواترہ وہ بھی یقینی اور قطعی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان احادیث کے متعلق علم اور یقین قطعی ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔نقل کرنے میں راویوں سے غلطی اور بھول نہیں ہوئی ہے۔اور نہ ہی انھوں نے جھوٹ بولا ہے۔

سنت متواترہ کی تعریف

سنت متواترہ یہ ہے۔جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہو۔اور اس کے روایت کرنے والے اتنے زیادہ ہوں کہ ان سب کا اتفاق جھوٹ پر محال ہو۔اور ان کی تعداد ہر زمانے میں اتنی زیادہ ہو کہ ان سب کا اتفاق غلطی یا جھوٹ پر ناممکن ہو۔اس کا متواتر ہونا اس بات کی علامت ہے کہ یہ یقینی اور قطعی ہے۔
چنانچہ علامہ عبدالوھاب خلاف رحمہ اللہ اپنی کتاب علم اصول الفقہ میں رقم طراز ہیں:۔

السنة المتواترة:هي ماروواها عن رسول الله صلى الله عليه وسلم جمع يمتنع عادة ان يتواطها افراده على كذب لكثرتهم وامانتهم واختلاف وجهاتهم وبيئاتهم، ورواهاعن هذاالجمع مثله حتى وصلت الينا بسند كل طبقة من رواية جمع لايتفقون على كذب من مبدأالتلقى عن الرسول الى نهاية الوصول الينا. ومن هذاالقسم

السنن العملية في اداء الصلاة وفي الصوم والحج والأذان وغير ذلك من شعائر الدين التي تلقاها المسلمون عن الرسول بالمشاهدة او السماع . جموعاً عن جموع، من غير اختلاف في عصر عن عصر، اوقطر عن قطر، وقل ان يوجد في السنن القولية حديث متواتر.فالسنة المتواترة قطعية الورود عن الرسول صلى الله عليه وسلم لأن تواتر النقل يفيد الجزم والقطع بصحة الخبر.

[علم اصول الفقہ ،ص۳۰ دار الکتب العلمیہ بیروت]

الدکتور وھبۃ الزحیلی رحمہ اللہ نے سنہ متواترہ کی تعریف یوں کی ہے۔جس کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا ہو اور روایت کرنے والوں کا جھوٹ پر اتفاق محال ہو نیز رایوں کا تعلق تین زمانوں میں سے ایک زمانے کے ساتھ ہو۔

چنانچہ علامہ موصوف اپنی کتاب اصول الفقہ الاسلامی میں رقم طراز ہیں:۔

هي ماروا ها عن الرسول صلى الله عليه وسلم جمع يمتنع عادة تواطؤ هم على الكذب في العصور الثلاثة الاولى عصر الصحابة والتابعين، تابعي التابعين لأن النقل بعدئذ صار بطريق التدوين وامّا امتناع الكذب قبل ذلك فلكثر تهم وأمانتهم واختلاف وجهات نظرهم وبئيا تهم ويشترط ذلك في كل الطبقات ابتداء من المخبر عنه الى ان يصل الخير للمخبر اليه بنقل العدول. مثاله نقل القرآن.

وحكم المتواتر: أنه قطعي الثبوت عن الرسول صلى الله عليه وسلم باتفاق العلماء . ويفيدالعلم واليقين مطلقا.

[اصول الفقہ الاسلامی، ج ا ص:۴۵۲]

خبر متواتر کا فائدہ

تمام تفصیلات سے معلوم ہوا کہ جو علم خبر متواتر سے حاصل ہوتا ہے وہ یقینی اور قطعی ہے۔تو اس لئے تمام اہل علم واھل عقل کے نزدیک خبر متواتر سے حاصل ہونے والا علم قطعی اور یقینی ہے۔تو ایسی خبر سے جو واقعہ یا حادثہ ثابت ہوگا۔اس کے ثبوت کو بغیر کسی چوں چرا اس کے بالاتفاق تسلیم کیا جائے گا۔اور اس سے ایسا ہی یقینی اور قطعی علم حاصل ہوتا ہے۔جیسا کہ اس واقعہ کو خود دیکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔

چنانچہ علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ اپنی مشہور تصنیف تلویح میں رقم طراز ہیں:۔

المتواتر یوجب علم الیقین لان اتفاق الجمع الغیر المحصور علی شئ مخترع لاثبوت له فی نفس الامر. ان العقل یحکم حکماو قطعیا بانهم لم یتواطؤا علی الکذب.

[التلویح، ج ۲ ص ۳۶۳ میر محمد کتب خانہ کراچی]

اس بات کو مثال سے یوں سمجھئے۔مثلاً ہم نے پاکستان کا شہر کراچی اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔مگر پاکستان کے اس شہر کے مختلف تذکرے اور اس کے متفرق قسم کے حالات پیش آنے والے لوگوں سے اتنے سنے کہ اب عقل یہ نہیں کہہ سکتی کہ یہ پاکستان کا شہر ہی نہ ہو۔اور جتنے بھی ذرائع وابلاغ ہیں۔جو بھی حالات بتارہے ہیں۔کہ ان سب نے ایک منصوبہ اور سازش کر کے متفقہ طور پر یہ غلط واقع پیش کیا یا ان سب کو یہ غلط فہمی ہوگئی ہے کہ وہ افغانستان کے کسی شہر کا نام ہے۔اور اس کو پاکستان کا شہر سمجھ بیٹھے تو یہ جو ہم تک خبر پہنچی۔یہ خبر متواتر ہی تو ہے جس کی بناء پر ہم نے کراچی کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔لیکن بغیر دیکھے اس کو پاکستان کا بڑا شہر یقین کرنے پر مجبور ہیں حتی کہ اس یقین کو ہم اپنے ذہن وحافظہ سے مٹانے پر بھی قدرت نہیں رکھتے۔

خبر متواتر سے جو علم یقینی وقطعی حاصل ہوتا ہے۔ اصطلاح میں اس کو ''علم الضروری''

بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ صاحب تلویح اپنی کتاب جو اصول الفقہ میں مشہور و معروف ہے اس میں رقم طراز ہیں:۔

حصول العلم من المتواتر ضروری لایفتقر الی ترکیب الحجة حتی انه یجعل عن لایعلم ذلك.

[التلویح، ج ۲ ص ۳۶۳ میر محمد کتب خانہ کراچی]

اور دوسری بات یہ ہے کہ خبر متواتر کی اتنی قوت ہے جیسے اسلام نے بھی قبول اور تسلیم کیا ہے۔ خبر متواتر کو غلطی، جھوٹ اور بھول کے ہر شک وشبہ کو بالاتر سمجھا ہے اور اس کو اس طرح یقینی اور قطعی قرار دیا ہے۔ کہ جیسے آدمی خود دیکھتا اور سنتا ہے یعنی جیسے دیکھنے اور سننے سے یقین حاصل ہوتا ہے بعینہ خبر متواتر کا حال ہے چنانچہ قرآن کریم نے ہمیں اس بات کی طرف اشارہ دیا ہے یعنی جو بات تواتر سے حاصل ہونے والی ہے اور اس کا علم ہوا اس کو قرآن مجید نے (رؤیت) دیکھنے سے تعبیر کیا ہے۔

مکہ والوں کو خطاب ہے کہ:

﴿الم یرواکم اهلکنا من قبلهم من قرن مکنهم فی الارض﴾ [الانعام آیۃ:۶]

ترجمہ: ''کیا دیکھتے نہیں کہ کتنی ہلاک کر دی ہم نے، اُن سے پہلے امتیں جن کو جما دیا تھا۔ ہم نے ملک میں''۔ [ترجمہ شیخ الہندؒ]

اور اسی طرح دوسری جگہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے:۔

﴿الم تر کیف فعل ربك بعاد﴾

[الفجر آیۃ:۶]

ترجمہ: ''تو نے نہ دیکھا کیسا کیا تیرے رب نے قوم عاد کے ساتھ''۔

[ترجمہ شیخ الہندؒ]

﴿الم تر کیف فعل ربك باصحاب الفیل﴾

[الفیل: آیۃ ۱]

ترجمہ: ''کیا تو نے نہ دیکھا کیسا کیا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ''۔ [ترجمہ شیخ الہندؒ]

مندرجہ بالا آیات میں جو واقعات ہیں ان کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دیکھا نہیں اور نہ ان کا مشاہدہ فرمایا۔ کیونکہ یہ جتنے بھی واقعات ہیں وہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت سے پہلے کے ہیں جیسے اصحاب الفیل کا واقعہ آپ کی ولادت باسعادت کے تقریباً پچاس دن پہلے ہوا تھا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اتنا مشہور تھا کہ مکہ کا ہر آدمی اس واقعہ سے باخبر تھا۔ قوم عاد وثمود اور دیگر قوموں پر عذاب کے واقعات تو اس سے بھی پہلے کے ہیں۔ تو کسی نے ان واقعات وحادثات کا مشاہدہ نہیں کیا۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مکہ والوں کے حق میں ان واقعات کے مشاہدے کا یعنی رؤیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں یہ بات ضرور ہے ان واقعات کا علم وہ تواتر سے ثابت ہے یعنی ان کا علم خبر متواتر سے حاصل ہوا ہے۔

معلوم ہوا کہ قرآن مجید نے رؤیت (دیکھنے) سے تعبیر فرما کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جو علم خبر تواتر سے حاصل ہو۔ وہ بھی قطعی اور یقینی ہوتا ہے جیسے دیکھنے سے جو علم حاصل ہوتا ہے اور وہ قطعی اور یقینی ہوتا ہے۔

حجیت اجماع اور احادیث متواتر معنویہ

اجماع کے حجت ہونے پر ائمہ مجتہدین اور فقہاء واصولیین نے جناب نبی کریم ﷺ کی جن احادیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔ وہ متواتر معنوی ہیں۔ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے حجیت اجماع پر روایات منقول ہیں۔ ان میں سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اجماع کی حجیت پر کئی کئی حدیثیں منقول ہیں۔ پھر بعد میں ان احادیث کے روایت کرنے والوں کی تعداد بڑھی ہے اور دوسری بات ان احادیث کے الفاظ اور بعض مضامین برابر نہیں ہیں ان میں تفاوت ہے۔ مگر ان میں ایک مضمون موجود ہے جو سب

میں مشترک ہے۔ وہ ہمارے لئے حجت اور دلیل ہے۔ جیسا کہ آگے احادیث مبارکہ میں اس کی وضاحت ہوگی۔ ان تمام احادیث مبارکہ میں ایک مشترکہ مضمون اور متواتر چیز پائی جاتی ہے کہ تمام مسلمانوں کا متفقہ حکم فیصلہ عمل یا غلطی ولغزش اور خطاؔ سے محفوظ ہے۔

یہ بات بھی واضح ہے کہ حجیت اجماع پر احادیث مبارکہ کا مجموعہ تواتر سے نقل ہے اور وہ تواتر لفظی نہیں بلکہ معنوی۔ مگر معنوی ہونے سے فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ تواتر لفظی ہو یا معنوی دونوں ہی قطعیت کا فائدہ دیتی ہیں۔ تو اس طرح اجماع کا حجت ہونا احادیث متواترہ معنویہ سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ یعنی یہ بات یقینی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ امت محمدیہ کا متفقہ فیصلہ یا حکم ہر خطاؔ لغزش سے محفوظ ہے۔ اس کی تائید تصدیق جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔

اجماع کے حجت کے لئے پہلی حدیث مبارکہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک عام مجمع کو خطبہ دیتے ہوئے سنایا ہے کہ ”اس امت کی حالت قیامت تک درست اور سیدھی رہے گی“۔

قال: سمعت معاوية بن ابی سفيان يخطب قال: سمعت النبی صلی الله عليه وسلم يقول: ولن يزال امر هذه الأمة مستقيماً حتی تقوم الساعة او حتی يأتی امر الله.

[البخاری، ج ٢ص ١٠٨٧ قدیمی کتب خانہ کراچی]

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ حدیث مبارکہ کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ سیدھے راستے پر چلنے والا گروہ اس کے مخالفین کبھی بھی اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتے یہ ہمیشہ حق پر رہے گا۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔

چنانچہ علامہ فتح الباری میں رقم طراز ہیں:۔

لايزال من امتی امة قائمة بأمر الله، لايضرهم من خذلهم

حتی یأتیهم أمر الله وهم علی ذلک.

[فتح الباری، ج ۱۳ ص ۳۶۵ قدیمی کتب خانہ کراچی]

تو معلوم ہوا کہ پوری امت کا مجموعہ کبھی کسی غلط بات یا حکم پر متفق نہیں ہو سکتے۔

اجماع کے حجت کیلئے دوسری حدیث مبارکہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "میری امت میں ایک جماعت جو حق کی سربلندی کے لئے ہمیشہ کوشش کرتی رہے گی قیامت کے آنے تک"

جابر بن عبد الله یقول سمعت رسول اللهﷺ یقول لاتزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاهرین الی یوم القیامة. [المسلم ج ۲ ص ۱۴۳، ایچ ایم سعید کراچی]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور مزید تقریباً بارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی تھوڑے تھوڑے لفظی فرق سے یہ روایت نقل کی ہے۔ لیکن لفظی فرق سے معنیٰ نہیں تبدیل ہوئے۔ اس روایت کے قوی ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ "امام بخاری" اور "امام مسلم" نے ان کو اپنی مستند کتب حدیث میں ذکر کیا ہے۔
امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت حضرت مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یوں نقل کی ہے۔

عن المغیرة بن شعبة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لاتزال طائفة من امتی ظاهرین حتی یاتیهم امر الله وهم ظاهرون. [بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۷ قدیمی کتب خانہ کراچی]

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پر جو باب باندھا ہے، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولاتزال طائفة من امتی...... وهم اهل العلم اس میں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ اس سے مراد علم والے لوگ ہیں۔ تو معلوم

ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ اس حدیث میں جس جماعت کا ذکر ہے اس سے مراد اہل علم ہیں۔

بہرحال اس حدیث میں صراحت ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت ہر زمانہ میں حق پر قائم رہے گی۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس امت کا مجموعہ کبھی کسی گمراہی یا غلط کام پر متفق نہیں ہوسکتا، لہٰذا ان کا اجماعی فیصلہ یا حکم ہمارے لئے حجت ہوگا۔ تو حدیث بالا سے ثابت ہوا کا اجماعی فیصلہ دلیل شرعی ہے۔

چنانچہ علامہ نووی رحمہ اللہ جو شارح مسلم ہیں وہ اپنی شرح میں رقم طراز ہے۔

وفیه دلیل لکون الاجماع حجة وهو اصح

[النووی شرح مسلم ج:۲ص ۱۴۳، ایچ، ایم، سعید کراچی]

اجماع کے حجت کے لئے تیسری حدیث مبارکہ:

ترمذی شریف میں حدیث مبارکہ ہے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حاضرین مجلس کے سامنے خطبہ دیا۔ اور فرمایا کہ آج میں تمہارے سامنے اُسی طرح خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہوں۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے کھڑے ہوئے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وعظ وخطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ۔

''میں تم کو اپنے صحابہ رضوان اللہ عنہ اجمعین کی پیروی کی وصیت کرتا ہوں ، اور پھر ان لوگوں کی پیروں کی جو ان کے بعد ہوں گے یعنی تابعین کی پھر ان لوگوں کی پیروی کی۔ جو ان (یعنی تابعین) کے بعد ہوں گے یعنی تبع تابعین۔ پھر جھوٹ پھیل جائیگا۔ حتی کہ آدمی قسم کھائے گا۔ حال یہ ہے کہ اس سے کسی نے قسم کھانے کا مطالبہ نہ کیا ہوگا۔ اور گواہی دے گا حال یہ ہے کہ اس سے کسی نے گواہی طلب نہ کی ہوگی، پس تم میں سے جو شخص جنت کے درمیان رہنا چاہتا ہے وہ الجماعۃ (یعنی مخصوص جماعت) کو

لازم پکڑے ان کی اتباع کرے کیونکہ شیطان ایک کے ساتھ ہوتا ہے اور دو سے زیادہ سے دور رہتا ہے''۔

عن ابن عمر قال خطبنا عمر بالجابية فقال يا ايها الناس انی قمت فيكم كمقام رسول الله صلى الله عليه وسلم فينا فقال اوصيكم باصحابی ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يفشو الكذب حتى يحلف الرجل ولا يستحلف ويشهد الشاهد ولا يستشهد الا لا يخلون رجل بامرأة الا كان ثالثهما الشيطان عليكم بالجماعة واياكم فمن اراد بحبوحة الجنة فليلزم الجماعة، فإن الشيطان مع الواحد وهو من الاثنين ابعد. [الترمذی، ج۲ص۳۹، ایچ، ایم، سعید]

فائدہ: مذکورہ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زمانوں کو خیر قرون کا زمانہ قرار دیا ہے۔ لیکن اس کے بعد وہ خیریت باقی نہیں رہے گی۔ بلکہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبع تابعین کے بعد دنیا میں جھوٹ پھیل جانے کی خبر دی ہے۔ جھوٹ پھیل جانے کی خبر کے ساتھ یہ حکم اور تاکید بھی فرمائی ہیں: کہ تم الجماعۃ یعنی مخصوص جماعت کے ساتھ رہنا اور اس کی پیروی کرنا۔ اسی میں تمہاری کامیابی ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دینی اعتبار سے ایک مخصوص جماعۃ ہر زمانے میں پائی جائے گی یعنی امت میں جب دین کے لحاظ سے بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔ اس زمانے میں بھی ایک خاص جماعت ایسی موجود رہے گی جو حق پر ہوگی۔ اور اس کا اتباع لازم و واجب ہوگا۔ تو اس سے بھی یہ نتیجہ نکلا کہ امت محمدیہ کا پورا مجموعہ کبھی بھی گمراہی پر متفق نہیں ہوگا۔ باقی رہی الجماعۃ سے کیا مراد ہے؟ مسلمانوں کی کیسی جماعت ہے؟ اس کی وضاحت ان شاء اللہ آجائے گی۔

اس کی صحت اور صحیح ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ امام حاکم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ اور مسلم رحمہ اللہ کے شرائط کے مطابق ہے۔

الجماعۃ کے ساتھ رہنے اور اس کی اتباع کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم دیا ہے اس کو ایک تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں نقل فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ تقریباً چار صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے بھی روایت کیا ہے۔ نیز امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح غریب من ھذہ الوجہ کہا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے جو اس کو غریب من ھذہ الوجہ اس وجہ سے کہا ہے کہ اس حدیث کے تقریباً سات سندیں ہیں۔ ان میں سے ایک سند ضعیف ہے۔ اس وجہ سے یوں فرمایا۔ ورنہ باقی تو حسن صحیح ہیں۔ اور حافظ ذھبی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح علی شرط الشیخین قرار دیا ہے۔

اجماع کے حجت کے لئے چوتھی حدیث مبارکہ:

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں مسجد خیف میں حجۃ الوداع کا خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث لایغل علیھن قلب مسلم اخلاص العمل للّٰہِ والنصیحۃ للمسلمین ولزوم جماعتھم فان دعوتھم تحیط من ورائھم. [المشکوۃ، ج ا ص ۳۵، ایچ، ایم، سعید کراچی]

ترجمہ: ''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا'' تین خصلتیں ایسی ہیں کہ اُن کی موجودگی میں کسی مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا، نمبر (۱) عمل میں اللہ کے لئے اخلاص۔ نمبر (۲) مسلمانوں کے لئے خیر خواہی۔ نمبر (۳) اور جماعت مسلمین کا اتباع ، کیونکہ ان کی دعاء پیچھے سے ان کا احاطہ کئے ہوئے ہے''۔

امام الکبیر شرف الدین حسین بن محمد بن عبداللہ الطیبی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ غل کا معنی ہے خیانت، مؤمن کا دل خیانت سے خالی ہوتا ہے۔ اور وہ

تین چیزوں میں خیانت بھی نہیں کرتا۔ اس لئے مؤمن آدمی کوئی ایسا کام نہیں کرتا جس کی وجہ سے وہ حق سے منحرف ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حق والے ہمیشہ اور ہر وقت موجود رہیں گے۔

چنانچہ علامہ الطیبی رحمہ اللہ اپنی مشہور تصنیف شرح الطیبی میں قرطاس ہیں:۔

الغل من الاغلال، الخانية. المعنى المؤمن لايغل ولايخون في هذه الاشياء الثلاثة، أو لايدخله ضغن يزيله عن الحق حين يفعل شيئًا من ذلك.

[شرح الطیبی، ج۱ص ۳۸۴، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی]

علامہ محمد بن عبداللہ الطیبی رحمہ اللہ دوسری جگہ تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علم شرائع کو لے کر اس کو ویسے ہی آگے نقل کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لئے۔ کوئی اس میں دنیاوی غرض نہ ہو اور وہ تمام نقائص سے خالی ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ سنن کو پہنچانا مسلمانوں تک یہ مسلمانوں کے لئے خیر خواہی ہے۔ اور اسی طرح کا عمل انبیاء کرام کا وظیفہ تھا۔ جو اس کے ادا کرنے کے حق سے اعراض کرے گا۔ وہ حق سے دور ہو جائے گا۔ تو جیسے انبیاء کرام کی شان کے لائق یہ چیز نہیں کہ وہ ایک طرف حائل ہو جائیں اور خیر خواہی کو چھوڑ دیں اور اچھائی کا معاملہ نہ کرے۔ تو اسی طرح ناقل سنن کو بھی اس کے دوست اور دشمن روکیں گے۔ لیکن یہ ان کی وجہ سے خیانت نہیں کریگا۔ بلکہ ٹھیک اور حق طریقے پر چلے گا۔ اور ان کو مسلمانوں کی خیر خواہی سمجھتے ہوئے نقل کرے گا۔

چنانچہ علامہ موصوف اپنی مشہور کتاب شرح الطیبی میں قرطاس ہیں:۔

أن تعلم الشرائع ونقلها ينبغي ان يكون خالصًا لوجه الله، ميرأعن شوائب المطامع والأغراض الدنيوية، وماكان كذلك لايتأثر عن الحقد والحسد وثانيها ان اداء السنن الى المسلمين نصيحة لهم وهي من وظائف الأنبياء فمن تعرض لذلك وقام به كان خليفة لمن يبلغ عنه وكما

لایلیق بالأنبیاء ان یهملوا ولا ینصحوا الایحسن من حامل الأخبار وناقل السنن ان لمیخها صدیقه ویمنع عدوه.

[الطیبی، ج ا ص ۲۸۴ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی]

اس حدیث کو تقریباً دس صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین نے روایت کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے اعتقاد اور عمل میں جماعت مسلمین کا اتباع کرے گا خیانت اور گمراہی سے محفوظ رہے گا۔ حدیث بالا کی طرح اس حدیث کا حاصل بھی یہی ہے کہ جماعۃ المسلمین کا متفقہ عقیدہ یا عمل یا فیصلہ کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔ بلکہ ان کا فیصلہ جو ہوگا وہ حق اور سچ ہوگا، لہذا اس کی پابندی لازمی ہے۔

اجماع کے حجت کے لئے پانچویں حدیث مبارکہ:

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک اجماع کے حجت ہونے پر سب سے زیادہ صریح ہے۔

عن ابن عمر رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله لایجمع امتی او قال امة محمدیهﷺ علی ضلالة وید الله علی الجماعة، ومن شذ شذ فی النار.

[المشکوۃ، ج ا ص، ایچ، ایم، سعید کراچی]

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا، اللہ میری امت کو کسی گمراہی پر متفق نہیں کرے گا۔ اور اللہ کا ہاتھ جماعت المسلمین پر ہے اور جو الگ راستہ اختیار کرے گا، وہ جہنم کی طرف جائے گا“۔

جناب نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد مبارک تقریباً آٹھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منقول ہے اور ان کے نقل کرتے ہیں تھوڑا تھوڑا لفظی فرق بھی موجود ہے یعنی کسی نے پوری تفصیل کے ساتھ روایت کو ذکر کیا ہے اور کسی نے اختصار کے ساتھ۔ مگر اتنا مضمون

ان سب صحابہ کرام رضی اللہ علیہم اجمعین نے نقل فرمایا ہے کہ ''امت محمدیہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کبھی بھی گمراہی پر متفق نہیں کرے گا۔

علامہ امام الکبیر شرف الدین حسین بن محمد بن عبداللہ الطیبی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کا احسان اور فضل وکرم ہے اس امت پر اپنی حفاظت اور مدد کے ساتھ یعنی اللہ نے خود اس کی حفاظت اور مدد کی ہے۔ اور اس کو غلطی سے محفوظ رکھا ہے۔ اور ان پر یہ بھی احسان کیا ہے کہ ان کو آپس میں اتفاق نصیب کیا ہے۔ تاکہ جماعت کی موافقت ہو یعنی جماعت آپس میں متفق رہے اور جو جماعت سے علیحدہ راستہ اختیار کرے گا۔ یہاں پر علامہ نے جماعت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا جو جمہور اور سواد اعظم سے الگ ہو جائے وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ اور اصل اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ یہ حدیث اجماع امت کے حق ہونے پر واضح اور دلیل ہے اور اجماع سے مراد علماء مسلمین کا اجماع ہے۔

نیز اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہے احکام کو مستنبط کرنے میں۔ اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کا درس دینا ہے لوگوں کو نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اعتقادات صحیحہ کو بیان کرنا ہے اور عمدہ اخلاق کی تعلیم دینی ہے۔ یہ کام جو جماعت کرے گی اس پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہوگا۔ تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ جماعت کا وجود ہر زمانے میں ہوگا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت کا وعدہ خلاف نص ہوگا۔ دوسری بات یہ بھی یہ جماعت کبھی کسی گمراہی پر متفق نہیں ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سب سے ممتاز کیا ہے اور فرقہ ناجیہ سے تعبیر کیا ہے۔

چنانچہ علامہ طیبی رحمہ اللہ اپنی کتاب الکاشف عن حقائق السنن میں رقم طراز ہیں:۔

قوله لايجمع من الله تعالىٰ على هذه الأمة بالنصرة والحفظ، اومن عليهم بالتوفيق لموافقة الجماعة "ومن

شـذ" ای انفر دعن الجمهور والسوادالأعظم فقد شذ فیما الـذخلـه الـنـار، او شـذ فـی امـر الـنـار قوله ید الله معنی الاحسـان والانـعام بالتوفیق علی استنباط الاحکام، وعلی الاطلاع علی ماکان علیه رسول الله صلی الله علیه وسلم واصـحـابه من الاعتقاد المستقیم، والأخلاق الفاضلة فان "ضـلالة" لـفـظ مـطـلـق شـامـل لمعنی انواع الضلالة من الاجتـمـاع عـلـی امـام یـقـتـدون بـه. فـالمنا سب ان یعبر بـالـضـلالة عـن البـاطـل، الـذی یستد عیها باب التمسك بـالـكـتـاب والسنة عـلـی سبیل الاشتراك المسمیٰ بعموم الـمـجـاز. وفـی الحدیث دلیل علی ان اجماع الأمة حق، والاجماع هو اجماع علماء المسلمین.

[الکاشف عن حقائق السنن، ج ا ص ۳۳۸ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی]

فائدہ: امام فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی رحمہ اللہ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد اس کی وضاحت یوں فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ ﷺ کی صفات بیان کر کے اُن کو دوسروں کے لئے حجت اور گواہ بنایا ہے۔ تو اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس امت کی خطاء سے محفوظ ہونے کے مختلف الفاظ منقول ہیں۔ جن معتبر لوگوں نے روایت کیا ہے۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ان سب حضرات سے ایک مضمون جو منقول ہے وہ مشترک ہے۔ اس میں اتفاق ہے جیسے نبی علیہ السلام کا ارشاد مبارکہ ہے "میری امت کبھی بھی غلطی پر متفق نہیں ہوگی" "جس کو مسلمان اچھا جانیں گے وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعۃ پر ہے" "تم پر لازم ہے کہ تم سواد اعظم کو لازم پکڑو" "جس نے جماعۃ کی نافرمانی کی اور جماعت سے علیحدہ ہوا وہ جاہلیت کی موت

مراء اس کے علاوہ اور بہت سارے جناب نبی کریم ﷺ کے ارشادات مبارکہ ہیں جو تقریباً انہی مضامین کے ساتھ ملتے جلتے ہیں۔

ان تمام روایات سے اجماع کا حجت ہونا ثابت ہورہا ہے۔ اجماع کی مخالفت بالکل حرام ہے۔ تو علامہ موصوف نے لکھا ہے کہ استدلال دو طریقوں سے کیا گیا ہے۔

نمبر (۱) ان تمام احادیث مبارکہ سے علم ضروری حاصل ہورہا ہے۔ کیونکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان اخبار سے مقصود ہی اپنی امت کی غلطی پر متفق نہ ہونے کا خاصہ بیان کرنا تھا۔ اور اس امت کی تعظیم کو بیان کرنا مقصود تھا۔ اگر چہ یہ خبریں متواتر نہیں ہیں۔ لیکن جیسے ہم بہادری اور حاتم طائی کی سخاوت پر متیقن ہیں۔ اور ان کی خبروں سے علم ضروری حاصل ہوا ہے بعینہ یہی معاملہ مذکورہ بالا احادیث مبارکہ کا ہے۔ لہذا ان کا ہمارے لئے دلیل اور حجت ہونا واضح ہے۔

نمبر۲۔ اور دوسرا استدلال یہ ہے کہ علم استدلال کا حصول بھی موجود ہے وہ اس طرح یہ احادیث مبارکہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور بعد میں آنے والے لوگوں میں ہمیشہ مشہور اور واضح رہیں ہیں۔ اور ہر ایک نے بغیر کسی اختلاف کے ان سے اثبات اجماع پر استدلال کیا ہے۔ اور اس وقت کے علماء وفقہاء میں سے کسی نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی۔ اور عادۃً یہ بھی دیکھا گیا کہ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ باوجود اس کے مجمع بھی بہت زیادہ تھا۔ اور زمانے کا تغیر وتبدل بھی ہوتا رہا۔ مذاہب کا اختلاف بھی پایا جارہا تھا۔ ان تمام چیزوں کے ہوتے ہوئے شریعت کی اصل کو ثابت کیا گیا جو کہ اجماع ہے۔ جس کا حکم قرآن وسنت سے ثابت ہے اصل میں اجماع ماخوذ ہی قرآن وسنت سے ہے۔ وقت کے علماء وفقہاء مجتہدین، محدثین عظام میں سے کسی نے بھی اس کی نکیر نہیں فرمائی۔ اور نہ ہی کسی نے اس کے باطل اور غیر صحیح ہونے کا قول کیا ہے۔

تو اس تمام بحث سے معلوم ہوا کہ اجماع کی حجیت حدیث مبارکہ سے ثابت ہے، کیونکہ اس کی غلطی وخطا پر متفق نہ ہونے پر عصمت وارد ہے۔ اس لئے اجماع امت حجت اور دلیل شرعی ہے۔

چنانچہ فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی رحمہ اللہ اپنی تصنیف کشف الاسرار میں رقم طراز ہیں:۔

(او قال النبی علیه السلام لاتجتمع امتی علی الضلالة) هذا من الحجج المتعلقة بالسنة فی اثبات کون الاجماع حجة وهی ادل علی الغرض من نصوص الکتاب وان کانت دونها من جهة التواتر وتقریر هذاالدلیل ان الروایات تظاهرت عن الرسول صلی الله علیه وسلم بعصمة هذه الامة عن الخطا بالفاظ مختلفةً علی لسان الثقات من الصحابة کعمرو البنه وابن مسعود وابی سعید الخدری وانس بن مالك وابی هریرة وحذیفة الیمان وغیرهم رضی الله عنهم مع اتفاق المعنٰی کقوله علیه السلام لاتجتمع امتی علی الخطاء. مارآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن. ید الله علی الجماعة. لم یکن الله لیجمع امتی علی الضلالة وروی ولا علی خطاء. علیکم بالسواد الاعظم . ید الله علی الجماعة ولا یبالی بشذوذ من شذه من خرج من الجماعة قید شبر لقد خلع ربقة الاسلام عن عنقه. من خرج من الطاعة وخارق الجماعة مات میتة جاهلیة. لایزال طائفة من امتی علی الحق حتی. یخرج الرجال. لایزال طائفة من امتی علی الحق حتی یأتی امر الله .ثلث لایغل علیهن قلب المؤمن اخلاص العمل الله والنصح لائمة المسلمین ولزوم الجماعة فان دعوتهم تحیط من ورائهم. من سره بحبوحة الجنة فلیلزم الجماعة فان الشیطان مع الواحد وهو من

الاثنين ابعده لن يزال طائفة من امتى على الحق لايضرهم من ناواهم اى عاداهم الى يوم القيامة وروى لايضرهم من خالفهم حتى يأتى امر الله ستفترق امتى كذا وكذافرقة مكها فى النار الافرقة واحدة قيل ومن تلك الفرقة قال هى الجماعة الى غير ها من الاحاديث التى لاتحصى كثرة ولم تزل كانت ظاهرة مشهورة بين الصحابة والتابعين الى زماننا هذالم يد فعها احد من اهل النقل من سلف الامة وخلفها من وافقنى الامة وفحالفيها ولم تزل الامة تحتج بها فى اصول الدين وفروعه.

ثم الاستدلال بهذالدليل من وجهين احدهما حصول العلم الضرورى فان كل من سمع هذه الاحاديث يجد من نفسه العلم الضرورى بان قصد رسول الله صلى الله عليه وسلم من جملة هذه الاخبار بعصمتها عن الخطاء كما علم بالضرورة شجاعة على وجود حاتم.

وثانيهماحصول العلم الاستدلالى وهو ان هذه الاخبار لم تزل ظاهرة مشهورة بين الصحابة والتابعين ومن بعد هم متمسكابها فى اثبات الاجماع من غير خلاف فيها ولا نكير الى زمان المخالف والعادة قاضية باحالة اتفاق مثل هذالخلق الكثير والجمع الغفير مع تكرر الازمان واختلاف مذاهبم وهممهم ودواعيهم مع كونها مجبولة على الخلاف على الاحتجاج بمالااصل له فى اثبات اصل من الشريعة وهو الاجماع المحكوم به على الكتاب والسنة من غير ان يفيه احد على فساده وابطاله واظهار النكير فيه.

[کشف الاسرار، ج ۳ ص ۲۵۸ الصدف پبلشرز کراچی]

اجماع کے حجت کے لئے چھٹی حدیث مبارکہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ م سے پوچھا کہ اگر ہمیں کوئی ایسا معاملہ پیش آئے جس کے متعلق کوئی صریح حکم یا ممانعت کتاب اللہ اور سنت رسول میں نہ ملے تو پھر میرے لئے آپ ﷺ کا کیا حکم ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا'' کہ اُس معاملہ کے بارے میں تم فقہاء اور عابدین سے مشورہ کرو۔ اور کسی شخص کی رائے کو نافذ نہ کرو''۔

عن علی، قال قلت یارسول الله ان نزل بنا أمر لیس فیه بیانٌ أمر ولا نهی فماتأ مرنا؟قال رسول الله صلی الله علیه وسلم شاوروافیه الفقهاء والعابدین ولا تمضوافیه رأی خاصة. [مجمع الزوائد، ج۱ص۲۴۱دارالکتب العلمیہ بیروت]

فائدہ: مذکورہ بالا حدیث اجماع امت پر صریح اور واضح ہے۔ اجماع کے ثبوت کے لئے یہ واضح ارشاد مبارک ہے۔ اس لئے اجماع حجت اور دلیل شرعی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی زمانہ کے فقہاء اور عابدین متفقہ طور پر جس چیز کا حکم دیں یا منع کریں، اس کی مخالفت جائز نہیں۔ کیونکہ ان کا متفقہ فیصلہ غلط نہیں ہو سکتا۔

اجماع کے حجت کے لئے ساتویں حدیث مبارکہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' جس شخص نے جماعت المسلمین سے علیحدگی اختیار کی اور اسی حالت میں مرگیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا''۔

قال سمعت ابن عباس عن النبی صلی الله علیه وسلم من فارق الجماعة شهرافماث الامات میتة جاهلیة.

[البخاری، ج۲ص۱۰۴۵، ایچ ،ایم ،سعید کراچی]

مذکورہ حدیث میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت سے علیحدگی پر شدید مذمت فرمائی۔ اور سخت قسم کی سزا سنائی کہ وہ مرا تو جاہلیت کی موت مرا۔

''جاہلیت'' قرآن وسنت کی روشنی میں اُس دور کو کہا گیا ہے کہ جب عرب میں کفر کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اور ابھی تک اسلام کا سورج طلوع نہیں ہوا تھا۔ اس حدیث سے اس بات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے پر یعنی اُن کے متفقہ فیصلہ، عقیدہ یا عمل کی مخالفت کو کتنا بڑا گناہ اور جرم قرار دیا ہے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت میں اتنی تاکید کی ہے کہ کتب احادیث میں تقریباً بیس حدیثیں اسی مضمون کی ملتی ہیں۔

پھر ان روایت میں ''الجماعۃ'' سے علیحدہ ہونے پر نہ صرف مذمت بیان کی بلکہ اس پر دنیا وآخرت کی مختلف انداز میں سخت قسم کی سزائیں بھی بیان فرمائی ہیں۔ مثلاً کسی حدیث میں ارشاد ہے کہ ''جس نے جماعت سے علیحدگی اختیار کی بالشت بھر اور پھر مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا''۔ اور کسی حدیث میں یوں ارشاد ہے کہ ''اس نے اسلام کا پھندا اپنی گردن سے نکال دیا''۔ اور کہیں ارشاد ہے کہ ''وہ آگ میں داخل ہوگا'' اور کسی جگہ یوں ارشاد فرمایا ''علیحدگی اختیار کرنے یعنی جماعت کی مخالفت کرنے والے کو قتل کردو'' وہ کوئی بھی آدمی ہو۔ اور ایک جگہ ارشاد مبارکہ ہے ''ترک سنت یہ ہے کہ الجماعت سے خارج یعنی علیحدہ ہو جائے۔ بلکہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''ترک سنت یہ ہے کہ ''الجماعۃ'' سے خارج ہو جائے۔

جامع ترمذی کی صحیح حدیث ہے۔ جس میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ کسی کلمہ پڑھنے والے مسلمان کا خون صرف تین صورتوں میں حلال ہوتا ہے۔ اور ان میں سے ایک صورت یہ ہے کہ وہ ''جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے والا ہو''۔

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لايحل دم امرأ مسلم شيهدان لااله الا الله وانى رسول الله الأباحادى ثلث الثيب الزانى والنفس من لفس والتارك لدينه المفارق للجماعة.

[الترمذی، ج۱ص۲۵۹، ایچ، ایم، سعید]

ان تمام تفصیلات سے معلوم ہوا کہ (الجماعۃ) مسلمانوں کی مخصوص جماعت کو اللہ تعالیٰ کی ایک خاص مدد اور تائید حاصل ہے جو ان کو ہر خطاء سے بچاتی ہے۔ تو ان کے متفقہ فیصلہ یا عمل کے خلاف جو بات ہوگی وہ غلط اور باطل ہوگی۔

اجماع کے حجت کے لئے آٹھویں حدیث مبارکہ:

سنن ابن ماجہ میں روایت ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ”میری امت کسی گمراہی پر متفق نہیں ہوگی، پس جب تم اختلاف کو دیکھو تو ”سواد اعظم“ کو لازم پکڑو یعنی اُس جماعت کی اتباع کرو“۔

انس بن مالك يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان امتى لاتجتمع على ضلالة فاذا رايتم اختلافاً فعليكم بالسواد الاعظم“.

[سنن ابن ماجہ، ص۲۹۱، ایچ، ایم، سعید کراچی]

مذکورہ حدیث مبارکہ میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو جملے ارشاد فرمائے ہیں۔ (۱) میری امت کسی گمراہی پر متفق نہیں ہوسکتی اس کی وضاحت ماقبل میں کی جاچکی ہے۔ (۲) اور دوسرا جملہ ”جب تم اختلاف کو دیکھو تو اس وقت سواد اعظم کو لازم پکڑو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امت کا سواد اعظم ہمیشہ حق پر رہے گا۔ کبھی بھی غلط بات پر متفق نہ ہوگا۔ ورنہ اس کی اتباع کا حکم نہ دیا جاتا۔ اور نہ اس کی عصمت بیان کی جاتی۔ بلکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت میں اس چیز کے بارے میں صراحت ہے کہ تم سواد اعظم کا اتباع کرو۔ کیونکہ جو شخص الگ راستہ اختیار کرے گا، وہ جہنم میں جائے گا۔

سواد اعظم اور ”الجماعۃ“ سے کون لوگ مراد ہیں

”السواد الاعظم“ عربی زبان میں بڑی جماعت یا عظیم ترین جماعت کو کہا جاتا ہے۔ اور یہاں اس سے مراد مسلمانوں کا وہ گروہ ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے طریقے پر ہو۔

چنانچہ بعض روایت میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ”سواد اعظم“ اور ”الجماعۃ“ سے کون مراد ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ جو اس طریقے پر ہوں جو میرا اور میرے صحابہ کا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سواد اعظم اور جماعۃ درحقیقت ایک ہی گروہ کے دو نام ہیں۔ اور یہ فرقہ ایسے لوگوں کا مجموعہ ہے جو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی سنت پر قائم ہوں۔ صرف انہی لوگوں کا راستہ ہدایت و کامیابی والا ہے۔ اس کے خلاف سب راستے گمراہی والے ہیں۔ اور آگ کی طرف لے جانے والے ہیں۔

یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ الجماعۃ اور السواد الاعظم کے اتباع کا حکم بہت زیادہ تاکید سے دیا گیا ہے۔ جن کی خصوصیت یہ ہے کہ ان پر اللہ کا ہاتھ ہے لہٰذا ان کی اتباع واجب اور لازمی ہے۔ اور ان کی مخالفت حرام اور موجب آگ ہے۔

اجماع کے حجت کے لئے نویں حدیث مبارکہ:

حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”بنی اسرائیل (یعنی اہل کتاب) بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے۔ اور میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی۔ یہ سب یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کون سا فرقہ ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ الجماعۃ ہے۔

عن معاوية بن سفيان انه قام فقال الدان رسول الله صلى الله عليه وسلم قام فينافقال الاان من قبلكم من اهل الكتاب افتر قواعلى ثنتين وسبعين ملة وان هذه الملة ستفتر ق على ثلث وسبيعن ثنتان وسبعون فى النار وواحد فى الجنة وهى الجماعة.

[سنن ابی داؤد، ج ۲ ص ۲۷۵، ایچ، ایم، سعید کراچی]

یہ حدیث تقریباً چھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے یہ ارشاد نقل کیا ہے، اور اس مضمون میں سب کا اتفاق ہے کہ ''میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے، جن میں سے ایک، فرقہ جنت میں جائے گا۔ اور باقی تمام فرقے آگ میں جائیں گے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ جنت میں جانے والا کون سا فرقہ ہے؟ تو اس کا جواب حدیث مبارکہ میں سے ہی مل جاتا ہے، ایک روایت میں ہے کہ ''وہ فرقہ ہے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں'' اور بعض جگہ روایت میں اس کو سواد اعظم کے لقب سے پکارا گیا ہے اور کسی جگہ اس فرقہ کو الجماعۃ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس ساری تشریح سے دو چیزیں سامنے آتی ہیں۔

نمبر۱۔ وہ کامیاب یا نجات پانے والا فرقہ ان لوگوں کا ہے'' جو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت کا اتباع کرنے والے ہوں گے۔

نمبر۲۔ اس گروہ یا فرقہ کا نام جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض احادیث مبارکہ میں سواد اعظم فرمایا ہے اور بعض جگہ الجماعۃ سے تعبیر فرمایا ہے۔

بہر حال ان تمام تفصیلات اور تشریحات سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ امت میں فتنہ وفساد اور بگاڑ پھیل جانے کے باوجود بھی مسلمانوں کا ایک گروہ حق پر قائم رہے گا۔ پوری امت کا مجموعہ کبھی بھی گمراہی پر متفق نہیں ہوگا۔ جس کا لازمی طور پر نتیجہ ہے کہ امت کا متفقہ عمل یا فیصلہ یا عقیدہ کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔ اس کا اتباع فرض اور مخالفت سخت حرام ہے یہی تو ''حجیت اجماع'' ہے۔

ان تمام ابحاث سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت کرنے والے تابعین کی تعداد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ اور تبع تابعین کی تعداد سے بھی زیادہ ہے۔ اور بعد میں آنے والے ہر زمانے میں راویوں کی تعداد اسی طرح بڑھتی چلی گئی ہے۔ لہٰذا ان احادیث کے ''متواتر'' ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ ان میں سے ہر حدیث الگ الگ اگر چہ متواتر نہیں مگر ان سب احادیث کا مضمون مشترک ہے جو اجماع کی حجیت کو ثابت کرتا ہے یہ متواتر ہے یعنی تواتر

کی ایک قسم متواتر معنوی ہے تو یہاں بھی تواتر کی باقی قسموں کی طرح علم قطعی یقینی کا فائدہ دیتا ہے۔لہذا تواتر سے اجماع کا حجت ہونا ثابت ہوگیا۔اور فقہ کے لئے تیسرا ماٴخذ ہونا قرآن وسنت کی روشنی میں اچھی طرح واضح ہوگیا۔

الفصل الرابع:

اجماع کی حجت پر آثار صحابہؓ

یہ سب وہ آیات اور احادیث مبارکہ ہیں، جن سے اجماع کے حجت ہونے پر فقہاء، محدثین اور مفسرین نے استدلال کیا ہے تو اس سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چند اقوال وآثار بھی ہیں جن کو ذکر کیا جاتا ہے۔

حجیت اجماع پر پہلا اثر:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد مبارک ہے کہ "جس چیز کو تمام مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھی ہے اور جس کو تمام مسلمان برا سمجھیں، وہ اللہ کے نزدیک بھی بری ہے"۔

وقال ماراہ المؤمنون حسنا فھو عند اللہ حسن وماراہ المسلمون قبیحافھو عند اللہ قبیح.

[المؤطا امام محمد، ص ۱۴۰، ایچ ایم سعید کراچی]

حجیت اجماع پر دوسرا اثر:

خلیفہ ثانی امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے مشہور قاضی "شریح" کو عدالتی فیصلوں کے لئے جو بنیادی باتیں اور اصول لکھ کر بھیجے ان میں تیسرا اصول یہ تھا کہ جس مسئلہ کا حکم قرآن وسنت میں صریح طور پر نہ ملے اس میں امت کے اجماعی فیصلہ پر عمل کریں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ سرکاری فرمان امام شعبی رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کو لکھ کر بھیجا کہ تم فیصلے قرآن حکیم کے

مطابق کرو، اور اگر تمہارے پاس کوئی ایسا مقدمہ آئے جس کا صریح حکم قرآن مجید میں نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کرو، اور اگر کوئی ایسا مقدمہ آئے جس کا حکم صریح طور پر نہ قرآن حکیم میں ہو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں۔ تو تم اس کے لئے وہ فیصلہ تلاش کرو۔ جس پر سب لوگ متفق ہو چکے ہوں۔ اور اگر کوئی ایسا مقدمہ آ جائے جس کے متعلق کسی کا فیصلہ موجود نہ ہو۔ نہ قرآن میں نہ سنت میں نہ اجماع میں تو اب دو صورتوں میں سے جس کو چاہو اختیار کر لو یعنی چاہو تو آگے بڑھ جاؤ یعنی اپنے اجتہاد سے فیصلہ کر دو۔ اور چاہو تو پیچھے ہٹ جاؤ یعنی اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرنے کے بجائے اہل علم سے پوچھ کر عمل کرو۔ اور میں تمہارے لئے ایسے موقعہ پر پیچھے ہٹ جانا ہی بہتر سمجھتا ہوں"۔

چنانچہ علامہ خطیب بغدادی" اپنی مشہور تصنیف "کتاب الفقیہ والمتفقہ میں رقم طراز ہیں:۔

كتب عمر الى شريح ان اقض بمافى كتاب الله فان اتاك امر ليس فى كتاب الله فاقض بما سن رسول الله صلى الله عليه وسلم فان اتاك امر ليس فى كتاب الله ولم يسنهٗ رسول الله صلى الله عليه وسلم فانظر له الذى اجتمع عليه الناس فان جاءك امر لم يتكلم فيه احد فاى الامرين شئت فتقدم وان شئت فتأخر ولا ارى التاخر الاخير لك .

[کتاب الفقیہ والمتفقہ، ص ۱۶۶ جزو دوخامس طبقہ المکتبۃ العلمیۃ]

حجیت اجماع پر تیسرا اثر:

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کا ارشاد مبارک ہے کہ: "اللہ سے ڈرو اور" الجماعت" کے ساتھ رہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو کبھی بھی کسی گمراہی پر متفق نہیں کرے گا"۔

علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب الفقیہ والمتفقہ میں زیب

قرطاس ہیں:۔

اتقوا اللہ وعلیکم الجماعة فان اللہ لم یکن لیجمع امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی ضلالة

[الفقیہ والمتفقہ ،ص ۱۶۷ جزو خامس مطبع المکتبۃ العلمیۃ]

الفصل الخامس:

اجماع اور آراء مفسرین علامہ قرطبیؒ کی رائے

علامہ قرطبی رحمہ اللہ ﴿وکذلک جعلنا کم امۃ وسطاً﴾ آیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔اجماع کے صحیح ہونے پر یہ دلیل ہے اور اجماع امت کی پیروی واجب ہے اس لئے کہ جب ان کو صفت عدل کے ساتھ متصف کیا ہے تو یہ لوگوں پر گواہ ہیں۔پس ہر زمانے کے لوگ بعد والوں پر گواہ ہوں گے، صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی بات یا قول حجت اور واہ ہوگی تابعین پر۔اور تابعین کا متفقہ فیصلہ بعد والوں پر حجت ہوگا۔معلوم ہوا کہ جب اس امت کو گواہی دینے والا بنایا گیا ہے۔تو ان کے قول کو قبول کرنا واجب ہے۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ پوری امت متفق ہو اور سارے لوگوں کا قول قبول کرنا ہے۔ بلکہ امت کا مجموعہ مراد ہے جس کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے۔

چنانچہ ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی المتوفی ۶۷۱ھ اپنی مشہور تصنیف تفسیر القرطبی میں رقم طراز ہیں:۔

وفیہ دلیل علی صحة الاجماع ووجوب الحکم بہ"لانھم اذا کانوا عدولا شھدوا علی الناس ، فکل عصر شھید علی من بعدہ، فقول الصحابة حجة وشاھد علی التابعین وقول التابعین علی من بعد ھم واذ جعلت الأمة شھداء فقد وجب قبول قولھم". [تفسیر القرطبی ،ج ۲ ص ۱۵۶ المکتبۃ الغزالی دمشق]

علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی رائے

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان مبارک ﴿ومن یشاقق الرسول﴾ کے تحت وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے حجیت اجماع پر ایک آیت سے استدلال کیا ہے۔ اتنی بات ذکر کرنے کے بعد وہ اس بات پر ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں، امام مزنی رحمہ اللہ کے حوالے سے۔

امام مزنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں ایک دن امام شافعی رحمہ اللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ بوڑھا آدمی آیا جس کا لباس اون کا تھا۔ اور ہاتھ میں عصا تھا۔ اس نے دیکھا ایک آدمی بارعب ستون کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا ہوا ہے۔ یہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تھے۔ تو بوڑھے آدمی نے ان سے سوال کیا دین میں کون کونسی چیز حجت ہے۔ تو جواب میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کتاب اللہ پھر سوال کیا؟ تو جواب میں فرمایا رسول اللہ صلی علیہ وسلم کا طریقہ، پھر کہا اس کے علاوہ؟ تو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا امت کا اتفاق، بوڑھے نے اس پر سوال کیا یہ جو امت کا اتفاق ہے یہ کہاں سے ثابت ہے؟ کیا کتاب اللہ میں یہ چیز ہے؟ تو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے اس کا جواب دینے میں ایک گھڑی خاموش رہے۔ پس اس بوڑھے نے کہا میں آپ کو تین دن کی مہلت دیتا ہوں۔ اگر تو اس پر دلیل لے آئے تو صحیح ورنہ لوگوں سے علیحدگی اختیار کرو۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تین دن تک ٹھہرے۔ ایک دن ظہر اور عصر کے درمیان نکلے آپ کا رنگ مبارک متغیر تھا۔ دوبارہ وہ بوڑھا آیا اس نے سلام کیا اور بیٹھ گیا اور کہا میری بات کا جواب دیجئے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے تعوذ پڑھا پھر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مبارک تلاوت کیا ﴿ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الخ﴾ شیخ نے کہا عمدہ جواب دیا ہے۔ شیخ کھڑا ہوا اور چلا گیا۔

امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ حجیت اجماع پر کتاب اللہ میں کونسی آیت مبارکہ ہے تو آپ نے اس آیت کی طرف اشارہ کیا۔

واستدل الامام الشافعی رضی الله عنه علی حجیة الاجماع بهذه الایة. فعن المزنی انه قال: کنت عند الشافعی یوما فجاءه شیخ علیه لباس صوف وبیده عصافلما رآه ذامهابة استوی جالسًا وکان مستند الاسطوانة وسوی ثیابه فقال له: ماالحجة فی دین الله تعالیٰ؟ قال: کتابه، قال: وماذا؟ قال سنه نبیه ﷺ قَال وماذا؟ قال: اتفاق الأمة، قال: من این هذا لأخیر اهو فی کتاب الله تعالیٰ؟فتدیر ساعة ساکتا، فقال له الشیخ اجلتك ثلاثة ایام بلیالیهن فان جئت بأیة والا فاعتزل الناس فمکث ثلاثة ایام لایخرج وخرج فی الیوم الثالث بین الظهر والعصر وقد تغیر لونه فجاءه الشیخ وسلم علیه وجلس، وقال: حاجتی، فقال نعم أعوذ بالله تعالیٰ الخ بسم الله الرحمن الرحیم قال الله عزوجل ﴿ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الخ﴾ قال صدقت، وقام وذهب.

ونقل الامام عنه أنه سئل عن آیة من کتاب الله تعالیٰ تدل علی ان الاجماع حجة فقرأ ثلثمائة مرة حتی وجد هذه الایة. [روح المعانی، ج۸ص۱۴۶ مکتبہ رشیدیہ لاہور پاکستان]

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ کی رائے

قوله تعالیٰ وکذلك جعلنکم امة وسطا الخ الایة

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ آیۃ مذکورہ کے تحت فرماتے ہیں کہ جمہور علماء نے اس آیت سے حجیت اجماع پر استدلال کیا ہے، نیز کہا ہے کہ اس امت کا اجماع حجت ہے وجہ یہ بتلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کی خیریت اور عدل کی خبر دی ہے چنانچہ اگر یہ

امت یعنی مجموعہ امت ممنوع کا ارتکاب کریں تو پھر بہترین ہونے کی صفت سے اسے متصف کرنا بے معنیٰ ہے تو جب وہ ممنوعات کا ارتکاب نہیں کرتے اور اس پر متفق بھی نہیں ہوئے تو ان کا قول حجۃ ہوا اس کی پیروی کرنا واجب ہے۔

چنانچہ علامہ موصوف اپنی مشہور کتاب، تفسیر الکبیر میں رقم طراز ہیں:۔

احتج جمهور الأصحاب بهذه الآية على ان اجماع الأمة عن خيريتهم فلو آقاموا على شئ من المحظورات لما اتصفوا بالخيرية واذا ثبت انهم لايقدمون على شئ من المحظورات وجب ان يكون قولهم حجة.

[تفسیر الکبیر، ج ۲ ص ۵۸ دار احیاء بیروت]

نیز امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ ﴿كنتم خير امة اخرجت للناس الخ﴾ کے تحت یوں نقل کرتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے اس آیت سے اجماع پر دلیل پکڑی ہے اور فرمایا ہے اس امت کا اجماع حجۃ ہے اور دو طریقوں سے استدلال کیا ہے۔

نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں ایک گروہ تھا جو حق کی راہ بتلاتے تھے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم بہترین امت ہو۔ معلوم ہوا کہ مذکورہ آیت افضل ہے۔ کیونکہ اس آیت سے امت محمدیہ ﷺ کی افضلیت ثابت کی ہے۔ اور اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ لوگ قوم موسیٰ علیہ السلام کے لوگوں سے افضل ہیں۔ جو حق کی راہ بتلاتے تھے۔ جب افضل ہونا ثابت ہو گیا تو لازمی بات ہے کہ یہ امت پھر کسی گمراہی کا حکم نہیں دے گی۔

کیونکہ اگر کسی غلط کام کا حکم دیں تو پھر ان کا افضل ہونا کیسے ہوگا؟ ان لوگوں سے جو موسیٰ علیہ السلام کے قوم میں سیدھے راہ کی تلقین کرتے تھے۔ اور دوسری چیز باطل کا حق سے بہتر ہونا محال ہے۔ لہذا جب ثابت ہو گیا کہ یہ امت کسی غلط کام کا حکم نہیں کرتی تو اسی طرح جس کام پر ان کا اجماع ہو جائے وہ بھی غلط نہیں ہوگا تو اجماع امت حجت ہوا۔

نمبر ۲۔ یہاں ہر لفظ معروف اور منکر پر جو الف لام ہے یہ استغراق کا فائدہ دیتا ہے۔

مطلب یہ ہے، جس چیز کا حکم دیا جائے گا۔ وہ بھلائی والا حکم ہوگا۔ اور جس چیز سے روکا جائے گا۔ وہ منکر چیز ہوگی، جس وقت معاملہ یہ ہے تو پھر ان لوگوں کا اجماع حق ہے اور لازمی طور پر وہ حجت ہوگا۔

چنانچہ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ اپنی مشہور تصنیف الکبیر میں زیب قرطاس ہیں:۔

احتج أصحابنا بهذه الاية على ان اجماع الأمة حجة وتقريره من وجهين الاوّل قوله ومن قوم موسى آمة يهدون بالحق (الاعراف ۱۵۹) ثم قال فى هذه الاية كنتم خير امة فوجب بحكم هذه الاية ان تكون هذه الاية افضل من اولئك الذين يهتدون بالحق من قوم موسى واذا كان هؤلاء افضل منهم وجب ان تكون هذه الامة لاتحكم الابالحق اذلو جاز فى هذه الأمة ان تحكم بماليس بحق لامتنع كون هذه الأمة افضل من الأمة التى تهدى بالحق لأن المبطل يمتنع ان يكون خيرامن المحق فثبت ان هذه الأمة لاتحكم الا بالحق واذاكان كذلك كان اجماعهم حجة.

الوجه الثانى. وهو ان الألف و اللام فى لفظ المعروف ولفظ المنكر يفيدان الاستغراق وهذا يقتضى كونهم امرين بكل معروف وناهين عن كل منكر وحتى كانوا كذلك كان اجماعهم حقاوصد قالا محالة فكان حجة.

[تفسیر الکبیر، ج ۳ ص ۳۲۴ دار احیاء بیروت]

علامہ شوکانی رحمہ اللہ کی رائے

علامہ شوکانی رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان مبارک ﴿ومن يشاقق الرسول الخ﴾

کی تشریح میں اجماع کے بارے میں یہ رائے لکھی ہے کہ اہل علم حضرات نے آیت مذکورہ سے اجماع امت کے حجت ہونے پر استدلال کیا ہے۔ نیز ویتبع غیر سبیل المؤمنین کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہاں غیر مؤمنین کے راستے سے مراد دین اسلام سے نکلنا ہے۔ اور غیر کے راستے کو اپنانا ہے معلوم ہوا کہ ملت اسلامیہ کے مجتہدین کا نئے پیش آنے والے مسائل کا حل کرنا اور اس پر متفق ہونا یہ برحق اور مؤمنین کا راستہ ہے۔ لہذا اس کی مخالفت جائز نہیں بلکہ اس کی اتباع واجب ہے۔

چنانچہ علامہ شوکانی رحمہ اللہ اپنی تصنیف تفسیر فتح القدیر میں یہ عبارت لکھتے ہیں:۔

وقد استدل جماعة من اهل العلم بهذه الاية على حجية الاجماع لقوله ويتبع غير سبيل المؤمنين، ولاحجة في ذلك عندى لأن المراد بغير سبيل المؤمنين هذا هو الخروج من دين الاسلام الى غيره كمايفيده اللفظ الملة الاسلامية اجتهد في بعض مسائل دين الاسلام فأداه اجتهاد الى مخالفة من بعصره من المجتهدين فانه انمارام السلوك في سبيل المؤمنين وهو الدين القويم والملة الحنيفية ولم يتبع غير سبيلهم.

[فتح القدیر، ج۱ص۶۵۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت]

شیخ ابوحیان اندلسی کی رائے

علامہ اندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد مبارک ﴿ولا تفرقوا﴾ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے دین میں پھوٹ ڈالنے اور اس میں اختلاف کرنے سے جیسا کہ یہود اور نصاریٰ نے اپنے دین کے ساتھ معاملہ کیا تھا۔ نیز بعض کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سے مرا اجتماع کو توڑنے کی کوشش کرنا۔ اور آپس میں پھوٹ ڈالنے کے اسباب کو پیدا کرنا یہ تفرقہ بازی ہے۔

پھراس کے ساتھ ہی ایک اہم نکتے کی طرف اشارہ کیا کہ اس آیۃ کا تعلق دوگروہوں کے ساتھ ہے۔

نمبرا۔ پہلا گروہ جس نے اجماع اور قیاس کا انکار کیا ہے جیسے نظام معتزلی اور اہل تشیع ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین میں اختلاف کرنے سے روکا ہے۔ اجماع اور قیاس تو دین میں اختلاف ہے لہذا یہ دونوں ناجائز ہیں۔

نمبر۲۔ اور دوسرا گروہ جس نے ان دونوں چیزوں کو حق جانا اور وہ اہل السنۃ والجماعۃ کا گروہ ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصول دین یا اصول الاسلام میں تفرقہ سے منع فرمایا ہے نہ کہ فروع سے لہذا اجتہاد اور قیاس دونوں برحق ہیں اور حجت ہیں۔

چنانچہ علامہ ابوحیان اندلسی اپنی کتاب بحر المحیط میں زیب قرطاس ہیں:۔

قوله تعالىٰ ﴿ولاتفرقوا﴾ نهواعن التفرق في الدين والاختلاف فيه، كما اختلف اليهود والنصارى، وقيل عن المخاصمة والمعاداة التي كانوا عليها في الجاهلية وقيل، عن احداث مايوجب التفرق ويزول معه الاجتماع وقد تعلق بهذاالاية فريقان نفاة القياس والاجتهاد، كالنظام وأمثاله من الشيعة ومثبتوا القياس والاجتهاد ، قال الأولون غير جائز ان يكون ان التفرق والاختلاف دينا بلله تعالىٰ مع نهى الله تعالىٰ عنه وقال الأخرون التفرق المنهى عنه هو في اصول الدين والاسلام.

[البحر المحیط، ج۳ص۲۱دار الکتب العلمیۃ بیروت]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی رائے

علامہ عماد الدین ابی الفداء اسماعیل بن کثیر قولہ تعالیٰ ﴿ویتبع غیر سبیل المؤمنین﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے اپنا نظریہ پیش کرتے ہیں کہ ﴿یتبع غیر سبیل

المؤمنین﴾ اس کا تعلق ﴿ومن یشاقق الرسول﴾ کے ساتھ۔ یعنی یہ دونوں آپس میں لازم ملزوم ہیں، مطلب یہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے گا۔ تو وہ مؤمنین کے راستے کے علاوہ کی اتباع کرے گا۔ تو کبھی یہ مخالفت اس چیز میں ہوگی۔ جس میں شارع کی طرف سے نص وارد ہے اور کبھی مخالفت ان چیزوں کی ہوگی جس میں امت محمدیہ ﷺ کا اتفاق ہوگا۔ کیونکہ امت محمدیہ ﷺ کا کسی غلطی پر اتفاق نہیں ہوسکتا۔ ان کا غلط وخطاء سے محفوظ ہونا اس کی خبر دی گئی ہے۔

نیز اس بات کی تائید احادیث صحیحہ سے ہوتی ہے تو امت کے اجماع پر عمل کرنا۔ ان کے لئے باعث عزت ہے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنا ہے۔ اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے حجۃ اجماع پر اس آیۃ سے استدلال کیا ہے۔ اور غور وفکر کرنے کے بعد فرمایا۔ اس آیت کی رو سے اجماع امت کی مخالفت حرام ہے۔

چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی مشہور تصنیف تفسیر ابن کثیر میں رقم طراز ہیں:۔

قوله تعالیٰ یتبع غیر سبیل المؤمنین هذا ملازم للصفة الاولیٰ ولکن قد تکون المخالفة لنص الشارع وقد تکون لما اجتمعت علیه الأمة المحمدیة فیماعلم اتفاقهم علیه تحقیقافانه قد ضمنت لهم العصمة فی اجتماعهم من الخطاء تشریفاوتعظیما لنبیهم، وقد وردت احادیث صحیة کثیرة فی ذلك والذی عول علیه الشافعی رحمه الله فی الاحتجاج علی کون الاجماع حجة تحرم مخالفته هذه الایة الکریمة بعد التروی والفکر الطویل.

[تفسیر ابن کثیر، ج ۲ ص ۳۶۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت]

اسی طرح امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ بھی اپنی مشہور کتاب تفسیر الکبیر میں رقم طراز ہیں:۔

روی ان الشافعی رحمه الله سئل عن آیة فی کتاب الله تعالیٰ تدل علی ان الاجماع حجة فقرأ القرآن ثلثمائة مرة

حتی وجد هذه الایة وتقریر الاستدلال ان اتباع غیر سبیل المؤمنین حرام فوجب ان یکون اتباع سبیل المؤمنین واجبا۔

[تفسیر الکبیر، ج۴ص۲۱۹دار الکتب العلمیہ بیروت]

امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ کی رائے

امام ابوکبر احمد بن علی الرازی الجصاص رحمہ اللہ نے ﴿کنتم خیر امة اخرجت للناس الخ﴾ آیت مبارکہ کے تحت تشریح کی ہے کہ یہ آیت اجماع امت کے صحیح ہونے پر دال ہے اور اس کی چند وجوہات ہیں۔

نمبر ا۔ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو اوصاف جمیلہ کے ساتھ خطاب کیا ہے جب کہ غلطی یا خطاء والی امت کو مدح کے ساتھ تعبیر کرنا صحیح نہیں۔

نمبر ۲۔ یہ نیکی کا حکم دیتے ہیں، جس چیز کا حکم دیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کیونکہ وہ نیکی اللہ کا امر ہے۔

نمبر ۳۔ یہ برے کاموں سے روکتے ہیں اور منکر وہ چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ تو ان صفات سے معلوم ہوا کہ جس بات سے روکیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ منکر چیز ہے۔ اور جس بات کا کرنے کا حکم دیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ امت کا اجماع جو فیصلہ یا حکم کرے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اُس کا ماننا ضروری ہے کیونکہ جو حکم اجماع امت سے حاصل ہوا ہے گویا کہ وہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

چنانچہ امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ اپنی کتاب ''احکام القرآن للجصاص'' میں رقم طراز ہیں:۔

وفی هذه الایة دلالة علی صحة الاجماع الامة من وجوه احدها کنتم خیر امة ولا یستحقون من الله صفة مدح الاوهم قائمون بحق الله تعالیٰ غیر ضالین والثانی اخباره بانهم یأمرون بالمعروف فیما امروا به فهو امر الله تعالیٰ

والثالث انهم ينكرون المنكر والمنكر هو مانهى الله عنه ولايستحقون هذه الصفة الاوهم لله رضى مثبت بذلك ان ما انكرته الامة فهو منكروما امرت به فهو معروف وهو حكم الله تعالیٰ وفی ذلك مايمنع وقوع اجماعهم هو حكم الله تعالیٰ.

[احکام القرآن للجصاص، ج ۲ص ۲۵ سہیل اکیڈمی لاہور پاکستان]

علامہ زمخشری کی رائے

علامہ زمخشری رحمہ اللہ اپنی رائے اس آیۃ ﴿ویتبع غیر سبیل المؤمنین﴾ کے تحت ذکر کرتے ہیں کہ سبیل سے مراد وہ راستہ ہے۔ جس راستے پر وہ ہیں وہ دین قیم ہے۔ یعنی وہ کسی غلطی میں پڑنے والے نہیں ہیں۔ یہ بات دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے اس کی مخالفت جائز نہیں ہے جیسا کہ کتاب اللہ اور سنت رسول کی مخالفت جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سزا کے اعتبار سے دونوں کو ایک جیسا قرار دیا ہے، پس ان لوگوں کی اتباع کرنا واجب ہے۔

چنانچہ علامہ زمخشری الخوارزمی رحمہ اللہ اپنی مشہور تصنیف تفسیر الکشاف میں رقم طراز ہیں:۔

قوله تعالىٰ ويتبع غير سبيل المؤمنين. السبيل الذى هم عليه من الدين الحنيفى القيم، وهو دليل على ان الاجماع حجة لاتجوز مخالفتها كما لا تجوز مخالفة الكتاب والسنة لأن الله عزوجل جمع بين اتباع سبيل غير المؤمنين، وبين مشاقة الرسول فى الشرط وجعل جزاء ه الوعيد الشديد فكان اتباعهم واجبا.

[تفسیر الکشاف، ج ۱ص ۵۵۳ دار الکتب العلمیہ بیروت]

امام ابوبکر جابر الجزائری رحمہ اللہ کی رائے

علامہ الجزائری رحمہ اللہ قولہ تعالیٰ ﴿ومن یشاقق الرسول الخ﴾ میں وضاحت کرتے ہوئے نظریہ پیش کرتے ہیں کہ جب جانا جاچکا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اور ھدایت کو لے کر آئے ہیں اور دین حق کی اشاعت کی ہے۔ باوجود اس کے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق نہ جانے تو وہ مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہے۔ اور اس نے مسلمانوں کے راستے کے علاوہ دوسروں کی اتباع کی، لہذا وہ بدبخت اور خسارے والا ہے۔ علامہ مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اس کفر اور گمراہی کیوجہ سے وہ دنیا میں بھی رسواء ہے۔ اور آخرت میں تو آگ ہے ہی جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جلتا رہے گا۔

علامہ نے کہا ہے کہ اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوتیں ہیں۔

نمبر ا۔ جماعۃ کا جو اجماع ہوگا وہ کسی خیر کے کام پر ہوگا۔ کیونکہ ان کا ٹھیک ہونا اور غلطی سے محفوظ ہونا اس امت کے مجموعہ کا وصف بتایا گیا ہے۔ اور جس کام کا حکم کریں گے وہ نیکی والا حکم ہوگا۔

نمبر ۲۔ فرق ضالہ کی اتباع کرنا جن کی اسلام میں کوئی حیثیت نہیں جیسے روافض، معتزلہ وغیرہ اور اہل السنۃ والجماعۃ کی اطاعت سے نکلنا حرام ہے، یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ جماعۃ المسلمین سے خروج حرام ہے۔

چنانچہ امام ابوبکر جابر الجزائری رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب ایسر التفاسیر میں رقم طراز ہیں:۔

من بعد عرف انه رسول الله حقا جاء بالهدى ودين الحق ثم هو مع معادامة للرسول يخرج من جماعة المسلمين ويتبع غير سبيلهم هذالشقى الخاسر (نوله ماتولى) اى تزكه لكفره وضلاله خذلا ناله في الدنيا ثم نصله نار جهنم يحترق فيها وبئس المصير جهنم يصير اليها المرٔ ويخلد فيها.

(هداية الآية)نمبر ۱ . الاجتماعات السرية لاخير فيها الا اجتماعا كان لجمع صدقة أوا لأمر بمعروف أوإصلاح بين متنازعين من المسلمين مختلفين.

نمبر۲. حرمة الخروج عن اهل السنة والجماعة واتباع الفرق الضالة التى لاتمثل الإسلام الافى دوائر ضيقةً كالروافض ونحوهم. هذه الاية هى دليل حرمة الخروج على جماعة المسلمين ، روى ان الشافعي رحمه الله طلب دليلاعلى صحة الاجماع فقراالقرآن مرات حتى عشر على هذه الاية وقرر انها دليل الاجماع.

[الیسر التفاسیر، ج۱ص۵۴۱ مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ]

علامہ محمد بن محمد العمادی کی رائے

علامہ عمادی رحمہ اللہ ﴿ومن يشاقق الرسول الخ﴾ آیت مبارکہ کی وضاحت میں اپنے رائے لکھتے ہیں کہ یہ آیت حجیت اجماع پر دلالت کرتی ہے لہذا اجماع کی مخالفت کرنا حرام ہے۔

چنانچہ علامہ موصوف اپنی تفسیر ابی السعود میں زیب قرطاس ہیں:۔

وفيها دلالة على حجية الاجماع وحرمة مخالفته.

[تفسیر ابی السعود، ج۲ص۱۹۷ دارالکتب العلمیۃ بیروت]

الدکتور وهبة الزحیلی رحمہ اللہ کی رائے

علامہ الزحیلی رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ کے فرمان مبارک ﴿ومن يشاقق الرسول من بعد ماتبين الخ﴾ کی تفصیل میں یہ رائے ذکر کرتے ہیں کہ آیت مذکورہ اجماع امت کے حجت ہونے پر دال ہے یعنی فقہاء مجتہدین کا کسی شرعی امر پر کسی زمانے میں جناب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد متفق ہونا یہ اجماع ہے اور ہمارے لئے دلیل اور حجت ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے غیر سبیل المؤمنین کی اتباع کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کو ایک وعید میں داخل کیا ہے۔ یہ بات دلالت کرتی ہے اس پر کہ اجماع امت برحق ہے کیونکہ اگر یہ درست نہ ہوتا تو پھر غیر سبیل المؤمنین کی اتباع کرنے والے کو وعید کے ساتھ ملحق نہ کرتے۔ واضح ہوا کہ اجماع امت دلیل شرعی ہے۔

چنانچہ الدکتور وھبۃ الزحیلی رحمہ اللہ اپنی کتاب تفسیر المنیر میں رقم طراز ہیں:۔

قال العلماء فی قوله تعالیٰ: ﴿ومن يشاقق الرسول من بعد ماتبين له الهدى، ويتبع غير سبيل المؤمنين﴾ دليل على صحة القول بالاجماع ،الى اتفاق المجتهدين من أمة محمد صلى الله عليه وسلم بعد وفاته فى عصر من العصور على حكم شرعى ، لأنه تعالىٰ قرن اتباع غير سبيل المؤمنين الى مباينة الرسول فيما ذكر له من الوعيد فدل على صحة اجماع الامة، لالحاقه الوعيد بمن اتبع غير سبيل المؤمنين. [تفسیر المنیر ،ج۵ص ۲۸۱ مکتبہ الغفاریۃ کوئٹہ]

الفصل السادس:

اجماع محدثین کی نظر میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی نظر

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ "لاتزال طائفة من امتی ظاهرین على الحق" کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فتح الباری میں لکھتے ہیں حق والے ہمیشہ غالب رہیں گے۔ اور حق ان کے ہاتھوں میں ہمیشہ رہے گا۔ مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں

کہ امام نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے یہ حدیث مبارکہ اجماع کی حجیت پر دال ہے۔ پھر ہمیشہ جماعتیں طائفہ حق پر رہے گا۔ اور اس سے مراد ایک طائفۃ میں مختلف جماعتیں مؤمنین کی ہیں۔ یعنی جہاد کے لئے ایک الگ جماعت، محدثین، مفسرین، فقہاء کی علیحدہ جماعت، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے والا علیحدہ گروہ اور تصوف کی الگ جماعت اس کے بعد اجماع کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں یہ لازم نہیں ہے کہ ان سب کا ایک وقت میں اجتماع ہو جائے۔ بلکہ مراد ان سب کا مجموعہ ایک شہر میں مجتمع ہو جائے اور باقیوں کو اس اجماع کی خبر ہو جائے اسی چیز کا نام اجماع ہے اور یہ حجت اور دلیل شرعی ہے۔

چنانچہ امام حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب فتح الباری میں رقم طراز ہیں:۔

لان المراد بقوله" ظاهر ين على الحق" انهم غالبون له وأن الحق بين أيد يهم، قال النووى رحمه الله فيه ان الاجماع حجة، ثم قال يجوز ان تكون الطائفة جماعة متعددة من انواع المؤمنين، مابين شجاع وبصير بالحرب وفقيه ومحدث ومفسر وقائم بالأمر بالمعروف والنهى عن المنكر وزاهد وعابد، ولا يلزم ان يكونوا مجتمعين فى بلد واحد، بل يجوز اجتماعهم فى قطر واحد وافتراقهم فى اقطار الارض، ويجوز ان يجتمعوا فى البلدالواحد وان يكونوا فى بعض منه دون بعض.

[فتح الباری، ج۱۳ص۳۶۵ قدیمی کتب خانہ کراچی]

اجماع اور امام نووی رحمہ اللہ

امام ابوزکریا محی الدین یحیی بن شرف النووی رحمہ اللہ "**لاتزال بھی طائفة من امتی قائمة بامر الله لايضرهم وهم ظاهرون على الناس**" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث واضح معجزہ ہے کہ حق والے ہمیشہ اور قیامت تک رہیں گے یعنی یہ وصف جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر آج تک باقی

ہے اور قیامت تک قائم رہے گا۔ یعنی ایک طائفہ جو ہمیشہ دین قیم پر قائم رہے گا۔ اور اس طائفہ کے لوگ مختلف قسم کے ہوں گے، محدثین کا گروہ ہوگا اور کہیں فقہاء مجتہدین کا گروہ ہوگا۔ اور کہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والی جماعت ہوگی یہ چیز واضح اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا قول بھی حق اور ٹھیک ہوگا۔ اور جس بات پر ان سب کا اتفاق ہو وہ کبھی غلط اور خطاء والی نہیں ہوگی لہذا اجماع امت حجت اور دلیل ہے جو کہ اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے۔

چنانچہ علامہ نووی رحمہ اللہ اپنی تصنیف شرح النووی علی صحیح مسلم میں رقم طراز ہیں:۔

وفی هذا الحدیث معجزة ظاهرة فان هذا الوصف مازال بحمد الله تعالیٰ من زمن النبی صلی الله علیه وسلم الی الان ولایزول حتی یاتی امر الله المذکور فی الحدیث وفیه دلیل لکون الاجماع حجة وهو اصح مایتدل بدله من الحدیث. [النووی علی صحیح مسلم، ج۲ ص۱۴۳ ایچ ایم، سعید کراچی]

علامہ طیبی رحمہ اللہ کی رائے

امام الکبیر شرف الدین حسین بن محمد بن عبداللہ الطیبی رحمہ اللہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک ''ان الله لایجمع امتی او قال امة محمد علی ضلالة الخ'' کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس امت کو تمام امتوں پر امتیازی حیثیت حاصل ہے اس فضیلت اجماع کی وجہ سے۔ ایک گروہ کامیابی والا ہوگا فرق ضالہ میں سے، جس کا نام اہل السنۃ والجماعۃ ہے۔ نیز علامہ موصوف (ید اللہ) کی تفصیل میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور احسان ہے خصوصی طور پر مسائل کے مستنبط کرنے میں اس سے واضح ہوتا ہے اجماع پر حق ہے اور یہ حدیث علماء المسلمین کے اجماع پر واضح ہے۔

چنانچہ علامہ موصوف اپنی تصنیف الکاشف عن حقائق السنن میں رقم طراز ہیں:۔

وفی الحدیث دلیل علی ان اجماع الأمة حق، و الاجماع

هو اجماع علماء المسلمين. هذا اظهر في الدراية لأن التخصيص بدل على امتياز امته من سائر الأمم بهذه الفضيلة وان كون المنسوب إليه من اسمه محمد يقتضي هذه الفضيلة، فيلز مه منه امتياز الفرقة الناجية المسماة باهل السنة والجماعة من فرق الضالة.

[الکاشف عن حقائق السنن، ج ا ص ۳۳۸ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی]

مولانا مبارک پوری رحمہ اللہ کی نظر

علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ ’’ **ان اللہ لایجمع امتی اوقال امۃ محمد علی ضلالۃ** ‘‘ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مسلمین کے اجماع پر دلالت کرتی ہے، کہ ان کا کسی امر شرعی پر متفق ہونا حق ہے اور اجماع سے مراد علماء کا اجماع ہے۔

چنانچہ علامہ موصوف اپنی کتاب تحفۃ الاحوذی میں رقم طراز ہیں:۔

قال ابن الملك المراد أمة الاجابة اى لايجتمعون على ضلالة، فالحديث يدل على ان اجتماع المسلمين حق والمراد اجماع العلماء. [تحفۃ الاحوذی، ج ۲ ص ۳۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت]

صاحب عون المعبود کی رائے

علامہ ابوالطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی ’’ **ان اللہ اجارکم من ثلاث خلال ...... وان لاتجتمعوا علی ضلالۃ** ‘‘ کی تشریح کرتے ہوئے اپنی رائے پیش کرتے ہیں کہ اجماع امت محمدیہ کے خصائص میں سے ہے۔ اور اس امت کا اجماع حجت اور دلیل شرعی ہے مذکورہ حدیث اس پر دال ہے۔

چنانچہ علامہ موصوف اپنی کتاب عون المعبود میں رقم طراز ہیں:۔

والثالثة ان لاتجتمعوا علی ضلالة وفیه ان اجماع امته حجة وهو من خصائصهم. [عون المعبود، ج۱۱ص۳۲۷ مکتبہ دار الفکر]

اجماع اور ملا علی قاری رحمہ اللہ

ملا علی قاری رحمہ اللہ "**ان الله لایجمع امتی اوقال امة محمد علی ضلالة**" حدیث مبارکہ کی وضاحت کرتے ہوئے اجماع کے بارے میں یہ تذکرہ کرتے ہیں۔ حدیث مذکورہ اجماع امت پر حقیقتاً دال ہے۔امت محمدیہ ﷺ کی فضیلت ساری امتوں پر روایۃً اور درایۃً ثابت ہے۔یعنی اس امت کا اتفاق کبھی بھی کسی گمراہی پر نہیں ہوگا۔ امت محمدیہ ﷺ کا کسی غلط فیصلہ پر متفق ہونا۔اس چیز کی نفی کردی گئی ہے اور خبر دے دی گئی ہے کہ اجماع مسلمین برحق ہے اور اس کا متفقہ فیصلہ صحیح ہے جس کی اتباع واجب ہے۔

چنانچہ ملا علی بن سلطان القاری اپنی مشہور تصنیف مرقاۃ المفاتیح میں رقم طراز ہیں:۔

قال المظهر :فی الحدیث دلیل علی حقیة اجماع الامة ولعل هذا اظهر فی الدرایة منها لدلالته علی ان یکون المنسوب الیه من اسمه محمد یقتضی هذه الفضیلة التی امتازت بها امته عن سائر الأمم وقال ابن الملك المراد امة الاجابة ای لایجتمعون علی ضلالة:فالحدیث یدل علی ان اجتماع المسلمین حق المراد اجماع العلماء. ولاعبرة باجماع العوام لأنه لایکون عن علم.

[مرقاۃ المفاتیح، ج۱ص۳۸۲ دار الکتب العلمیہ بیروت]

علامہ انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ کی رائے

علامہ انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ "**قوله امر النبی صلی الله علیه وسلم بلزوم الجماعة وهم اهل العلم**" کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی رائے مشہور کتاب فیض الباری میں رقم طراز ہیں:۔

ان مصداق لزوم الجماعة هی اطاعة الامیر اولا والاجماع ثانیا. [فیض الباری، ج ا ص ۵۱۱ مطبعہ دار المامون]

علامہ کرمانی رحمہ کی رائے

علامہ کرمانی رحمہ اللہ حدیث مبارکہ "ان اللہ لایجمع امتی اوقال امة محمد علی ضلالة وید الله علی الجماعة" کے بارے میں وہ اپنی تصنیف شرح البخاری للکرمانی میں رقم طراز ہیں:۔

فیه حجیة الاجماع امتناع خلو العصر عن المجتهد
[شرح بخاری للکرمانی، ج ۲۵ ص ۵۷ المطبعۃ المصریۃ]

صاحب مکمل اکمال کی نظر

امام ابی عبداللہ محمد بن محمد بن یوسف الحسینی "قوله صلی الله علیه وسلم لاتزال طائفة من امتی ظاهرین" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اجماع کی حجیت پر سب سے زیادہ صحیح اور واضح دلیل ہے۔ یعنی اجماع کی حجیت ہونے پر اس سے دلیل پکڑنا اصح ہے۔
چنانچہ علامہ موصوف اپنی مشہور تصنیف مکمل اکمال الاکمال میں زیب قرطاس ہیں:۔

ای غالبین منصورین. اختلف فمن هذه الطائفة واین هم فقال المدینی هم العرب وقال احمد ان لم یکونوا اهل الحدیث فلا ادری من هم یعنی اهل السنة وقال البخاری هم العلماء ویحتمل ان تکون هذه الطائفة مؤلفة من انواع المؤمنین منهم شجعان ومنهم فقهاء ومنهم محدثون وغیر ذلك من انواع اهل الحرب ولا یلزم ان یکونوا مجتمعین فی قطر واحد بل یصح ان یکونوا مفتر قین وهو اصح مایحتج به علی کون الاجماع حجة.

[مکمل اکمال الاکمال، ج ۵ ص ۲۶۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان]

مولانا تقی عثمانی صاحب کی نظر

مولانا تقی عثمانی صاحب ''لاتزال طائفة من امتی ظاهرین الخ'' کے تحت وضاحت میں تکملہ فتح الملهم میں رقم طراز ہیں:۔

والحدیث دلیل ظاهر لحجیة الاجماع فانه یدل علی ان الامة لاتجتمع علی ضلالة.

[تکملہ فتح الملہم، ج ۳ ص ۴۶۸ مکتبہ دارالعلوم کراچی]



الباب الثانی

ارکان وشرائط اجماع اور اس کے متعلقات

الفصل الاوّل:

اجماع کس کا معتبر ہوگا؟

یہ بات تو اتفاقی ہے کہ اجماع صرف عاقل، بالغ، مسلمان کا معتبر ہے۔ کسی بچے، مجنون یا کافر کا کوئی اعتبار نہیں۔ یعنی ان کی موافقت اور مخالفت کہ اجماع منعقد ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے لے کر قیامت تک کے تمام مسلمان کسی مسئلہ پر متفق ہوں یہ اس لئے کہ اگر اس بات کو اجماع کے لئے شرط قرار دیا جائے تو پھر قیامت سے پہلے کسی بھی مسئلہ پر اجماع منعقد ہونا مشکل ہو جائے گا۔

لہذا اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں کہ اجماع کے لئے کسی ایک زمانے کے مسلمانوں کا متفق ہونا کافی ہے۔

چنانچہ امام فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی رحمہ اللہ اپنی مشہور تصنیف کشف الاسرار میں رقم طراز ہیں:۔

> اما الواضح فی النفی فالاطفال والمجانین والاجنة فانهم وان كانوا من الامة فقد نعلم انه ما اريد بالأمة فی قوله عليه السلام لا تجتمع امتی علی ضلالة وامثاله الامن يتصور منه الوفاق الخلاف فی المسئله بعد فهمها ولا مدخل فيه من لايفهمها وكذا كل من سيو جدالی يوم القيامة ولايمكن التمسك بقول الكل قبل يوم القيامة لعدم كمال المجمعين ولا فی يوم القيامة لانقطاع التكليف.

[کشف الاسرار، ج ۳ ص ۲۳۸ الصدف پبلشرز کراچی]

اسی طرح الدکتور وھبۃ الزحیلی رحمہ اللہ اپنی مشہور آفاق تصنیف اصول الفقہ الاسلامی میں زیب قرطاس ہیں:۔

ان اهل الاجماع هم العلماء لانهم هم الذين يدركون الحلال والحرام فى الأمور غير المنصوص عليها فى كتاب الله وسنة رسوله عليه اسلام.

[اصول الفقہ الاسلامی، ج ا ص ۴۹۸ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان]

چنانچہ امام الحرمین ابی المعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف الجوینی المتوفی ۴۸۷ھ اپنی مشہور کتاب البرھان میں رقم طراز ہیں:۔

واما المفتون المجتهدون، فلاشك فى اعتبار هم وأما الذين تبحروا فى الأصول وقواعد الشرح، واطراف من الفقه والذين تبحروا فى الفقه، وفقهت نفوسهم.

[البرھان، ج ۲ ص ۲۶۳ دارالکتب العلمیہ بیروت]

اجماع اور عوام

عام آدمی کا اجماع معتبر نہیں ہے۔ کیونکہ عامی آدمی کو مسائل کے استنباط کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی، پھر اس میں اس بات کا لحاظ نہیں ہے کہ وہ عالم ہو یا نہ ہو بلکہ جس کو احکام شرعیہ کا استنباط معروف طریقہ پر (یعنی جو اصولیین کے نزدیک معتبر ہے) آتا ہے اس کا اجماع معتبر ہے۔ جب کہ عام آدمی اور اس فن کو نہ جاننے والے کو احکام شرعیہ کا مأخذ مرجع تو درکنار اس کی سمجھ بوجھ ہی نہیں ہوتی۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے اجماع میں عوام کی دخل اندازی کے قائل ہیں انھوں نے شریعت اور احکام کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک وہ حصہ جس میں عوام اور خواص دونوں حاصل کرنے میں مشترک ہیں۔ جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کا وجوب، اس پر تمام کا اجماع ہے اس صورت میں عوام، خواص کے ساتھ متفق ہوگی اجماع میں۔

اور دوسرا حصہ جو خواص کے حاصل کرنے کے ساتھ مختص ہے جیسے نماز کے احکام کی تفصیل، بیع وشراء کے معاملات، تو خواص کا جس پر اجماع ہو جائے، عوام اس پر متفق ہوگی کہ جس پر اجماع ہوا ہے وہ برحق اور ٹھیک ہے۔ اہل اجماع کے خلاف کوئی بات بھی ہم دل میں نہیں رکھتے، بلکہ ہم اس کی موافقت کرتے ہیں، لہذا اس کو اجماع امت یقینی طور پر کہنا مستحسن اور اچھا ہے۔

چنانچہ امام فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی رحمہ اللہ اپنی کتاب کشف الاسرار میں رقم طراز ہیں:۔

ان الشريعة تنقسم الى مايشترك في دركه الخواص والعوام ولايحتاج فيه الى راى كالصلوات الخمس ووجوب الصوم والزكوٰة ونحوها وهو المراد من قوله ومثل امهات الشرايع اصولها وهذامجمع عليه من جهة الخواص والعوام ويشترط في انعقاد الاجماع عليه اتفاقهم جميعا حتى لو فرض خلاف بعض العوام فيه لاينعقد الاجماع الاانه غير واقع والى مايختص بدركه الخواص من اهل الراى والاجتهاد وهو مايحتاج فيه الى الرأى كتفصيل احكام الصلوة والنكاح والطلاق والبيع فما اجمع عليه الخواص ،خالعوام متفقون على ان الحق فيه مااجمع عليه اهل الحل والعقد لايضمرون فيه خلافاً فهو مجمع عليه من جهة الخواص والعوام ايضا الاانّ الشرط في انعقاد الاجماع في هذالقسم اتفاق اهل الراى والاجتهاد دون غيرهم حتى لوخالف بعض العوام فيما اجمعوا عليه الايعتبر بخلافه عند الجمهور لان العامى ليس باهل الطلب الصواب كذا ذكره الغزالي رحمه الله.

[کشف الاسرار، ج۳ص ۲۳۹ الصدف پبلشرز کراچی]

جمہور علماء نے کہا ہے کہ اجماع میں عام آدمی کے دخول کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور اجماع ان کے بغیر بھی منعقد ہو جائے گا۔ وجہ یہ بیان کی ہے کہ اجماع اہل علم کا ایک فن ہے، جس کو ہر آدمی کا سمجھنا اور جاننا مشکل ہے یہ تو اہل نظر اور اہل الرای کا کام ہے۔ جو شرعی لحاظ سے کامل ہوتے ہیں جب کہ عوام کو یہ ملکہ حاصل نہیں ہوتا۔ اور وہ اس کی حجت کو بھی نہیں سمجھ سکتے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اجماع اہل علم اور اہل فن کا معتبر ہے۔ اس فن کو جاننے والے جس پر متفق ہو جائیں وہ معتبر اور حجت ہے۔ اور ان کے اعداد وشمار کا کوئی اعتبار نہیں۔

چنانچہ الدکتور وھبۃ الزحیلی رحمہ اللہ اپنی کتاب اصول الفقہ الاسلامی میں رقم طراز ہیں:۔

العاصی: هو من لم تتواخر لديه ملكة الاستنباط سواء اكان غير عالم أصلا، ام عالما بفن غير معرفة طرفق استنباط الأحكام الشرعية. وقال جمهور العلماء لايعتبر دخول العوام فی الاجماع وينعقد بدونهم ودليلهم: ان الاجماع فی فنون العلم هو اجماع اهل كل فن العارفين به بدون من عداهم. [اصول الفقہ الاسلامی: ج۱ص۴۹۹ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان]

اسی طرح امام الحرمین ابی المعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف الجوینی اپنی کتاب البرھان فی اصول الفقہ میں زیب قرطاس ہیں:۔

فلاشك ان العوام، ومن شرا طرفا من العلم، لم يصر بسبب ماتحلى به، من المتصرفين فی الشريعة وليوامن اهل الاجماع، فلا يعتبر خلافهم، ولا يؤثر وفاقهم.

[البرھان فی اصول الفقہ: ج۱ص۲۶۴ دار الکتب العلمیہ بیروت]

درج ذیل مضمون کی تائید امام ابی بکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی کے قول سے بھی ہوتی ہے۔

علامہ موصوف اپنی کتاب اصول السرخسی میں رقم طراز ہیں:۔

اما کونه عالماً مجتهدًا فهو معتبر فی الحکم الذی یختص بمعرفتهٔ والحاجة الیه العلماء، ومن یکون متکلما غیر عالم بأصول الفقه والأدلة الشرعیة فی الأحکام لایعتد بقوله فی الاجماع، وکذلك من یکون محدثا لابصرله فی وجوه الرای وطرق المقاییس الشرعیه لایعتد بقول العامی فی الاجماع، لأن هذافیما ینبی علیه حکم الشرع بمنزلة العامي ولایعتد بقول العامی فی اجماع علماء العصر لأنه لاهدایة له فی الحکم المحتاج إلی معرفته.

اصول السرخی: ج ا ص ۳۱۲ مکتبۃ المعارف بالریاض]

اجماع اوراہل بدعت

اجماع کے منعقد ہونے کی اہلیت صرف فقہاء مجتہدین اور اہل نظر لوگ رکھتے ہیں تو اجتہاد کے لئے ضروری ہے کہ آدمی فسق اور بدعت سے محفوظ ہو۔ یعنی ان کا مرتکب نہ ہو۔ اور فسق سے آدمی پر تہمت کا خدشہ ہوتا ہے۔ جو کہ اجتہاد اور اجماع کے منافی ہے۔ اور اسی طرح اس سے عدل ہونا بھی ساقط ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ غلطی کا ارتکاب کرنے والا ہے جب کہ عصمت کی بشارت وارد ہے۔ اور صاحب بدعت وہ تو لوگوں کو بدعت کی دعوت دے گا جب کہ یہ فعل اس میں داخل نہیں ہے یعنی امت کے مجموعہ میں یہ تو فرداً چیز معرض وجود میں آئے گی جب کہ امت محمدیہ ﷺ کا مجموعہ اس چیز سے پاک اور محفوظ ہے۔ اس لئے اجماع کی اہلیت میں یہ لوگ داخل نہیں ہیں۔

چنانچہ علامہ صدر الشریعہ اپنی کتاب توضیح میں رقم طراز ہیں:۔

الاجماع وهی لکل مجتهد لیس فیه فسق ولا بدعة فان الفسق یورث التهمة ویسقط العدالة وصاحب البدعة

یدعو الناس الیها ولیس هو من الامة علی الاطلاق ان البدعة لاتخلو عن احد الامرین اماتعصب واما سفه لانه ان کان وافر العقل عالما بقبح مایعتقده ومع ذلک یعاندالحق ویکابر فهو المتعصب وان لم یکن وافر العقل کان سفیها اذالسفه خفة واضطراب یحمله علی فعل مخالف للعقل لقلة التامل. [التوضیح: ج ا ص ۵۲۷ میر محمد کتب خانہ کراچی]

امام فخر الاسلام بزدوی رحمہ اللہ بھی اس مضمون کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں صاحب بدعت اور اہل ھوای کی اتباع منع ہے کیونکہ ان میں اجماع کی اہلیت نہیں ہے اور نہ ہی اجماع منعقد کرنے کے اہل ہیں اور ان کی بے وقوفی اور تعصب کی وجہ سے صفت عدالت ساقط ہوجاتی ہے۔ اور یہ لوگ دین کے معاملہ میں متہم ہوجاتے ہیں۔ اس لئے ان کے اجماع کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ یعنی یہ چیزیں اجماع کی اہلیت سے مانع ہیں۔

علامہ موصوف اپنی تصنیف کشف الاسرار میں رقم طراز ہیں:۔

اتباع الھوی والبدعة مانع من اهلیة الاجماع بشرط ان یکون صاحبه داعیا الیه فانه اذاکان یدعو الناس الی معتقده سقطت عدالته لانه یتعصب لذلک حینئذ تعصبا باطلا حتی یوصف بالسفه فیصیر متهما فی امر الدین فلا یعتبر قوله فی الاجماع.

[کشف الاسرار: ج ۳ ص ۲۳۸ الصدف پبلشرز کراچی]

اجماع اور فساق وفجار

اجماع کے اہل ہونے کے لئے صفات قبیح سے پاک ہونا چاہئے جس میں یہ صفتیں نہیں پائی جاتیں، وہ اجماع کے منعقد کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ بہر حال اگر مجتہد فاسق ہے۔ تو وہ اہل اجماع میں سے ہے۔ اس لئے اگر اس نے اختلاف کیا تو اجماع

منعقد نہیں ہوگا۔ یعنی بغیر اس کے دوسرے لوگ اگر اجماع کا انعقاد کریں تو نہیں ہوگا۔ کیونکہ جو مجتہد فاسق ہوگا تو دوسرے کو لازم نہیں ہے کہ وہ غیر کی بھی تقلید کرے۔ بلکہ اتباع اس چیز کی ہے جو اس نے اجتہاد پیش کیا ہے۔ اور یہ امر تو مجموعہ امت میں سے ہے۔ وجہ یہ ہے کہ باقی بھی مجتہدین کی رائے اس کے موافق ہوگی اس لئے اہل اجماع میں اس کو شمار کیا ہے۔

چنانچہ الدکتور وھبۃ الزحیلی رحمہ اللہ اپنی کتاب اصول الفقہ الاسلامی میں رقم طراز ہیں:۔

امام المجتهد الفاسق فهو من اهل الاجماع ، ولا ينعقد الاجماع بدونه لأن الفاسق المجتهد لايلزمه ان يقلد غيره ،بل يتبع مايؤدي اليه اجتهاده وهو من الأمة.

[اصول الفقہ الاسلامی: ج ۱ ص ۵۰۴ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان]

امام ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہیل السرخسی رحمہ اللہ مذکورہ بات کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اگر تو اس کا واضح طور پر فسق ظاہر ہو جائے تو پھر اجماع کا اہل نہیں ہے لیکن اگر اس کا فسق اس وقت ظاہر نہیں ہوا تو پھر اس کے اجماع کا اعتبار ہے۔ اور اس کے بعد معلوم ہوا کہ فسق موجود ہے۔ تو اس کی شہادت تو رد ہو جائے گی۔ مگر اہل کرامت اور اہل شہادت میں سے خارج نہیں ہوگا۔

علامہ موصوف اپنی کتاب اصول السرخسی میں رقم طراز ہیں:۔

ولكنه فاسق في تعاطيه ، لايعتد بقوله في الاجماع ايضاً لأنه ليس بأهل لأذاء الشهادة، والاصح انه اذاكان معلنا لفسقه فكذلك الجواب: فامااذالم يكن مظهرا للفسق فانه يعتد بقوله في الاجماع وان علم فسقه حتى ترد شهادته،لأنه لايخرج، بهذامن الأهلية للشهادة اصلاً ولا من الأهلية لكرامة بسبب الدين.

[اصول السرخسی: ج ۱ ص ۳۱۲ مکتبہ دار المعرفۃ]

چنانچہ علامہ شمس الدین محمد بن حمزہ بن الفناری الرومی المتوفی ۹۳۴ھ اپنی تصنیف فصول البدائع فی اصول الشرائع میں اسی قسم کا مضمون لکھتے ہیں:۔

هی بأهلية الكرامة لأن حجيته كرامة لهذه الأمة وهی بصفة الاجتهاد والاستقامة فی الدين عملاً واعتقاداً فهو كل مجتهد ليس فيه فسق ولا بدعة فان الفاسق متهم حيث لم يتحرز عن الفعل الباطل فلا يتحرز عن القول الباطل وساقط عدالته فلا يصح قوله ملزماً.

[فصول البدائع: ج ۲ ص ۳۹۹ دار الکتب العلمیہ بیروت]

اجماع اور فرق باطلہ

وہ افراد جن کے عقائد وعبادات اپنی خواہشات کے مطابق ہیں، وہ افراد دو قسم پر ہیں۔

نمبر:۱۔ایسی صفات قبیحہ کا ارتکاب کرنے والے جوان کو کفر تک پہنچا دے یعنی ان کے اپنانے سے آدمی کفر میں داخل ہو جائے۔ان سب چیزوں کی وضاحت شریعت سے ہو جائے اور ان کا علم تواتر تک پہنچ جائے تو ان لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔اور ان کی شہادت اور عصمت کی گواہی دینے والے کا کوئی مرتبہ نہیں ان کی مخالفت اور موافقت کا اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ان کے بغیر بھی اجماع منعقد ہو جائے گا۔اگر چہ یہ گروہ اپنے ان کفریہ عقائد واخلاق کو نہ جانتے ہوں، جیسے فرقہ مشبہ یا جسمیہ ہے، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ اور جسم کے قائل ہیں۔ان کو انسانی جسم کے اعضاء سے تشبیہ دیتے ہیں، تو ان لوگوں کی اہلیت مفقود ہے۔ان کے ہونے یا نہ ہونے سے اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

نمبر:۲۔وہ افراد جو ایسی صفات قبیحہ کو اپنانے والے ہیں جو کفر تک تو نہیں پہنچانے والی لیکن ان کے مرتکب گمراہ ہیں جیسے معتزلہ جن کا عقیدہ یہ ہے کہ افعال کا خالق خود بندہ ہے اور خوارج یہ کہتے ہیں ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کو نہیں مانتے، اور اسی طرح روافض جو خلافت راشدہ کے درجات کو برا جانتے ہیں۔ان سب کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

چنانچہ امام فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی رحمہ اللہ اپنی اُصول کی کتاب کشف الاسرار میں رقم طراز ہیں:۔

وکذلك ان غلافیه حتی وجب اکفاره به لایعتبر خلافه ووفاقه ایضاً لعدم دخوله فی مسمی الامة المشهور لها بالعصمة. ان صلی الی القبلة واعتقد نفسه مسلما لان الأمة لیست عبارة عن المصلین الی القبلة بل عن المؤمنین وهو کافروان کان لایدری انه کافر وقوله مثل خلاف الروافض والخوارج فی الامامة ای خلاف الروافض فی امامة الشیخین وخلاف الخوارج فی امامة علی رضی الله عنه.

[کشف الاسرار: ج۳ص۲۳۸ الصدف پبلشرز کراچی]

الدکتور وھبۃ الزحیلی رحمہ اللہ اسی مضمون کو ضاحت کے ساتھ اپنی مشہور کتاب اصول الفقہ الاسلامی میں زیب قرطاس ہیں:۔

ان کان ببدعته منکر الماعلم بالتواتر والضرورة من الشریعة، فهذاکافر ببدعته، فلا یعتبر من الأمة المشهود لها بالعصمة ، ولایعتد بوفاقه أو خلافه وینعقد الاجماع بدونه حتی ویولم یعلم هو بکفر نفسه وهؤلاء کا لمجسمة الذین شبهوا معبودهم بانسان له جسم، او غلاة الشیعة الذین قد سوا علیا وجعلوه الها.

اما اذاکان المبتدع لایکفر ببدعته وانما یکون مضللا لقدریة (الذین یقولون ان الانسان یخلق افعال لفنسه) والخوارج (الذین خالفوافی امامة علی، والرافغة(الذین شایعوا علیاً وخالفوافی امامة ابی بکر وعمر.

[اصول الفقہ الاسلامی ج۱ص۵۰۳ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ]

فرق باطلہ کے اجماع کے متعلق علامہ فناری رومی کی مذکورہ عبارت سے بھی وضاحت ہوتی ہے۔ چنانچہ علامہ موصوف اپنی اصول کی کتاب فصول البدائع فی اصول الشرائع میں رقم طراز ہیں:۔

بدعة المبتدع ان تضمنت كفرا كالتجسيم فان قلنا بالتكفير فكالكافر والا فكسائر المبتدعين وهم كمن فسق فسقافاحشا وأصر من نحو الخوارج قتلوا وأحرقوا وسبوا ولم يمنعوا الفروج والأموال. فاتفاق غيرهم ليس حجة عليهم. [فصول البدائع: ج۲ص۳۰۰دار الکتب العلمیہ بیروت]

الفصل الثانی:

اجتہاد اور ائمہ لغت

صاحب المنجد نے اجتہاد کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ "پوری کوشش کرنا" "اپنی ساری طاقت صرف کرنا"۔

مفتی سید محمد عمیم الاحسان المجددی اجتہاد کا معنی "طاقت کو خرچ کرنا" بیان کرتے ہیں۔

علامہ شمس الدین محمد بن حمزہ بن محمد الرومی اجتہاد کی لغوی تحقیق بیان کرتے ہیں کہ جہد فتح کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے "مشقت اٹھانا" اور اگر جہد ضمہ کے ساتھ ہو تو پھر اس کا معنی ہے "طاقت"۔

هو لغة قيل تحمل الجهد بالفتح اى المشقة وقيل استفراغ الجهد بالضم اى الطاقة.

[فصول البدائع: ج۱ص۴۸۴ دار الکتب العلمیہ بیروت]

علامہ الزحیلی رحمہ اللہ اجتہاد کا معنی یوں بیان کرتے ہیں، کہ اجتہاد لغت میں "طاقت کو خرچ کرنے" اور "اپنی ہمت سے امور میں سے کسی امر کو حاصل کرنا" یہ اجتہاد ہے۔ اور اجتہاد مشقت اور تکلیف دہ کام ہے طاقت خرچ کرنے کا نام ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے

کہ فلاں نے چکی کا پاٹ اٹھانے میں اپنی طاقت کو استعمال کیا۔ اور یوں نہیں کہا جاتا کہ فلاں نے ذرّہ یا گٹھلی اٹھانے میں مشقت اٹھائی۔

الاجتهاد في اللغة: عبارة عن بذل المجهود واستفراغ الوسع في تحقيق امر من الأمور، ولا يستعمل الافيما فيه كلفة ومشقة، فيقال! اجتهد في حمل حجر الرحى ولايقال! اجتهد في حمل خردلة اور نواة.

[اصول الفقہ الاسلامی: ج ۲ ص ۱۰۳۵ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان]

چنانچہ امام فخر الاسلام اپنی مشہور کتاب کشف الاسرار میں رقم طراز ہیں:۔

الاجتهاد وهو في اللغة عبارة عن استفراغ الوسع في تحقيق امر من الأمور ولا يستمعل الافيما فيه كلفة ومشقة فيقال اجتهد في حمل الرحى ولايقال اجتهد في حمل خردلة اونواة. [کشف الاسرار: ج ۴ ص ۱۴ الصدف پبلشرز کراچی]

اجتہاد اور فقہاء

فقہاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے اجتہاد کی تعریفات مختلف کی ہیں۔ چنانچہ جو ائمہ مجتہدین نے اجتہاد کی تعریف کی ہے۔ وہ تقریباً ایک جیسی ہے۔ بہر حال ہر ایک نے اپنے ذوق کے مطابق اجتہاد کی تعریف پیش کی ہے۔

اجتہاد کی شرعی تعریف:

شرعی احکام کے حصول و معرفت کے لئے خالی الذھن ہو کر غور و فکر کی انتہائی طاقت کو خرچ کرنا، اس کو اجتہاد کہتے ہیں۔

چنانچہ مفتی سید عمیم الاحسان المجد دی البرکتی رحمہ اللہ کتاب قواعد الفقہ میں رقم طراز ہیں:۔

وفي الاصطلاح استفراغ الفقيه الوسع ليحصل له الظن بحكم شرعي [قواعد الفقہ: ص ۱۶۰ میر محمد کتب خانہ کراچی]

علامہ آمدی اجتہاد کی تعریف یوں کرتے ہیں:۔

استفراغ الوسع فی طلب الظن بشیء من الأحکام الشرعیة علی وجه یحسن من النفس العجز عن المزید فیه.

[اصول الفقہ: ج۲ص۱۰۳۷ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ]

اور علامہ ابن حاجب رحمہ اللہ نے اجتہاد کی تعریف کو یوں مزین کیا ہے کہ فقیہ کا حکم شرعی ظنی حاصل کرنے کے لئے اپنی طاقت کو خرچ کرنا، یہ اجتہاد ہے۔ علامہ المعروف ابن عابدین (شامی رحمہ اللہ) نے بھی اجتہاد کی یہی تعریف کی ہے۔

چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ردالمحتار میں رقم طراز ہیں:۔

وعرفاذلك من الفقیه فی تحصیل حکم شرعی.

[ردالمحتار: ج۵ص۳۶۵ ایچ، ایم، سعید کراچی]

امام فخر الاسلامی علی بن محمد بزدوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کشف الاسرار میں اجتہاد کی تعریف کرنے والوں کے اقوال ذکر کئے ہیں:۔

واصطلاح الاصولیین مخصوصاً ببذل المجهود فی طلب العلم باحکام الشرع. والا جتهاد تام ان یبذل الوسع فی الطلب بحیث یحس من نفسه بالعجز عن مزید طلب. وعبارة بعضهم:هو بذل الجهدفی استخراج الاحکام من شوا هدها الدالة علیها بالنظر المؤدی الیها.وقیل هوطلب الصواب بالا ماره الاالة علیه. وقیل هواستفراغ الفقیه الوسع لتحصیل ظن بحکم شرعی.

[کشف الاسرار: ج۴ص۱۴ الصدف پبلشرز کراچی]

اجتہاد کی مشروعیت

اصول شرعیہ میں اجتہاد کا ایک مرتبہ ہے اور شرعی احکام میں اس کی حیثیت ہے بلکہ

اصول الشرائع میں سے اجتہاد کو بھی ایک اصل مانا گیا ہے۔اور اس کے برحق اور ٹھیک ہونے پر بہت سارے شواہد ملتے ہیں۔ان شواہد سے اجتہاد کی تصریح بھی ملتی ہے اور اشارہ بھی۔

اجتہاد اور قرآن

قرآن مجید میں فرمان الٰہی ہے۔

انا انزلنا الیك الكتاب بالحق لتحكم بین الناس بما آراك الله.

[النساء: آیۃ ۱۰۵]

دوسری جگہ ارشاد مبارک ہے۔

ان فی ذلك لایت لقوم یتفكرون

[الزمر: آیۃ ۴۲]

فائدہ: آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو حکم تمہیں قرآن وسنت سے نہ ملے اس کو اپنے اجتہاد اور قرآن مجید کے اصول وقواعد کو سامنے رکھ کر حل کرو۔تو معلوم ہوا کہ اجتہاد کی مشروعیت کتاب اللہ سے ثابت ہے۔

چنانچہ علامہ وھبۃ الزحیلی رحمہ اللہ آیت مذکورہ کی تفسیر کرتے ہوئے تفسیر المنیر میں رقم طراز ہیں:۔

القانون الذی یحكم به:هو (بما آراك الله) معنا ہ علی قوانین الشرع اما بوحی ونص، ادینظر جار علی سنن الوحی، وهذا اصل فی القیاس، وهو یدل علی جواز الاجتهاد للنبی صلی الله علیه وسلم ، وعلی انه فی رای القرطبی اذارای شیئا اصاب لان الله تعالیٰ آراه ذلك، وقد ضمن الله تعالیٰ لانبیائه العصمة، فأما أحدنا اذا رای شیئاً فلا قطع فیما رآہ. [تفسیر المنیر: ج۵ ص۲۶۳ مکتبہ غفاریہ کوئٹہ]

اجتہاد اور سنت رسول ﷺ

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سارے ارشاد مبارک ہیں، جو اجتہاد کی حقانیت پر دال ہیں، اور ان سے فقہاء مجتہدین نے استدلال کیا ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب کوئی حاکم اجتہاد سے فیصلہ کرتا ہے اگر وہ درست ہو تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر وہ درست نہ نکلے تو پھر بھی اس کے لئے ایک اجر ہے۔

چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف صحیح البخاری میں رقم طراز ہیں:۔

عن عمر و بن العاص انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اذاحكم الحاكم فاجتهد فاصاب فله اجران، واذاحكم فاجتهد ثم اخطأ فله اجر.

[البخاری: ج ۲ ص ۱۰۹۲، ایچ، ایم سعید کراچی]

اور مذکورہ مضمون کی تائید علامہ وھبۃ الزحیلی کی درج ذیل عبارت سے بھی ہوتی ہے۔علامہ موصوف اپنی کتاب اصول الفقہ الاسلامی میں رقم طراز ہیں:۔

ومنها: حديث معاذ المتداول" حينما بعثه النبي صلى الله عليه وسلم قاضيا الى اليمن، فقال له بم تقضي؟قال بما في كتاب الله، قال:فان لم تجد في كتاب الله؟قال اقضي بما قضىٰ به رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال لم تجد فيما قضى به رسول الله؟ قال:اجتهد برأى، قال: الحمد لله الذى وفق رسول رسوله.

[اصول الفقہ: ج ۲ ص ۱۰۳۹ ارشیدیہ کوئٹہ پاکستان]

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین ہمارے لئے راہ ھدیت اور نمونہ زندگی ہیں۔ان کے

طریقے پر چل کر ہماری کامیابی ہے، تو صحابہ رکرام رضی اللہ عنہم جب کسی چیز کے حکم کو قرآن وسنت میں نہیں پاتے تھے۔ تو پھر اس مسئلہ کو اجتہاد کے ذریعے سے حل کرتے تھے۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب کسی واقعہ یا حادثہ کے بارے میں فیصلہ کرنے لگتے، لیکن اس کا حکم قرآن وسنت میں نہ پاتے پھر اپنا اجتہاد کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر با قاعدہ طور پر اجماع ہے کہ جب زمانے میں کوئی نیا مسئلہ پیش آجائے جس کے حلال وحرام ہونے میں کتاب اور سنت رسول خاموش ہو۔ یعنی کتاب اور سنت سے کوئی نص نہ ملتی، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجتہاد کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور اجتہاد سے درپیش مسئلے کو حل فرماتے۔

چنانچہ الدکتو روھبۃ الزحیلی اپنی کتاب اصول الفقہ الاسلامی میں رقم طراز ہیں:۔

وعليه اجمع الصحابة، فكانو اذاحدثت لهم حادثة شرعية من حلال أوحرام فزعوا الى الاجتهاد ان لم يجدو انصااوخيرافى الكتاب.اوفى السنة.

[اصول الفقہ: ج۲ص۱۰۳۰ ارشیدیہ کوئٹہ پاکستان]

مجتہد کون ہے؟

مجتہد سے مراد وہ آدمی ہے جس میں استنباط کا ملکہ پایا جائے۔

مجتہد کی تعریف:

مجتہد وہ ہے جس کو ایسا ملکہ حاصل ہو جائے جس کے ذریعے سے وہ ماُخذ سے مسائل کو مستنبط کرے یا احکام شرعیہ کا حکم معلوم کر لے۔ اور مجتہد کے متعلق جتنے بھی فنون ہیں ان میں اس کو مہارت اور سمجھ بوجھ ہو۔ اور کبھی کبھی مجتہد کو فقیہ بھی کہتے ہیں۔

مجتہد نام اس لئے رکھا جاتا ہے کہ وہ رای اور اجتہاد میں ماہر ہوتا ہے۔ اور اس کا شمار مجتہدین میں سے ہوتا ہے۔

فالمجتهد هو الذى حصلت له ملكة يقتدر بها على

استنباط الأحكام من مأخذها. ويعتبر من المجتهدين كل من له اختصاص فى فن من الفنون.

[اصول الفقہ الاسلامی: ج۱ص۴۹۵ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان]

چنانچہ مفتی سید عمیم الاحسان اپنی کتاب قواعد الفقہ میں رقم طراز ہیں:۔

المجتهد، من يحوى علم الكتاب وجوه معانيه وعلم السنة بطرقها ومتونها ووجوه معانيها ويكون مصيباً فى القياس عالماً بعرف الناس. [قواعد الفقہ: ص۴۶۵ میر محمد کتب خانہ کراچی]

مجتہد کے لئے شرائط

۱۔ وہ آیات جو احکام کے متعلق ہیں، اور ان آیات کے مواقع قرآن پاک میں کیا ہے۔اس چیز کی معرفت ضروری ہے۔علامہ ابن العربی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ کتاب العزیز میں تقریباً پانچ سو آیات ہیں۔

چنانچہ الدکتور وھبۃ الزحیلی مشہور تصنیف اصول الفقہ الاسلامی میں رقم طراز ہیں:۔

ويمكن تحليل هذه العبارات ونحوها باشتراط الشروط التالية لبلوغ درجة الاجتهاد.

الاوّل: ان يعرف الشخص معانى آيات الاحكام المذكورة فى القرآن الكريم لغة وشرعاً ولا يشترط حفظه لها عن ظهر قلب ولا حفظ سائر القرآن، وانما يكفى ان يكون عالما بمواضعها حتى يرجع اليها فى وقت الحاجة وقد حدد الرازى وابن العربى عدد هذه الايات بمقدار خمسمائة آية. أمّا معرفة معانى الايات لغة: فيتم بمعرفة معانى المفردات والمركبات وخواصها فى افادة المعنى، اما بحسب السليقة بان

ینشأ نشأة عربیه، او بتعلم اللغة العربیة من طریق علوم الصرف، النحو والمعانی والبیان وسائر فنون البلاغة. وامّا معرفتها شریعة فبان یعرف العلل والمعانی المؤثرة فی الاحکام واوجه دلالة اللفظ علی المعنیٰ من عبارة واشارة ودلالة واقتضاء او منطوق ومفهوم ومعرفة اقسام اللفظ من عام وخاص ومشترك ومجمل ومفسر وغیرها.

[اصول الفقہ الاسلامی: ج۲ص۱۰۴۵ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ]

مذکورہ بالا مضمون کی تائید علامہ فناری رومی رحمہ اللہ کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ علامہ موصوف اپنی کتاب میں رقم طراز ہیں:۔

ان یعرف آیات القرآن المتعلقه بمعرفة الأحکام لغة ای افرادا وترکیباً فیفتقر الی مایعلم فی الغة والصرف والنحو والمعانی والبیان سلیقة أو تعلما وشریعة ای مناطات الأحکام وأقسامه من ان هذا خاص اوعام أومجمل أو مبین اونا سخ او منسوخ او غیر هما وضابطة ان یتمکن من العلم بالقدر الواجب منها عند الرجوع.

[فصول البدائع: ج۲ص۴۷۵ دارالکتب العلمیہ بیروت]

(۲) احادیث مبارکہ کا علم

مجتہد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کو احادیث مبارکہ کی بھی معرفت ہو۔ یعنی ان کی اسناد اور متون سے واقفیت ہو۔ اور سند کی بھی پہچان ہو کہ اپنا دل مطمئن ہو اس بات پر کہ یہ صحیح ہے۔ اور بغیر کسی علل کے ہم تک پہنچی ہے یہ متواتر طریقہ سے نقل کی گئی ہے۔ اور رجال الحدیث نے اس کو درساً نقل کیا ہے۔ اور بھی بطور درس اس حدیث کو حاصل کیا ہے۔ مزید یہ کہ اس کے متن کی لغوی اور شرعی حیثیت بھی معلوم ہو جیسا کہ ماقبل مضمون

میں بیان کیا جا چکا ہے۔ نیز احادیث کے درمیان جو تعارض ہے، اس کی بھی معرفت ہو۔ اور جہاں پر قرآن وسنت کا تعارض آجائے تو تطبیق اور رفع تعارض کی صورتوں کو بھی جانتا ہو۔ اور جو عام طور پر شرعی اصول اور عقلی دلائل ہیں ان کا اور احادیث مبارکہ کے درمیان اختلاف اس کو مسلم طور پر رفع کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

البتہ حافظ الحدیث ہونے کی شرط نہیں ہے بلکہ اتنا ضروری ہے کہ کون سی حدیث پر جرح وتعدیل ہے ہاں اتنا ضروری ہے کہ استنباط مسائل والی احادیث یاد ہونی چاہیں تو علامہ ابن العربی رحمہ اللہ نے ان کی تعداد تین ہزار بیان کی ہے۔ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ علم اصول جن احادیث مبارکہ کے درمیان گھومتا ہے وہ تقریباً بارہ سو ہیں، بہر حال یہ تحدید اندازے کے مطابق اور رائے ہے۔ کیونکہ بہت سارے احکام دوسری کتب احادیث سے مستنبط ہیں، جو امہات ستہ کے علاوہ ہیں مثلاً سنن بیہقی، دارمی وغیرہ۔

چنانچہ علامہ شمس الدین محمد بن حمزہ بن محمد الفناری الرومی اپنی کتاب فصول البدائع فی اصول الشرائع میں رقم طراز ہیں:۔

معرفة السنة المتعلقة بها منهاراى لفظها لغة وشريعة كماذكرنا وسندها اى طريق وصولها الينا من تراز وغيره ويتضمن معرفة حال الرواة والجرح والتعديل والتصحيح والتسقيم وغيرها وطريقة فى زماننا الاكتفاء لتعديل الأئمة الموثوق بهم لتعزر حقيقة حال الرواة اليوم.

[فصول البدائع: ج ۱ ص ۴۷۵ دار الکتب العلمیہ بیروت]

درج ذیل مضمون کی وضاحت علامہ وھبۃ الزحیلی رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ علامہ موصوف اپنی کتاب اصول الفقہ الاسلامی میں زیب قرطاس ہیں:۔

بأن يعرف احاديث الأحكام لغة وشريعة، كماسبق بالنسبة للقرآن، ولايلزم حفظها ولا حفظ جميع

احاديث السنة وانما ان يكون متمكنا من الرجوع اليها عند الاستنباط بان يعرف مواقعها بواسطة فهرسها، وحدد ابن العربي مقدارها بثلاثة الاف، ونقل عن احمد بن حنبل ان الأصول التي يدور عليها العلم عن النبي صلى الله عليه وسلم ينفي ان يكون الفاومائتين، وهذا التحديد في راينا كمالا حظنا في امر القرآن غير دقيق، لأن احاديث الاحكام كثيرة وموزعه في كتب مختلفة كذلك يشترط معرفة سند الحديث، وهو طريق وصوله الينا من تواتر او شهرة او آحاد، وان يعرف حال الرواة، من جرح وتعديل، ليصرف صحيح السنة من ضعفها، ولايشترط حفظ حال الدجال عن ظهر قلب، بل المعتبر ان يتمكن بالبحث في كتب الجرح والتعديل.

[اصول الفقہ الاسلامی: ج۲ص۱۰۴۶ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان]

(۳) اجماعی مسائل کا علم

مجتہد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کو تمام مجمع علیہ مسائل کی معرفت ہوتا کہ ان مسائل کے خلاف کوئی فتوی صادر نہ ہو۔ اور یہ لازمی اور ضروری نہیں ہے کہ اس کو اجماع کے تمام مواقع اور اختلاف یاد ہوں، بلکہ جتنا ممکن ہو سکے اجماعی مسائل اور ان کے مواقع کی معرفت ہونی چاہئے۔ اور جس مسئلہ میں میں حکم جاری کیا جائے، مناسب یہ ہے پہلے والے علماء کا مذہب معلوم ہو، تا کہ اجماع کی مخالفت لازم نہ آئے۔ اور اپنی رائے اور دوسری علماء کے مذہب کے درمیان موافقت ہو جائے۔

چنانچہ امام فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی رحمہ اللہ اپنی کتاب کشف الاسرار میں رقم طراز ہیں:۔

واما الاجماع فينبغي ان يتميز عنده مواقع الاجماع حتى لايفتي بخلاف الاجماع كما تلزمه معرفة النصوص حتى لايفتي بخلافها والتحقيق في هذاالاصل انه لا يلزمه ان يحفظ جميع مواقع الاجماع والخلاف بل كل مسئلة يفتي فيها، ينبغي ان يعلم ان فتواه يست مخالفة الاجماع اما بان يعلم انها موافقة مذهب ذي مذهب من العلماء اويعلم ان هذه الواقعة متولدة في العصر لم يكن لاهل الاجماع فيها خوض فهذه القدر فيه كفاية.

[کشف الاسرار: ج۴ص۱۵ الصدف پبلشرز کراچی]

چنانچہ علامہ زحیلی رحمہ اللہ نے اس کو یوں مزین کیا ہے۔

العلم بمسائل الاجماع التي سبق الاجماع عليها، حتى لايفتي بخلاف ماوقع الاجماع عليه، لأن الاجماع حجة قطعية لاتجوز مخالفتهٔ.

[اصول الفقہ الاسلامی: ج۱ص۱۰۴۷ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان]

شرط نمبر۲۔

اصول الفقہ کے علم کو جاننے والا ہو

مجتہد کے لئے یہ بھی لازمی ہے کہ وہ قواعد واصولوں کو جانتا ہو۔ کیونکہ مسائل کے استنباط کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہے یہی چیز تو اجتہاد کا ستون اور حاجت کی بنیاد ہے۔ جس پر ارکان کی بناء ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مجتہد کے لئے اہم علوم اصول فقہ کا جاننا ہے۔

اسی طرح امام غزالی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اجتہاد کا علوم تین فنون پر مشتمل ہے۔ حدیث، لغت اور اصول فقہ پر۔

چنانچہ علامہ زحیلی رحمہ اللہ اپنی کتاب اصول الفقہ الاسلامی میں رقم طراز ہیں:۔

ان یکون عالم یعلم اصول الفقه، لانه عماد الاجتهادو اساسه الذی تقوم علیه ارکان بنائه اذان الدلیل التفصیلی یدل علی الحکم بواسطة کیفیة معینة ،ککونه امراًأو نهیا أو عاما أو خاصاً ونحوهـا، وعند الاستباط لابُدّ من معرفة تلك الکیفیات وحکم کل منها ویعرف هذافی علم اصول الفقه.

قال الفخر الرازی فی المحصول ان اهم العلوم للمجتهد علم اصول الفقه.

[اصول الفقہ: ج ۲ ص ۱۰۴۸ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان]

شرط نمبر ۳۔

لغت عربیہ کا ماہر ہونا

مجتہد کے لئے یہ بھی اہم ہے کہ وہ لغت عربیہ میں مہارت رکھتا ہو۔ علم لغت، صرف، نحو، معانی، بیان میں ید طولی رکھتا ہو۔ کیونکہ کتاب اللہ اور سنت رسول دونوں عربی میں ہیں۔ اور یہ ممکن ہی نہیں کہ احکام کا استنباط ان دونوں سے لغت عربی کو سمجھے بغیر ہوجائے۔ بلکہ عربی کو از روئے مفرد و مرکب، معرفہ، نکرہ اور تراکیب کا سمجھنا ضروری ہے اس کے ساتھ عام، خاص کی معرفت، حقیقت، مجاز، مطلق و مقید کا تو حکم معلوم ہونے کے بغیر تو شرعی مسائل کا حل ممکن ہی نہیں اور اسی طرح الفاظ اور معانی کا منشاء اور ان کے مدلولات کا بھی علم ہو۔

یہ شرط تو نہیں کہ وہ حافظ اللغات ہو البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ ان کے مظان اور مرجع کی پہچان رکھتا ہو۔ اور طریقہ معلوم ہو۔ بقدر ضرورت معرفت ہو تا کہ درست فہم کی رہنمائی ہو جائے۔

چنانچہ الدکتور وھبۃ الزحیلی رحمہ اللہ اپنی کتاب اصول الفقہ الاسلامی میں رقم طراز ہیں:۔

ان یکون معلما بعلوم اللغة التی یتوقف علیها فهم النصوص الشرعیه الماماً تا ما، اذلا بد منها فی الفهم الصحیح ولایشترط التبحر فی هذه العلوم و انما یکفی معرفة القدر الضروری اللازم للفهم السدید، بتحصیل الملکة القویة فی هذه العلوم التی یستحضر بها کل مایحتاج الیه عند بحث مایتعلق بفن من فنون اللغة کالنحو والصرف والمعانی والبیان وفقه اللغة.

[اصول الفقہ: ج۱ص۱۰۴۷ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان]

مجتہدین اوران کا اجمالی تعارف

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد صحابہ کا دور رہا اس میں تقریباً صحابہ کرام فقہاء اور علوم نبویہ سے مستفاد تھے۔ صحابہ کے بعد تابعین اور تبع تابعین کا دور شروع ہوا۔ ابتداء میں تو معاشرہ اسلامی تھا، لیکن جب اسلام کو خوب ترقی ہوئی اور دوسری قوموں کے ساتھ اسلامی معاشرے کا ٹکراؤ ہوا تو ظاہر ہے ہر ایک کی الگ تہذیب وتمدن تھی، ان کے عادات ومعاملات مختلف تھے، معاشی اور سیاسی نظام میں تفاوت تھا، تو ان لوگوں کے اختلاط سے اسلامی معاشرے میں ایک عجیب کیفیت پیدا ہوگئی۔ اور جب آپس میں معاملات ہوئے تو اس کی صورت میں بہت سارے نئے مسائل پیدا ہوئے۔ نیز زمانے کا بہت زیادہ تغیر وتبدل ہوا۔ تو اس دور میں مسائل وواقعات اس حد تک پیش آئے کہ علماء اور فقہاء مجتہدین فقہ اور اصول فقہ کو ترتیب دینے پر مجبور ہوئے۔ تو اس دور میں حدیث بھی مدون ہوئی اور فقہ واصول فقہ کی بھی تدوین ہوئی۔

مختلف علاقوں میں ائمہ مجتہدین پیدا ہوئے انھوں نے ان مسائل کو حل کیا، اور لوگ ان کی تقلید کرنے لگے۔ اوران میں سے اکثر تابعین کے شاگرد ہیں سوائے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے کہ وہ خود تابعی ہیں، اللہ تعالیٰ ائمہ مجتہدین کو ہر وقت سکون وچین نصیب

فرمائے۔ کہ انہوں نے نہ صرف وقتی اور زمانے کے حالات کا مقابلہ کیا، بلکہ اجتہاد کے ذریعہ سے ایسے اصول وضع کیے کہ ان کے ذریعے سے ہر دور میں پیش آنے والے مسائل کو آسانی سے حل کیا جا سکتا ہے۔

بہر حال اس زمانے سے لے کر دور حاضر تک جن بڑے مجتہدین اور فقہاء کی تقلید کی جارہی ہے وہ چار ائمہ کرام ہیں اور تمام فقہاء مجتہدین میں سرفہرست ہیں ان کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام ونسب:

نعمان بن ثابت بن زوطی الکوفی اصل کے اعتبار سے فارسی النسل تھے۔ آپ کے دادا زوطی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور خلافت میں ایمان لائے اور آپ کے ساتھ ثابت بھی تھے، جو امام صاحب کے والد محترم ہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دربار میں حاضر ہو کر ثابت کے لئے دعاء کی درخواست کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ثابت کے حق میں خیر وبرکت کی دعاء فرمائی۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی پیدائش اور شرف تابعیت:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی ۱۲ سال یا ۱۳ سال کی عمر میں امام صاحب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زیارت کی۔ اور بعض روایات میں منقول ہے کہ جس زمانے میں آپ پیدا ہوئے تھے اس وقت بہت سارے صحابہ کرام کوفہ میں دین کی تبلیغ اور تعلیم کے لئے موجود تھے۔ اور اس میں کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زیارت کی ہے کیونکہ آپ کی پیدائش کے وقت صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین مختلف علاقوں میں پھیل چکے تھے۔ اور اسلام کی دعوت وتبلیغ جاری تھی، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی تو زیارت کئی مرتبہ نصیب

ہوئی، اوران سے تو تین روایات بھی نقل کی ہیں۔

چنانچہ مؤرخ الکبیر العارف الشیخ الامام شمس الدین محمد بن یوسف الصالح الدمشقی الشافعی المتوفی ۹۴۲ھ کتاب عقود الجمان میں رقم طراز ہیں:۔

ان الامام ابا حنیفة رضی الله عنه من اعیان التابعین وصح کماقال الحافظ الناقد ابو عبد الله الذهبی انه رأی انس بن مالك رضی الله عنه وهو صغیر وقال الحافظ بن سعد فی طبقاته حدثنا ابو الموفق سیف بن جابر قاضی واسط قال سمعت اباحنیفة یقول :قدم انس بن مالك الكوفة وانزل النخع وكان يخضب بالحمره قد رأيته مرارًا.

[عقود الجمان: ص ۴۹ مکتبۃ الایمان، المدینۃ المنورۃ]

بلکہ ایک روایت میں آتا ہے کہ جس وقت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ کی پیدائش ہوئی، اس وقت کوفہ میں بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین موجود تھے، اور یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم سے آباد تھے۔ اور کوفہ کے لئے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو معلم اور مفتی بنا کر بھیجا گیا تھا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جن لوگوں نے وقت گزارا ہے انھوں نے امام صاحب کی علمیت کا اعتراف کیا ہے۔ حضرت جعفر بن ربیع رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ تقریباً پانچ سال کا عرصہ گزارا ہے تو آپ ہمیشہ خاموش رہتے مقصد کی بات ہوتی تو کر لیتے ورنہ خاموشی وصف لازم تھا۔ نیز یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی مسئلہ پوچھتا تو پھر جواب میں دلائل پر دلائل دیتے جاتے حتی کہ مخاطب مطمئن ہوجاتا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے پہلے علم فقہ باقاعدہ طور پر مدون نہیں تھی، تو اس زمانے میں بڑے بڑے علماء کرام مختلف علاقوں میں موجود تھے۔ اور لوگوں کے مسائل کو حل کرتے۔ اور اس وقت کوئی اصول سامنے نہیں تھے۔ جیسے کوئی مسئلہ آیا جواب دے دیا۔ وہ حضرات یہ تھے،

حضرت سفیان ثوری، امام اوزاعی، حضرت ربیعہ وغیرہ تو اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کام لیا۔ امام صاحب نے باقاعدہ طور پر علم فقہ کو مدون اور مرتب کیا۔

چنانچہ علامہ ابن عابدین اپنی شہرہ آفاق کتاب ردالمحتار میں رقم طراز ہیں:۔

أكثر أصول وفروع فروعه وأوضح سبله امام الأئمة وسراج الأمة ابوحنيفة النعمان فانه اول من دون الفقه ورتبه. [شامیہ: ج ا ص ۱۵۰ ایچ، ایم سعید کراچی]

امام ابوحنفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا اصول یہ تھا کہ جب بھی کوئی مسئلہ آتا تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرتے اگر اس مسئلہ کا حل کتاب اللہ میں موجود نہ ہوتا تو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے اگر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی وہ مسئلہ نہ ہوتا تو پھر اجماع صحابہ کو سامنے لاتے۔ اور اگر پھر صحابہ کرام کے اقوال میں تضاد ہوتا، مثلاً ایک روای سے ایک طرح کا قول منقول ہے اور دوسرے راوی سے دوسری طرح کا قول منقول ہے تو دونوں اقوال کا موازنہ کرتے۔ اور جس کا قول وزنی معلوم ہوتا اس کو لے لیتے۔ اجماع صحابہ سے بھی جواب نہ ملتا تو پھر قیاس اور اجتہاد سے درپیش مسئلے کو حل فرماتے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے علم فقہ پر کافی عرصہ تک محنت کی اور آنے والی نسلوں کے لئے علم فقہ کا مجموعہ تیار کیا۔ اور بعد کے آنے والے أئمہ کرام تو بالواسطہ یا بلا واسطہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں امام ابوحنفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ صرف شرف حاصل ہوا ہے کہ آپ تابعی ہیں۔

امام ابوحنفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اساتذہ کرام:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اساتذہ کرام کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ بعض حضرات امام صاحب کے اساتذہ کی تعداد چار ہزار بتاتے ہیں، علم حدیث میں آپ کے زیادہ مشہور دو استاذ ہیں، (۱) عامر بن شرحبیل رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے پانچ سو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی زیارت کی ہے۔

(۲) عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے تقریباً دوسو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زیارت کی ہے۔ اور علم فقہ میں آپ کے استاذ حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت کم عمری میں صلاحیت سے نوازا تھا، تو اس خداداد صلاحیت سے آپ علم الفقہ میں بہت ماہر تھے، لیکن اتنی صلاحیت ہونے کے باجود آپ تقریباً بیس سال تک اپنے استاد محترم حماد رحمۃ اللہ علیہ کے تحت کام کرتے رہے، جب حماد رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا، تو آپ کو ان کا جانشین بنایا گیا، آپ نے استاد کی جگہ درس وتدریس کا کام شروع کیا، اس کی وجہ سے آپ عوام اور علماء میں اتنے مشہور ہو گئے کہ مختلف علاقوں سے لوگ آپ کے پاس علم سیکھنے کے لئے آتے، علم کی پیاس کو بجھاتے اور تلمذ کا شرف حاصل کرتے، بہت سارے علماء نے آپ سے علم فقہ حاصل کی۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلامذہ:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بہت زیادہ شاگرد ہیں جن کو شمار کرنا ناممکن ہے البتہ چند مشہور تلامذہ یہ ہیں امام زفر رحمہ اللہ اور امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ۔

اماابو حنفیہ رحمہ اللہ کی رحلت:

جب ہشام بن عبد الملک کی خلافت کا زمانہ تھا۔ ظلم وزیادتی کی انتہاء تھی، کوئی آدمی اس کی مخالفت کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا، لیکن حضرت امام زید رحمہ اللہ علیہ نے اس کے ظلم کے خلاف آواز اٹھائی اور خلیفہ ہشام سے بغاوت کی۔ کوفہ والوں نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ لیکن اس محاز پر وہ شہید ہو گئے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے علانیہ طور پر آپ کا ساتھ تو نہیں دیا تھا، البتہ اندر اندر سے آپ رحمہ اللہ حمایت کر رہے تھے۔ اس وقت کوفہ کا گورنر عمرو بن جیرہ تھا اس نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو گرفتار کرلیا، یہ حضرت ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی پہلی گرفتاری تھی۔

گرفتاری کے بعد آپ کو وزارت خزانہ کا عہدہ پیش کیا گیا، لیکن آپ نے اس بات کو ٹھکرا دیا، تو اس پر آپ رحمہ اللہ کو جیل میں ڈال دیا گیا، آپ نے کسی بھی طرح نہیں مانا

اوراس پر امام صاحب کو رہا کر دیا گیا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس پر کوفہ کو چھوڑ دیا اور مکۃ المکرمہ میں تشریف لے گئے اور وہاں پر رہائش پذیر ہو گئے اور تقریباً نو سال کا عرصہ وہاں پر گزارا۔

جب خلیفہ ہشام کا دور ختم ہوا تو دور عباسی شروع ہوا، تو آپ نے دوبارہ ارادہ کیا علم دین کا کام شروع کیا جائے۔ لیکن معلوم ہوا کہ یہ حکومت اس سے بھی زیادہ ظالم ہے، تو اس ظلم کے خلاف سب سے پہلے امام محمد بن عبداللہ رحمہ اللہ نے آواز اٹھائی۔ اوراس آواز پر امام مالک رحمہ اللہ علیہ نے جواز کا فتوی دیا۔

فتوی جاری ہونے کے بعد محمد بن عبداللہ نے باقاعدہ طور پر خلافت کا دعوی کیا۔ اور عباسی حکومت کے خلاف کام شروع کیا۔ لیکن ظالموں کے ہاتھوں سے کہاں خیر تھی، آخر کار شہید کر دیئے گئے، شہادت کے بعد آپ رحمہ اللہ علیہ کے بڑے بیٹے ابراھیم نے اپنے باپ کے مشن کو آگے بڑھایا اور اس میں امام صاحب نے ان کی کھل کر حمایت کی۔ اور کوفہ میں لوگوں کو ابراھیم کا ساتھ دینے پر آمادہ کرتے تھے۔ اور ترغیب بھی دیتے رہے۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد آپ کو بھی شہید کر دیا گیا، ابراھیم رحمہ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد حکومت نے یہ دیکھا کہ اس کا قریبی ساتھی کون تھا۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ ان کے قریبی ساتھی ہیں، تو وقت کے خلیفہ منصور نے بلاوایا، جب امام صاحب ان کے پاس لائے گئے تو آپ رحمہ اللہ علیہ کو قضاء کا عہدہ پیش کیا گیا، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس عہدے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ تو انکار کرنے پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ قید و بند کی سزا دی گئی، حتی کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی قید کے دوران جان کا نذرانہ سجدے کی حالت میں پیش کر دیا۔ اور بعض حضرات نے اور وجہ بیان کی ہے۔

چنانچہ مؤرخ الکبیر المحدث العارف الشیخ الامام شمس الدین محمد بن یوسف الصالح الدمشقی الشافعی اپنی کتاب عقود الجمان میں رقم طراز ہیں:۔

بعض اعداء الامام ابی حنیفة الی ابی جعفر المنصور ان الامام ابا حنیفة مساعدلا براهیم وانه قواه بمال کثیر کان الامام ابو حنیفة مقبول القول وجهاء عند الناس ذامال، واسع من التجارة فخشی ابو جعفر من میله رانی ابراهیم، فطلبه من الکوفة الی غداد لم یجسر علی قتله بلا سبب مطلب منه ان یکون قاضیا یعلمه ان الامام ابا حنیفة لایفعل ذلك فأبی علیه فتوصل بذلك الی قتله.

[عقود الجمان: ص۳۵۹ مکتبہ الایمان المدینۃ المنورۃ]

علامہ موصوف دوسری جگہ رقم طراز ہیں:۔

عن ابی حسان الزیادی قال، لما احسن الامام ابو حنیفه بالموت سجد فخرجت نفسه وهو ساجد.

[عقود الجمان ص:۳۵۸]

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ستر سال کی عمر پائی اور ۱۵۰ھ میں انتقال کر گئے۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نماز جنازہ چھ مرتبہ پڑھا گیا،اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے میں تقریباً پچاس ہزار لوگوں نے شرکت کی۔

چنانچہ حافظ محمد بن یوسف الصالح الشافعی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں رقم طراز ہیں:۔

وقداجتمع من اهل بغداد خلق، لایحصیهم الاخالقهم کأنه نودی لهم بموته، حنزرمن صلی علی الامام ابی حنفیة فبلغ خمسین الفاً او اکثر، وصلی علیه رضی الله عنه ست مرات.

[عقود الجمان: ص۳۶۰ مکتبہ الایمان المدینۃ المنورۃ]

امام مالک بن انس رحمہ اللہ

نام ونسب: نام مالک ہے۔کنیت ابوعبداللہ لقب امام دارالہجرۃ ہے۔اور والد محترم کا نام انس ہے۔سلسلہ نسب یوں ہے مالک بن انس ابی عامر بن عمرو بن الحارث بن عثمان بن خثیل الاصبحی رحمۃ اللہ علیہ۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اصلا یمنی تھے،اور یمن سے ان کے خاندان کا ایک گھرانہ حجاز میں آ کر آباد ہوا،اور آپ کے دادا ابو عامر رضی اللہ عنہ آپ کے خاندان میں سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی پیدائش:

حافظ ذہبی رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک معتبر اور صحیح قول کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔نیز امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے مشہور استاذ یحیی بن بکیر بھی اس قول کی تائید کرتے ہیں۔

حصول علم: امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی پیدائش ایسے گھرانے میں ہوئی۔ جو خود علوم دینیہ کا مرکز تھا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی قرأت وسند امام القراء نافع بن عبدالرحمٰن سے حاصل کی،جن کی قرأت پوری دنیا میں ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔

ابتداء آپ رحمۃ اللہ علیہ مال دار نہیں تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکان کی چھت توڑ کر اس کی لکڑیوں کو فروخت کر کے کتابیں وغیرہ خریدتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ انتہائی اعلیٰ قسم کا تھا،اور بہت مضبوط قسم کا تھا،امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ میں نے جس چیز کو محفوظ کرلیا اور یاد کرلیا اس کو کبھی بھی پھر نہیں بھولا۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے اساتذہ کرام:

امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ نے مؤطا میں جن شیوخ سے روایت کی ہے ان کی تعداد

تقریباً ۹۵ ہے۔ اوران کی یہ خاصیت ہے کہ یہ تمام کے تمام مدنی ہیں، مدینہ کا علوم جو مختلف سینوں میں منتشر تھا۔ وہ اب صرف ایک سینہ میں جمع ہو گئے، اور بیان کیا جاتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چھ اساتذہ کرام غیر مدنی ہیں۔

بہرحال مجموعی طور پر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے شیوخ کی تعداد تقریباً ۹۰۰ ہے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ ''تہذیب الاسماء'' میں لکھتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے شیوخ کی تعداد نوسو تھی، جن میں تین سو تابعین ہیں اور چھ سو تبع تابعین شامل ہیں۔

درس وتدریس:

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ میں درس وتدریس کی ہے۔ مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کی جگہ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ مقرر ہوئے اور حضرت نافع رحمہ اللہ علیہ کی وفات کے بعد جانشین نافع امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ مقرر ہوئے اور تقریباً سترہ سال کی عمر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے درس وتدریس کا آغاز کیا تھا۔ اور باسٹھ سال تک مسلسل فقہ، فتاوی، اور درس وتدریس میں مشغول رہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ:

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے یعنی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اتنے لوگوں نے استفادہ کیا کہ جن کا شمار ناممکن ہے۔ برروایات اختلاف تلامذہ کی تعداد ہزار، تیرہ سو بتلائی جاتی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے تلامذہ میں ابومروان عبد الملک بن عبداللہ، احمد بن معز اور سحنون رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔

مناقب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ:

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پانچ ایسی باتیں ہیں جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں جمع ہوئی ہیں جو میرے زعم اور علم کے مطابق کسی اور فرد میں جمع نہیں ہوئیں۔

نمبر: ۱۔ درازعمر اور عالی سند۔ (۲) عمدہ علم اور وسیع فہم۔ (۳) آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی

عدالت اور دینداری پر محدثین کا اتفاق۔ (۴) آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حجت اور صحیح الروایۃ ہونے پر آئمہ امت کا اجماع واتفاق۔ (۵) فقہ اور فتاوی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مسلمہ مہارت۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ مدینۃ المنورہ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے، باوجود کمزوری اور ضعف کے آپ مدینۃ المنورہ میں سوار ہوکر نہیں چلے، جس ارض مقدسہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مطہر ہو۔ وہاں سوار ہوکر چلنے کو بے ادبی سمجھتے تھے۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اتوار کے دن بیمار ہوئے اور تقریباً تین ہفتے تک ان کی بیماری چلتی رہی اور بدن مرض بڑھتا گیا۔ یہاں تک ۱۱ ربیع الاوّل یا ۱۴ ربیع الاوّل کو ۱۷۹ھ میں دنیا سے تشریف لے گئے۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

[ماخوذ از تاریخ الفقہ والفقہاء ص ۹۲]

امام شافعی رحمہ اللہ:

نام ونسب:

نام محمد ہے اور والد محترم کا نام ادریس ہے۔ اور آپ کا پورا نام یوں ہے محمد بن ادریس بن عثمان بن شافعی آپ رحمۃ اللہ عبد المناف کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسب میں ملتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کا نسب مبارک ام الحسن بنت حمزہ بن قاسم بن یزید بن امام حسین رضی اللہ عنہ ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش:

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی پیدائش عسقلان شہر کے گاؤں غزہ میں ۱۵۰ھ میں ہوئی، پیدائش کے دو سال بعد آپ کے والد محترم کا انتقال ہوگیا اس کے بعد آپ رحمۃ

اللہ علیہ کی پرورش والدہ محترمہ نے کی چونکہ آپ کی والدہ محترمہ خود نیک اور دیندار تھیں اور نیک خاندان سے تعلق رکھتی تھی تو ان کا جذبہ بھی یہی تھا کہ میرا بیٹا علم کی وجہ سے پہچانا جائے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا۔ اوراس کے ساتھ ساتھ مؤطا کو بھی حفظ کرلیا جو کہ حدیث کی مشہور کتاب ہے۔

اساتذہ کرام:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے پہلے استاد مسلم بن خالد زنجی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ان سے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فقہ کی تعلیم حاصل کی، تقریباً پانچ سال تک ان سے تعلیم حاصل کی اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی اختیار کی پھر عراق کا سفر کیا اور عراق میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے استفادہ کیا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے عراق اور مصر میں بہت سارے شاگرد ہیں، جن میں سے چند مشہور علماء کرام یہ ہے،(۱) امام ابو ثور ابراھیم بن خالد۔(۲) حسن بن محمد الزعفرانی۔(۳) ابوالحسن بن علی احمد بن سریج یہ بھی براہ راست امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد نہیں ہیں بلکہ زعفرانی کے واسطے سے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں اور فقہ شافعی کے لئے بہت خدمات سرانجام دیں۔اور سب سے بڑے شاگرد امام شافعی رحمہ اللہ کے یوسف بن یحیی ہیں۔اور بعد میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے جانشین مقرر ہوئے۔

منقبت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ:

ایک روایت ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کے بارے میں ایک مرتبہ کہا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے ک آپ نے فرمایا کہ اس امت کے لئے خدائے عزوجل ہر صدی کے شروع میں ایک ایسا شخص مبعوث فرمایا کرے گا، جو دین کے بگڑے ہوئے امور کو سلجھا دیا کرے گا''۔پس عمر بن عبد العزیز

رحمہ اللہ تعالیٰ اس صدی کے مجدد تھے اور میرا خیال ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس صدی کے مجدد ہیں۔ [حیات امام احمد بن حنبل: ص ۸۷ بحوالہ تاریخ الفقہ والفقہاء]

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت ساری کتابیں ہیں، فقہ شافعی کی اشاعت کے لئے امام شافعی رحمہ اللہ علیہ نے خود کام کیا اور اصول خود مرتب کیے، اور رسالہ اصولیہ کے نام سے کتاب بھی لکھی ہے۔ اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الام بھی لکھی ہے۔ امام ابوحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی لیلیٰ کے اختلاف پر بھی ایک کتاب لکھی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مسائل مختلفہ پر بھی تصنیف فرمائی ہے۔ سب سے حیران کن اور تعجب والی بات یہ ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے علم فقہ کی تعلیم حاصل کی ہے۔ اور اس پر ایک کتاب ''کتاب الرد علی محمد بن الحسن'' بھی لکھی ہے۔

امام محمد بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کی وفات:

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نئی فقہ کو مدون کرنے کے بعد ۱۹۸ھ میں مصر کے لئے روانہ ہوئے، مصر پہنچے کے بعد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے علمائے مصر کے سامنے اپنا مسلک پیش کیا، تو مصر کے علماء نے اس مسلک کو قبول کیا۔ اور وہاں فقہ شافعی رائج ہوئی۔ اور ۲۰۴ھ میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سفر میں وفات پائی۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

نام ونسب:

ابوعبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل الزہلی المروزی الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ آپ خالص عربی

النسل تھے اور شیبان عدنانی قبیلے کا نام ہے۔ یہ قبیلہ غیرت وہمت میں دور جاہلیت میں بھی مشہور تھا اور اسلام کی روشنی پھیلنے کے بعد بھی یہ قبیلہ غیرت وہمت کا علمبردار رہا۔ اور امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں دو برس کی عمر میں یتیم ہوگئے تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ نے آپ کی تربیت کی۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی پیدائش:

فقہ حنبلی کے بانی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہیں مشہور معروف روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل ۱۶۴ھ ربیع الاوّل کے مہینے میں پیدا ہوئے آپ کے صاحب زادے صالح اور عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہما کے بیانات سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں ۱۶۴ھ کے ربیع الاوّل میں پیدا ہوا۔

اساتذہ کرام:

سب سے پہلے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے استفادہ کیا۔ یعنی سب سے پہلے آپ کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ اور بعد میں دوسرے مشائخ سے علم حدیث حاصل کی۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے علم حدیث کے اساتذہ میں سے ہیں ۱۸۷ھ میں پہلی بار مکۃ المکرمہ میں تشریف لے گئے اور وہاں کے مشائخ اور محدثین سے علم حدیث حاصل کیا۔ نیز حدیث کے اساتذہ میں سے عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا قوت حافظہ بہت زیادہ قوی اور اعلیٰ قسم کا تھا، خود امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے فرماتے ہیں میں وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی احادیث یاد کیا کرتا تھا۔ جب وہ عشاء کی نماز پڑھ کر مسجد سے گھر کی طرف آتے تھے تو میں ان سے نو یا دس احادیث یاد کر لیتا تھا، جب وہ گھر تشریف لے جاتے تھے۔ تو طالبان علم نبوت مجھ سے فرمائش کرتے تھے کہ ہم کو املاء کرادو۔ تو میں ان کو املا

کرا دیتا تھا۔ اور طلباء ان احادیث کو لکھ لیتے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے علم فقہ حاصل کی۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کبار تلامذہ میں سے ان کا شمار ہوتا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیفات:

احادیث میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مسند لکھی ہے جو تقریباً چالیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے اور ان احادیث مبارکہ کو آپ کے بیٹے عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ نیز اصول میں امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ کتابیں لکھی ہیں۔

(۱) کتاب الناسخ والمنسوخ۔ (۲) کتاب العلل۔ (۳) کتاب طاعۃ الرسول، اس کے علاوہ اثرم حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ حنبلی میں کتاب السنن کے نام سے کتاب لکھی ہے۔ جس میں مسائل فقہیہ میں شواہد حدیث کا التزام کیا گیا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلامذہ:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے روایات اور مسائل کی سماعت بہت سارے لوگوں نے کی ہے۔ حنبلی حضرات ان کی تعداد بہت زیادہ بیان کرتے ہیں، اگر چہ اس میں مبالغہ کرتے ہیں، لیکن پھر بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کی تعداد زیادہ ہے۔ تو ان میں سے مشہور تلامذہ درج ذیل ہیں۔

(۱) ابو بکر احمد بن محمد بن ہانی الاثرم۔ (۲) عبدالملک بن عبدالحمید۔ (۳) احمد بن محمد الحجاج۔ (۴) ابراھیم بن اسحاق الحربی رحمۃ اللہ علیہم۔

مناقب احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ جل شانہ نے صبر وتحمل کی عظیم صفت سے متصف فرمایا تھا، اس صفت کے علاوہ دیگر اوصاف بھی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ میں جمع تھے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"احمد امام فی ثمان خصال امام فی الحدیث، امام فی الفقہ، امام فی اللغۃ، امام فی القرآن امام فی الفقر، امام

محی الزھد، امام فی الورع، امام فی السنة"۔

[طبقات الحنابلہ لابن ابی یعلیٰ بحوالہ تاریخ الفقہ والفقہاء]

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ان آٹھ فنون کے امام ہیں اور یہ کتنی خوش قسمتی کی بات ہے کہ استاد اپنے شاگرد کے بارے میں یہ الفاظ استعمال کررہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو استقامت فی الدین کی نعمت عظیمہ سے نوازا تھا۔ چنانچہ فتنہ "خلق قرآن" کے زمانے میں آپ پر بے انتہاء مظالم ڈھائے گئے، لیکن آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے استقامت کا دامن نہ چھوڑا اور گمراہ لوگوں کا پُر زور مقابلہ کیا، اور ثابت قدم رہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی وفات:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ دین اسلام کی اشاعت کرتے ہوئے ۲۴۱ھ میں دنیا فانی سے رحلت فرما گئے، اور خالق حقیقی سے جا ملے۔

طلب غور نکتہ

یہ ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ التوفی ۱۵۰ھ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ التوفی ۱۷۹ھ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ التوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ التوفی ۲۴۱ھ سب کے سب جمہور اہل اسلام کے حق پر ہیں، ان ائمہ کرام کے اقوال وافعال برحق ہیں ان چار ائمہ کرام کے مذاہب مدونہ نے شہرت حاصل کی ہے۔ اور ان کی مدونہ فقہ کا نام اور شہرت ابھی تک برقرار ہے۔ جمہور اہل اسلام آج بھی ان چار ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرتے ہیں۔

ائمہ کرام کے برحق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اجتہادی مسائل میں ہر مجتہد اپنے اجتہاد پر عمل کرنے کا مکلف ہے چونکہ ائمہ اربعہ شرائط اجتہاد میں پورے معیار پر ہیں اس لئے ان کو کسی کی تقلید لازمی وضروری نہیں ہے۔ اور جو آدمی اجتہاد کی شرائط کا جامع نہ ہو۔

اس کو چاہئے کہ وہ مختلف فیہ مسائل میں کسی نہ کسی مجتہد کے قول پر عمل اور ان میں سے ضروری کسی قول پر عمل کرنا لازم ہے۔ ایسا کرنے کو تقلید کہتے ہیں:

پھر تقلید کی ایک صورت یہ ہے کہ کبھی کسی ایک امام کے فتوی پر عمل کیا اور کبھی دوسرے امام کے فتوی پر عمل کیا۔ تو شریعت مطہرہ اس چیز کی اجازت نہیں دیتی جب ایک مجتہد کو برحق سمجھا، اور اس کو اپنا مقتداء مان لیا۔ اور مسائل میں اس کی تقلید کرنے لگے تو اس پر واجب ہے کہ وہ تمام مسائل میں ایک ہی مجتہد کے فتاوی پر عمل کرے۔

مجتہدین فقہاء کے طبقات

آدمی کے لئے یہ بھی لازمی اور ضروری ہے کہ وہ جس فقیہ کے قول پر فتوی دے محض اس کا نام ونسب اور وطن کا جان لینا کافی نہیں بلکہ اس کے مرتبہ درایت اور طبقہ فقاہت سے پوری طرح واقف ہونا بھی ضروری ہے اس کے لئے اہل علم حضرات نے اپنے علمی مزاج کے مطابق فقہاء مجتہدین کے طبقات بنائے ہیں، بہر حال علامہ ابن کمال پاشا نے سات طبقات کا ذکر فرمایا ہے۔ اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو اختیار فرمایا ہے۔ تو علامہ ابن کمال پاشا کی ذکر کردہ تصریح کے مطابق مجتہدین فقہاء کے سات طبقے زیب قرطاس ہیں۔

الاولیٰ: طبقه المجتهدين في الشرع:

یہ وہ حضرات ہیں جو ادلہ اربعہ سے قواعد واصول وضع کرتے ہیں اور ان اصولوں کی روشنی میں احکام فرعیہ کا استنباط براہ راست ادلہ سے کرتے ہیں، جیسے ائمہ اربعہ اور ان کے درجہ کے مجتہدین جیسے حضرت سفیان ثوری، امام اوزاعی، ابن ابی لیلی وغیرہ۔

الثانيه: طبقه المجتهدين في المذهب:

یہ وہ حضرات ہیں، جو قواعد وکلیات میں تو امام کی تقلید کرتے ہیں۔ اور اس کے پابند ہوتے ہیں، لیکن جزئیات اور فروعی مسائل میں اپنے امام کے اصول کو سامنے رکھ کر ممکن

ہے کہ تقلید بھی کریں اور ممکن ہے کہ ان کی اپنی رائے بھی ہو۔ جیسے تلامذہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔

الثالثة: طبقه المجتهدين فی المسائل:

یہ وہ حضرات ہیں کہ جن مسائل میں صاحب مذہب سے کوئی روایت منقول نہ ہو تو یہ حضرات صاحب مذہب کے اصول وقواعد کو مدنظر رکھتے ہوئے ان مسائل کا حکم متعین کرتے ہیں۔ جیسے امام خصاف رحمۃ اللہ علیہ، امام طحاوی، امام سرخسی، امام بزدوی، امام حلوانی اور قاضی خان رحمۃ اللہ علیہم۔ اور یہ حضرات اصول وقواعد میں اپنے امام کے مقلد ہوتے ہیں، اور اپنے امام کی مخالفت نہیں کرتے۔

الرابعة: طبقة اصحاب التخريج:

یہ وہ حضرات ہیں کہ جو خود تو اجتہاد کی صلاحیت نہیں رکھتے لیکن صاحب مذہب کے ماخذ کو محفوظ رکھنے کی بناء پر ذووجہین یا مجمل قول کی تفصیل وتعیین کر سکتے ہیں۔ ان میں امام ابوبکر جصاص الرازی اور امام کرخی رحمۃ اللہ علیہم اور ان کے ہم پلہ حضرات۔

الخامسه: طبقة اصحاب الترجيح:

یہ وہ حضرات ہیں جو صاحب مذہب کی بعض روایات کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں، اور ساتھ ساتھ وجہ ترجیح بھی ذکر فرماتے ہیں کہ کیوں راجح ہے۔ اور اپنے قول "ھذا اصح" "ھذا اولی" سے تعبیر فرماتے ہیں، ان میں صاحب قدوری اور صاحب ھدایہ شامل ہیں۔

السادسه: طبقة اصحاب التميز:

یہ وہ حضرات ہیں، جو مضبوط اور کمزور، ضعیف اور قوی روایت میں تمیز کرتے ہیں، اکثر اصحاب متون اسی طبقہ سے وابستہ ہیں مثلاً صاحب کنز، صاحب مختار، صاحب وقایہ، صاحب مجمع الانہر وغیرہ حضرات شامل ہیں۔

السابعة: طبقة المقلدين واصحاب النقل:

یہ وہ حضرات ہیں جو ان چھ طبقات میں سے نہ ہوں درحقیقت یہ لوگ فقیہ نہیں ہوتے بلکہ محض ناقل ہوتے ہیں، غث وسمین اور رطب ویابس میں تمیز نہیں کر سکتے بلکہ حاطب لیل کی طرح جو ہاتھ آجاتا ہے لے لیتے ہیں۔ اور آج کل زیادہ تر اس طبقے کے حضرات فقہاء کرام ہیں۔

چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب فتاویٰ شامیہ میں لکھا ہیں:۔

والفقهاء على سبع مراتب وقد اوضحها المحقق ابن كمال پاشافي بعض رسائله:.

الأول: طبقة المجتهدين فى الشرع كالأئمة الأربعة رضى الله عنهم ومن سلك مسلكهم فى تأسيس قواعد الأصول، وبه يمتازون عن غيرهم.

الثانية: طبقة المجتهدين في المذهب كأبى يوسف ومحمد وسائر آصحاب ابى حنيفة، القادرين على استخراج الأحكام من الأدلة على مقتضى القواعد التى قررها استاذهم ابو حنيفة فى الأحكام وان خالفوه فى بعض احكام الفروع لكن يقلدونه فى قواعد الأصول، وبه يمتازون عن المعارضين فى المذهب وغيره المخالفين له فى الأحكام غير مقلدين له فى الأصول:.

الثالثة: طبقة المتجتهدين فى المسائل التى لانص فيها عن صاحب المذهب ، كالخصاف وابى جعفر الطحاوى ابى الحسن الكرخي وشمس الأئمة الحلوانى، وشمس الأئمة السرخسى، وفخر الاسلام البزدوى وفخر الدين، قاضيخان وامثالهم فانهم لايقدرون على شئ من المخالفة لافى الأصول ولا فى الفروع لكنهم يستنبطون الأحكام

فی المسائل التی لانص فیها علی حسب الأصول والقواعد.

الرابعة: طبقة اصحاب التخریج من المقلدین کالرازی واضرابه، فانهم لایقدرون علی الاجتهاداصلا، لکنهم لاحاطتهم بالأصول وضبطهم للمأخذ یقدرون علی تفصیل قول مجمل ذی وجهین، وحکم مبهم محتمل لأمرین منقول عن صاحب المذهب او احدمن اصحابه برایهم ونظر هم فی الأصول والمقایسة علی امثاله ونظائره من الفروع ومافی الهدایة من قوله کذا فی تخریج الکرخی وتخریج الرازی من هذالقبیل.

الخامسة: طبقه اصحاب الترجیح من المقلدین، کابی الحسن القدروی وصاحب الهدایة وامثالهم،و شائنهم تفضیل بعض الروایات علی بعض کقولهم هذا اولی، وهذااصح روایة، وهذااوفق للناس.

والسادسة: طبقة المقلدین القادرین علی اتمیز بین الأقوی والقوی والضیعف وظاهر المذهب والروایة النادرة، کاصحاب المتون المعتبرة من المتأخرین، مثل صاحب الکنز، وصاحب المختار وصاحب الوقایة وصاحب المجمع ، وشأنهم ان لاینقلوا الأقوال المردودة والروایات الفعیفة.

السابعة: طبقة المقلدین الذین لایقدرون علی ماذکر ولا یفرقون بین الفث والسمین.

[شامیہ: ج۱ص۷۷، ایچ ایم سعید کراچی]

اسی طرح علامہ انصاری الھندی المتوفی ۷۸۶ھ اپنی مایہ ناز تصنیف فتاوی تاتارخانیہ میں رقم طراز ہیں:۔

طبقات الفقهاء الحنفية:

الطبقة الاولى: طبقة المجتهدين في الشرع، هم الذين يستخرجون الأحكام من الكتاب والسنة وليوابتابيعن لأحدفي اجتهاداتهم لافي الأصول ولا في الفروع كالأئمة الأربعة الخ.

[التاتارخانیۃ: ج۱ص۲۵ ادارۃ القرآن العلوم الأسلامیہ کراچی]

مجتہدین کا اجتہاد اور اس کے فضائل

مجتہدین فقہاء ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جن کو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے مسائل پر استنباط کی قدرت حاصل ہو۔ اللہ جل شانہ نے ان کو یہ ملکہ دیا ہوتا ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آنے والے حالات ومسائل کا حل پیش کریں۔ اور اس کے مقابلے میں مقلدین عام لوگوں کو اس کا تدارک نہیں، جن کو مسائل کے استنباط کا ملکہ حاصل نہیں ہوتا، اور اگر ان مقلدین کو کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو تو ان کو اپنے علاقے کے علماء سے اس مسئلے کے بارے میں پوچھنا چاہئے۔

مجتہدین کے فضائل کے بارے میں احادیث زیادہ واضح اور صریح ہیں جن میں مجتہدین کے اجتہاد کی صوابیت اور اجر کو بیان کیا گیا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ جب یمن کی طرف روانہ فرمارہے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر تمہارے پاس کوئی مسئلہ آیا تو تم کس چیز سے فیصلہ کروگے۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کتاب اللہ سے وہ میرے سامنے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں موجود نہ ہو تو تم کس چیز سے فیصلہ کروگے، عرض کیا کہ سنت

رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے سامنے ہے۔ اس سے فیصلہ کرونگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ اگر وہ مسئلہ سنت رسول میں بھی نہ ہوتو پھر کس چیز سے فیصلہ کروگے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو دعا دی اور روانہ فرمادیا۔

اسی طرح دوسری حدیث میں وارد ہے۔ حضرعمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جب کوئی حاکم کسی مسئلہ کے بارے میں اجتہاد کرتا ہے۔ اگر تو وہ اجتہاد درست ہوجائے۔ تو اس کے لئے دو اجر ہیں۔ اور اگر وہ اجتہاد خطأ ہوجائے تو پھر بھی اس کے لئے ایک اجر ہے۔

چنانچہ امام المحدثین ابوداؤد سلیمان بن اشعث الجستانی رحمہ اللہ علیہ اپنی کتاب سنن ابی داؤد میں رقم طراز ہیں:۔

عن اناس من اهل حمص من اصحاب معاذبن جبل ان رسول الله ﷺ لما ارادان يبعث معاذالى اليمن قال كيف تقضى اذاعرض لك قضاء قال اقضے لكتاب الله قال فان لم تجدفى كتاب الله قال فبسنة رسول الله ﷺ قال فان لم تجدفى سنة رسول الله صلى الله ﷺ ولافى كتاب الله. قال اجتهد برائى ولا الوفضرب رسول الله ﷺ وسلم صدره فقال الحمد لله الذى رفق رسول رسول الله ﷺ لمايرضى رسول ﷺ. [ابوداؤد: ج ۲ ص ۱۴۹ ایچ، ایم، سعید کراچی]

کیا اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے؟

یہ بات مسلم ہے کہ چوتھی صدی کے بعد کوئی مجتہد مطلق پیدا نہیں ہوا۔ یعنی چوتھی صدی کے بعد اجتہاد مطلق کا دروازہ بند ہوا ہے اور جہاں تک نئے پیش آنے والے مسائل کا تعلق ہے۔ اور ان کا حل مطلوب ہے، تو ان مسائل پر ائمہ مجتہدین کے وضع کردہ

اصولوں کی روشنی میں غور کیا جائے گا اور اس چیز کی ضرورت ہمیشہ رہے گی۔

اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ چوتھی صدی کے بعد اجتہاد ممنوع قرار دے دیا گیا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اجتہاد مطلق کے لئے جس علم اور فہم، بصیرت اور ادراک، ورع وتقوی کی ضرورت ہے، وہ جو معیار ہے۔ وہ ختم ہو گیا ہے تو اب اس درجہ کا کوئی آدمی نہیں ہے جو اجتہاد مطلق کی مسند پر قدم رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

اس کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اجتہاد سے جو کچھ مقصود تھا (یعنی قرآن وسنت سے شرعی مسائل کا استنباط وہ از روئے اصولاً وفروعاً مکمل ہو چکا تھا۔ اس لئے اب اس کی ضرورت باقی نہ تھی، اور دوسری وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ اگر یہ اجتہاد کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا تو امت کی اجتماعیت کو نقصان پہنچتا۔

اجماع مجتہدین کا معتبر ہوگا یا ہر ذی علم کا

اجماع مجتہدین کا صرف معتبر ہوگا۔ کیونکہ مجتہدین کو کتاب وسنت سے مسائل کو استنباط کرنے کی قدرت حاصل ہوتی ہے۔ اور اللہ جل شانہ نے ان کو یہ ملکہ دیا ہوا ہوتا ہے کہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آنے والے حالات ومسائل کا حل پیش کر سکتے ہیں۔ جب کہ ذی علم کو ان چیزوں پر قدرت نہیں ہوتی۔

علاوہ ازیں مجتہد کتاب وسنت، اصول اور اجماع مسائل کے علم میں ماہر ہوتا ہے۔ اور ساتھ عربی فنون میں مہارت تامہ رکھتا ہے، اور ہر ذی علم ان چیزوں سے زیادہ واقفیت نہیں رکھتا۔ اس لئے اجماع مجتہدین کا اہمیت رکھے گا۔ ذی علم کا اجماع معتبر نہیں۔

چنانچہ الدکتور وھبۃ الزحیلی رحمہ اللہ علیہ اپنی تصنیف اصول الفقہ الاسلامی میں رقم طراز ہیں:۔

هو من لم تتوافر لديه ملكة الاستنباط، سواء آكان غير عالم اصلا، ام عالما بفن غير معرفة طرق استنباط الأحكام الشرعية. ان الاجماع في فنون العلم هو اجماع

اهل كل فن العارفين به بدون من عداهم.

[اصول الفقہ الاسلامی: ج۱ص۴۹۹ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان]

الفصل الثالث:

لفظ اتفاق کی اضافت مجتہدین کی طرف ہو تو اس کا منشاء کیا ہے؟

یہاں پر کلمہ "المجتہدین" جو اجماع کی تعریف میں مذکور ہے یہ عموم کے لئے ہے، اور جس جمع کو الف لام جنسیہ سے معرف کیا جائے تو وہ عموم کا فائدہ دیتی ہے۔ جیسا کہ عموم کے صیغوں میں مشہور ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ تمام مجتہدین کا اتفاق واجب ہے۔ تو جمہور علماء کے نزدیک اگر اکثر مجتہدین نے اتفاق کرلیا یا ایک معین گروہ جو مجتہدین انہوں نے اتفاق کرلیا۔ تو ان کا اجماع معتبر نہیں ہوگا۔ (یعنی ان کے اجماع کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

اسی طرح جمہور علماء کے ہاں صرف اہل مدینہ کا اجماع معتبر نہیں اور نہ ہی اہل حرمین، اہل بصرہ اور کوفہ وغیرہ کا۔ بلکہ جمیع مجتہدین کا اجماع اور اتفاق ہونا ضروری ہے۔

چنانچہ علامہ الزحیلی رحمہ اللہ اپنی کتاب اصول الفقہ الاسلامی میں رقم طراز ہیں:۔

كلمة (المجتهدين) في تعريف الاجماع للغموم، فانه يجب اتفاق جميع المجتهدين اما اذااتفق اكثر المجتهدين اوطائفة معينة منهم فلا يعتبر اجماعهم عند الجمهور. ولا يعتبر ايضا اجماع اهل المدينة وحدهم، ولااجماع اهل الحرمين وحده،، ولا اجماع آهل البصرة والكوفة وحدهم، ولا اجماع ابى بكر وعمر اواجماع الخلفاء الأربعة والا جماع اهل البيت.

[اصول الفقہ: ج۱ص۵۰۵ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان]

اجماع اور اہل مدینہ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صرف اہل مدینہ والوں کا اجماع حجت ہے۔ یعنی صحابہ یا تابعین میں سے جب کسی کا کسی مسئلہ پر اتفاق ہو جائے۔ وہ معتبر ہے، ان کے علاوہ کسی کے اجماع کا اعتبار نہیں ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ احادیث میں مدینہ والوں سے خطأ اور بھول کی نفی کی گئی ہے۔ لہذا ان کی متابعت ضروری ہے۔

لیکن امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا یوں کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اجماع صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا اہل مدینہ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جمیع امت کو صفت وسط، معروف اور شہادۃ سے متصف کیا ہے اور یہ چیز کسی زمانے، مکان اور قوم کے ساتھ خاص نہیں۔ اور ان سے جو اجماع ثابت ہوگا وہ حجت ہوگا بلکہ ہر زمانے اور ہر شہر والے مراد ہیں۔ کیونکہ امت کا مفہوم پہلے والے معنیٰ پر صادق نہیں آتا۔

چنانچہ امام فخر الاسلام علی بن محمد البز دوری اپنی کتاب کشف الاسرار میں رقم طراز ہیں:۔

نقل عن مالك رحمه الله تعالىٰ انه قال اهل المدينة اذا اجمعوا على شئ لم يعتد بخلاف غير هم متمسكا بقوله عليه السلام ان المدينة تنفى خبثها كما ينفى الكبر خبث الحديد والخطأ من الخبث فكان منفيا عن اهل المدينة واذاانتفى عنهم وجب متعابعتهم ضرورة وقوله عليه السلام ان الاسلام ليأرزالى المدينة كما تارزالحية الى حجر هارى ينضم اليها وكانوا اعرف باحوال الرسول عليه. السلام من غير هم فوجب ان لايخرج الحق من قولهم. | کشف الاسرار: ج ۱ ص ۲۴۱ الصدف پبلشرز کراچی |

اسی طرح امام ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل اپنی تصنیف اصول السرخسی میں رقم طراز ہیں:۔

ومن الناس من يقول :الاجماع الذى هو حجة اجماع اهل المدينة خاصة لأنهم اهل حضرة الرسول وقد بين رسول الله عليه وسلم خصوصية تلك البقعة فى آثار فقال "ان الاسلام ليأرز الى المدينة كما تأرز الحية الى جحرها" وقال عليه السلام" ان الدّجال لايدخلها ولكن ماقررنامن المعانى لايختص بمكان دون مكان.

[اصول السرخسی: ج۱ص۳۱۴ مکتبہ دار المعرفہ]

اسی طرح علامہ فخر الاسلام درج ذیل مضمون کی وضاحت کرتے ہوئے یوں دوسری جگہ زیب قرطاس ہیں:۔

فانها تثبت بصفية الوساطة والشهادة والامربالمعروف وهذه المعانى لاتختص بزمان ولا بمكان ولا يقوم وماثبت به الاجماع حجة من نحوقوله تعالىٰ كنتم خير امة اخرجت للناس، وغيرها لايوجب اختصاص الاجماع بشئ من هذااى مماذكرنا لان الصحابة واهل المدينة كما كانوأمة محمد صلى الله عليه وسلم كان عترتهم من مؤمنى اهل كل عصر ومصر كذلك.

[کشف الاسرار: ج۳ص۲۴۱ الصدف پبلشرز کراچی]

اجماع اور اہل حرمین واہل مصر

اجماع اہل حرمین (مکہ اور مدینہ) اور اسی طرح اہل المصرین (یعنی کوفہ اور بصرہ) کا معتبر نہیں اور نہ ہی حجت ہے اس لئے کہ یہ امت کے بعض افراد ہیں، جب کہ وقت کے جتنے صالح مجتہدین ہیں، ان تمام کا اتفاق ضروری ہے۔ نیز ادلہ شرعیہ میں کسی شہر کا ممتاز ہونا شرط نہیں ہے۔

البتہ بعض اصولیین کا گمان ہے کہ اجماع اہل حرمین اور اہل مصر کا حجت ہے بوجہ ان کے اعتقاد کے کہ انہوں نے اجماع کو صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ خاص کیا۔ اس لئے کہ یہ شہر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مواطن ہیں ان سے کوئی نہیں نکلا، مگر چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ادھر ادھر گئے ہیں۔

لیکن یہ بات خلاف واقعہ ہے کیونکہ بہت سارے اصحاب دوسرے شہروں میں اشاعت دین کے لئے گئے ہیں، مثلاً عراق، یمن، شام وغیرہ۔

چنانچہ الدکتور وھبۃ الزحیلی اپنی کتاب اصول الفقہ الاسلامی میں رقم طراز ہیں:۔

اجماع اهل الحرمين (مكة والمدينة) واهل المصرين (البصرة والكوفة) غير معتبر ايضا لأنهم بعض الأمة.

[اصول الفقہ: ج۱ص۵۱۲ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ]

اجماع اور خلفاء الراشدین

بعض اہل علم لوگوں کا قول ہے کہ شیخین کا اجماع معتبر ہے، حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا قول حجت ہے۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے تم میرے بعد ابوبکر وعمر کی اقتداء کرنا، امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

اور بعض حضرات حنیفہ میں سے قاضی ابوحازم اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت ہے کہ خلفاء اربعہ کا اجماع معتبر ہے۔ یعنی ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم کا قول حجت ہے۔ اگرچہ دوسرے حضرات کا اختلاف ہو۔

ان لوگوں کی دلیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔ تم پر لازم ہے کہ میری اور میرے اصحاب کی (یعنی خلفاء راشدین) کی سنت کو مضبوطی سے پکڑو۔ اور وجہ استدلال یہ ہے کہ یہاں پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفاء اربعہ کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ اپنی اتباع کا حکم ہے۔ اور خلفاء راشدین اربعہ سے مراد یہی جو مذکور ہیں

حضرت ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

جواب نمبر:۱۔ان دونوں گروہوں کو احادیث مبارکہ کا ایک جواب تو یہ دیا جاتا ہے کہ یہاں جو ان کی اتباع کا حکم ہے وہ ازروئے اقتداء کے ہے۔یعنی جو ان میں خلافت کی ترتیب ہے اسی طرح ان کی اقتداء کرو۔نہ کہ ان کا قول حجت ہے دوسروں پر۔

جوب نمبر:۲۔اور دوسرا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اگر" علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین من بعدی عضوا علیها بالنواجذ "سے مراد خلفاء اربعہ راشدین کا قول حجت مان لی جائے تو پھر اس کا تعارض دوسری حدیث سے لازم آتا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے"میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی تم اقتداء کروگے تو کامیاب ہو جاؤ گے" تو اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول حجت ہے۔حالانکہ ایسا نہیں، اور ویسے بھی مشہور قاعدہ ہے"اذا تعارض الخبران بطل الاستدلال بهما"۔

جمہور علماء کا مذہب

جمہور علماء کا مذہب یہ ہے خلفاء اربعہ کا اجماع حجت نہیں ہے۔اس لئے کہ یہ امت کا بعض حصہ ہیں۔ہاں البتہ خلفاء اربعہ کا اجماع معتبر ہے جب ان کے زمانے میں کسی نے بھی ان کی رائے سے اختلاف نہ کیا ہو۔

چنانچہ علامہ زحیلی اپنی تصنیف میں زیب قرطاس ہیں:۔

قال بعض اهل العلم ان اجماع الشيخين! ابی بکر وعمر حجة لقوله عليه الصلاة والسلام"اقتدوا بالذين من بعدی ابی بكر وعمر، وقال آخرون منهم القاضی ابو حازم من الحنفية واحمد بن حنبل فی رواية عنه ان اجماع الخلفاء الأربعة، ابی بکر وعمر وعثمان وعلی رضی الله عنهم حجة مع خلاف غيرهم لقوله عليه الصلاة والسلام"عليم

بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين من بعدي عضوا عليها بالنواجذ ووجه الدلالة: انه النبي صلى الله عليه وسلم امر باتباع سنة الخلفاء الأربعة الراشدين كما امر باتباع سنته. ويجاب عن الحديثين بأن المراد بهما بيان انهم اهل للاقتداء بهم لاعلى ان قولهم حجة على غيرهم الثاني:وهما معارضان بأحاديث آخرى.

[اصول الفقہ: ج۱ص۵۱۳ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ]

اسی طرح ملاجیون اپنی شہرآفاق کتاب نورالانوار میں رقم طراز ہیں:۔

وكونه من الصحابة اومن العترة لايشترط يعنى قال بعضهم لااجماع الاالصحابة لان النبي صلى الله عليه وسلم مدحهم واثنىٰ عليهم الخير فهم الاصول في علم الشريعة وانعقاد الاحكام. [نورالانوار:ص۲۲۰، ایچ،ایم،سعید کراچی]

اجماع اور اہل العترۃ

فرقہ امامیہ اور زیدیہ کا کہنا ہے کہ صرف اہل عترۃ کا اجماع حجت ہے۔وہ حضرات عترۃ سے مراد حضرت علی، فاطمہ اور حسن وحسین لیتے ہیں۔اور اہل عترۃ کے اجماع کے حجت ہونے کے لئے۔کتاب اللہ وسنت رسول اور قیاس سے استدلال پکڑتے ہیں۔

کتاب اللہ سے ان کی دلیل آیت مذکورہ ہے۔

قال الله تعالىٰ: إِنَّمَا يُرِيْدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً. [الاحزاب: آیۃ۳۳]

وجہ استدلال:

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت سے رجس سے نفی کی خبر دی ہے اور خطأ رجس ہے جب ان سے رجس کی نفی کی گئی ہے تو خطأ کی بھی ہوگئی تو ان کا اجماع حجۃ ہے۔اور اہل

بیت سے مراد حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں کیونکہ جناب نبی کریم ﷺ نے ان کو اپنی چادر میں لپیٹا تھا جس وقت آیت مذکورہ کا نزول ہوا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ میرے گھر والے ہیں یعنی ''ھؤلاء اھل بیتی''۔

جواب نمبر:۱۔

آیت مذکورہ کا نزول ازواج رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ہے کہ ان سے تہمت کو دفع کرنے کا قصد کیا گیا ہے۔ اور مؤمنین کو تنبیہ کی گئی ہے کہ ازواج مطہرات گناہ، شرک اور طمع سے پاک ہیں۔ اور ان سے مذکورہ چیزوں کو دور کیا گیا ہے۔ اور اس بات کی تائید اور وضاحت ماقبل سے معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان دلالت کر رہا ہے کہ اہل بیت سے گناہوں کو دور کیا گیا ہے۔ اور ان کو طہارت کا وصف دیا گیا ہے۔

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ○ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا . (الاحزاب)

معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ سے اہل عترۃ کا اجماع ثابت نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی یہ اجماع حجت ہوگا۔ یعنی اہل عترۃ کا اکیلے اجماع حجت نہیں۔

جواب نمبر:۲۔

اگر اس بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ آیت مذکورہ حضرت علی، فاطمہ اور حسن، حسین رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی ہے پھر اس بات کو کوئی تسلیم نہیں کرتا کہ خطأ اجتہادی پر رجس کا اطلاق ہوتا ہے۔ کیونکہ لغوی اور شرعی لحاظ سے اس کا معنی اور معلوم ہوتا ہے۔ تو لغت میں رجس کا معنیٰ قذر ہے۔ اور شرعی اعتبار سے رجس کا اطلاق آخرت کے

عذاب پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے۔

انہ قدوقع علیکم من ربکم رجس وغضب

[الاعراب آیۃ:۷۸]

سنت رسول ﷺ سے دلیل:

یہ لوگ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں:۔

فقولہ علیہ الصلاۃ والسلام" انی ترکت فیکم ما ان اخذ تم بہ لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی.

[الترمذی: ج ۲ ص ۲۱۹، ایچ، ایم سعید، کراچی]

یہاں پر جناب نبی کریم صلی ﷺ نے ان دو (کتاب اللہ اور عترۃ) میں بند کیا ہے ان سے دلیل پکڑو ان دونوں کے علاوہ کو قبول نہ کرو۔ لہذا اہل عترۃ کا اجماع حجت ہے۔

جواب نمبر:۱۔

روایات میں جہاں پر عترۃ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ وہاں مجازی طور پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال مراد ہوتے ہیں۔ اور اس کی تعبیر سنت مبارکہ ہوا کرتی ہے۔ جیسا کہ دوسری روایات میں وارد ہے کتاب اللہ وسنتی، وغیر ذلك۔

جواب نمبر:۲۔

حدیث مذکورہ خبر احاد ہے اور خبر احاد تمہارے ہاں حجت نہیں ہے۔

قیاس سے دلیل

یہ لوگ عقلی طور پر بھی دلیل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اہل عترۃ کا اجماع اس لئے معتبر ہے کہ شرافت اور نسبت خاندانی انہیں کے ساتھ مختص ہے۔ یہ نبوت کے خاندان میں سے ہیں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کافی عرصہ تک رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کے اقوال وافعال کے حافظ، اور ان کو اچھی طرح جانتے ہیں، نیز معصوم عن الخطأ ہیں ،لہذا ان کے اقوال وافعال دوسروں پر حجت اور دلیل ہیں۔

جواب:

اس عقلی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اجتہاد اور استنباط میں ان اوصاف کا کوئی اثر نہیں ہے۔ بلکہ اجتہاد واستنباط کے لئے اہل نظر ورائے کا ہونا ضروری ہے۔ اور ایسے ملکہ کا ہونا لازمی ہے جس سے مسائل کا استنباط کر سکے۔

باقی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ دیر تک رہنا اس میں تو ازواج مطہرات، اہل عترۃ اور باقی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین بھی شریک ہیں۔

خلاصہ:

یہ ہے کہ تمام آراء پر جمہور علماء کی رائے کو ترجیح ہوگی، اکیلے اہل عترۃ کا اجماع حجت نہیں ہے۔

چنانچہ امام فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب کشف الاسرار میں رقم طراز ہیں۔

وقال بعضهم وهم الزيدية والا مامية من الروافض لايصح الاجماع الامن عترة الرسول عليه السلام اى قرابته متمسكين فى ذلك بالكتاب وهو قوله تعالىٰ انما يريد الله تطهيرا عنكم ارجس اهل ابيت وليطهركم. اخبر بنفى الرجس فيكون منفياعنهم فقط.

وبالسنة وفى قوله عليه السلام انى تارك فيكم الثقلين فان تمسكتم بهما لم تضلوا كتاب الله وعترتى. حصر التمسك بهما فلايقف اقامة الحجة على غيرهما.

وبالمعقول وهو انهم اختصوابالشرف والنسب فكانوا

اهل بیت الرسالة ومهبط الوحی والنبوة ووقفوا علی اسباب التنزیل ومعرفة التأویل وافعال الرسول واقواله بکثرة المخالطة فکانوا اولیٰ بهذه الکرامة.

وکذاماتمسك به القریق الثانی لان المراد من قوله تعالیٰ وانّما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ازواج النبی علیه السلام عند عامة اهل التفسیر ولئن سلمنا ان المراد قرابة الرسول علیه السلام فالمراد من الرجس، الشرك اولاثم او الشیطان او الاهواء والبدع اوالبخل والطمع علی ماذکر فی التفسیر فلا یصح الاحتجاج به وکذاقوله علیه السلام ترکت فیکم الثقلین من الاحاد وخبر الواحد لیس بحجة عندهم علی انه یفیدوجوب التمسك بالکتاب والعترة لا بالعترة وحدها مع انه معارض بنحو اصحابی کالنجوم الدال علی جواز التمسك بقول کل واحد من الصحابة وکون المتمسك به مهتدیا وان خالف ذلك الصحابی اهل البیت وحینئذ لایکون قولهم واجب الاتباع.

[کشف الاسرار: ج۳ص۲۴۱، الصدف پبلشرز کراچی]

چنانچہ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی المتوفی ۴۹۰ھ اپنی مشہور کتاب اصول السرخسی میں رقم طراز ہیں:۔

انواع الکرامة لأهل البیت متفق علیه، ولکن حکم الاجماع الموجب للعلم باعتبار نصوص ومعانی لا یختص ذلك بأهل البیت ، والنسب لیس من ذلك فی شیٔ فالتخصیص به یکون زیادة کیف وقد قال تعالیٰ" واتبع سبیل من آناب الی" فکل من کان منیباً الی ربه فهو داخل

فی ھذہ الایۃ وھو مراد بقولہ تعالیٰ" ویتبع غیر سبیل المؤمنین". [اصول السرخسی: ج۱ص۳۱۵ مکتبہ دار المعرفہ]

الفصل الرابع:

اجماع کے شرائط

نمبر:۱۔ مجتہدین کا اتفاق:

اجماع کی پہلی شرط یہ ہے کہ مجتہدین کا آپس میں اتفاق ہو۔ یعنی اتفاق سے مراد ہر ایک کی رائے دوسرے کی رائے کے موافق ہو۔ اور اصل مقصود یہ ہے کہ وہ اعتقاد یا قول یا فعل میں ایک جیسے ہوں۔ اور یہ اشتراکیت مسئلہ متنازع فیہ میں ازروئے قول یا فعل یا سکوت یا بیان کی صورت میں ہوگی۔ اس لئے تمام مجتہدین کی موافقت ضروری ہے۔ اوران میں سے کسی ایک نے بھی مخالفت کی تو اجماع منعقد نہیں ہوگا، کیونکہ اتفاق کا تحقق نہیں پایا جارہا۔ مجتہدین کی رائیں متفق علیہ ہونی چاہیں۔

نمبر۲:۔ اہل الرائے مجتہدین ہوں:

اجماع صرف مجتہدین کا منعقد ہوگا۔ ان کے علاوہ کا اجماع معتبر نہیں ہے۔ کیونکہ ان وگوں کو ایسا ملکہ حاصل ہوتا ہے۔ جس کے ذریعہ سے مسائل کو مستنبط کرتے ہیں۔ جب کہ غیر مجتہدین کو یہ چیز حاصل نہیں ہوتی، اس لئے اہل الرای اور اجتہاد والوں کا اجماع منعقد ہوگا۔ تو اجماع کی شرائط میں سے ایک شرط مجتہدین کا بھی ہونا ضروری ہے۔

نمبر۳:۔ مجتہدین کا امت محمدیہ میں سے ہونا:

اجماع کے منعقد ہونے کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مجتہدین امت محمدیہ میں سے ہوں۔ اصل محل بحث یہ ہے کہ وہ مسلمان ہوں، اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کیا ہو، اوران تمام چیزوں پر ایمان رکھتے ہوں جو جناب نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم لے کر آئے ہیں۔ اور علماء کا اتفاق ہے کہ اس موضوع میں کافر کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اور اسی طرح سابقہ امم کا بھی۔ اس لئے کہ کافر کا قول دینی مسائل میں غیر مقبول ہے اور دین کی مخالفت کی وجہ سے متہم ہے۔

اور نقلی دلائل بھی اجماع کے اثبات کے لئے دلالت کرتے ہیں کہ وہ الوگ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہوں۔ کیونکہ ان کا غلطی پر متفق ہونا، اس چیز کی نفی کی گئی ہے۔ اسی وجہ سے ان کی مخالفت سے روکا گیا ہے اور ان کی رای کا اتباع کرنا واجب ہے۔ مجتہد فاسق اہل اجماع میں سے ہیں۔ کیونکہ وہ امت اسلامیہ میں داخل ہیں۔

نمبر ۴:۔ اجماع نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ہو:

اجماع کے انعقاد کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ اجماع جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہو، کیونکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اجماع کا کوئی اعتبار نہیں، اس لئے جب لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول حجت ہوگا، اور اگر انہوں نے مخالفت کی تو ان کے اجماع کا کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صاحب تشریع ہیں۔ اسی وجہ سے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اجماع کا انعقاد نہیں ہوگا، بلکہ اتفاق المجتہدین بعد وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم شرط ہے۔

نمبر:۵۔ مجتہدین کا اجماع اسوقت ہو جب واقعہ پیش آیا ہو:

مجتہدین کا اجماع اس وقت منعقد ہوگا، جس وقت کوئی واقعہ یا حادثہ پیش آیا ہو، اور لوگوں نے اس وقت مسئلہ جدید کا شرعی حل طلب کیا ہو۔ اس وقت اہل الرای اور اہل النظر لوگوں کا متفق ہونا شرط ہے۔

نمبر:۶۔ مجتہدین کا اتفاق زمانے میں سے کسی زمانہ میں ہو:

اجماع کے انعقاد کے لئے ایک شرط یہ ہے کسی بھی زمانے میں مجتہدین کا اتفاق حکم

شرعی پر ہو، اس کا یہ مطلب نہیں کہ امت کے تمام مجتہدین تمام زمانوں میں متفق ہوں یہ محال ہے۔اس صورت میں تو اجماع کا بالکل تحقق نہیں ہوگا۔اور اجماع قیامت کے دن سے پہلے ممکن نہیں اور قیامت کے بعد اس کی ضرورت ہی نہیں۔

یہاں اصل مقصود یہ ہے کہ وہ لوگ جن کا مختلف فیہ مسائل میں اتفاق یا اختلاف متصور ہو۔اور ایسے لوگ ہر زمانے میں موجود ہوتے ہیں۔اور عصر سے مراد، وہ زمانے ہے، جس میں حادثہ پیش آیا ہو۔اور اُس زمانے میں اہل اجتہاد بھی ہوں اور اس میں شرعی حکم بھی طلب کیا گیا ہو۔اسی وجہ سے اگر کوئی اس مسئلہ کے پیدا ہونے کے بعد والے زمانے میں مجتہد بنا ہو۔تو اس کا اجماع منعقد نہیں ہوگا۔بے شک جب مجتہدین کا زمانے میں سے کسی زمانہ میں پیدا ہونے والے شرعی مسئلہ پر اتفاق ہو جائے تو یہ اجماع منعقد ہو جائے گا۔اور اس کی اتباع واجب ہو جائے گی۔

نمبر ۷:۔ مجتہدین کا اتفاق حکم شرعی پر ہو:

اجماع میں محل بحث یہ ہے، وہ حکم امور دینیہ کے ساتھ مختص ہو یا امر شرعی ہو۔جیسے بیع کی حلت وحرمت وغیرہ، تو اجماع کے منعقد ہونے کے لئے ایک شرط یہ بھی ضروری ہے کہ وہ امر شرعی ہو۔جس پر مجتہدین کا اتفاق ہو۔اگر اتفاق کسی حکم لغوی پر ہو جیسے فاء تعقیب کے لئے یہ قضیہ عقلیہ پر ہو۔جیسے عالم حادث ہے یا امور دنیوی میں سے کسی امر پر ہو۔جیسے حرب میں اور رعایا کے امور میں تدبر وغیرہ جن کو عام طور پر پہچانا جاتا ہے۔اور بحیثیت مکلف ہونے کے ان کا تعلق افعال مکلفین کے ساتھ نہیں ہے۔تو ان میں اتفاق، یہ اجماع شرعی نہیں ہے۔

چنانچہ الدکتور علامہ وھبۃ الزحیلی اپنی کتاب اصول الفقہ الاسلامی میں رقم طراز ہیں:۔

صدور الاتفاق: ان يكون راى كل واحد على وفق راى للآخر لابدمن موافقة جميع المجتهدين فاذا خالف احدهم لم ينعقد الاجماع. والمجتهدون وان يكون

المجمعون من امة محمد صلى الله عليه وسلم اى من المسلمين وهم كل من آجاب دعوة رسول الله ﷺ وآمن بما جاء به واتفاق المجتهدين بعد وفاة الرسول عليه الصلاة والسلام اى فالجمهور يقولون: لاعبرة بالاجماع في عصره صلى الله عليه وسلم لأنه اذا وافق الرسول المجمعين فالحجة هو قوله صلى الله عليه وسلم وان خالفهم فلا عبرة بما آجمعوا عليه: لأنه صاحب التشريع، لاينعقد الاجماع فى عهد الرسول صلى الله عليه وسلم. اتفاق المجتهدين فى عصر من العصور اى ليس المراد بداهة جميع مجتهدى الأمة فى جميع الأعصار الى يوم القيامة والادى الى عدم تحقق الاجماع آصلاً اذ لااجماع قبل يوم القيامة وبعد يوم القيامة لا حاجة للاجماع. الاتفاق على حكم شرعى: اى هو المختص بالامور الدينية اوالشرعية كحل البيع اما الاتفاق على الأحكام اللغوية ليس اجماعاً شرعياً.

[اصول الفقہ: ج ۱ص ۲۵۔۵۲۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان]

وقال امام الحرمين في البرهان:

"ولا أثر لاجماع فى العقليات، فان المتبع فى العقليات الأدلة القاطعة، فاذا انتصبت لم يعارضها شقاق، ولم يعضد هاوفاق. [البرھان: ص ۲۷۷، جزء اول دار الکتب العلمیہ بیروت]

اوراسی طرح امام ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی اپنی تصنیف اصول السرخسی میں رقم طراز ہیں:۔

" انقراض العصر ليس بشرط، لأن اجماع لما انعقد

باعتبار اجتماع معانی الذی قلنا کان الثابت به کالثابت بالنص، وکما أن الثابت بالنص لایختص بوقت دون وقت فکذالك الثابت بالاجماع ولوشرطنا انقراض العصر لم یثبت الاجماع ابداً لکنا، بعد ماثبت الاجماع موجب للعلم باتفاقهم فلیس لأحد ان یظهر خلاف ذلك برآیة لا من آهل ذلك العصر ولا من غیرهم، کما لایکون له آن یخالف النص برأیه وهذابخلاف رآیه قبل انعقاد الاجماع لان الدلیل الموجب للعلم لم یتقرر هناك فکان قوله معتبراً فی منع انعقاد الاجماع.

[اصول السرخسی: ج ۱ ص ۳۱۵، مکتبہ دار المعرف]

الفصل الخامس:

اجماع کارکن

رکن اور ائمہ لغت:

''الرکن'' باب نصر اور سمع دونوں سے آتا ہے تو اس وقت اس کا مصدر رکونا ہے۔ بمعنی مائل ہونا، آرام لینا، اعتماد وبھروسہ کرنا۔ ''الرکن'' باعث تقویت، عزت وقوت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے ''فلان رکن من ارکان قومه'' فلاں اپنی قوم کے اشراف میں سے ایک ہے۔ اور اس کی جمع ارکان اور اَرْکُن آتی ہے۔

[مصباح اللغات: ص ۳۱۲ دار الاشاعت کراچی منجد (اردو) ص ۳۱۰ قدوسیہ لاہور]

رکن اور صاحب معجم الوسیط

صاحب معجم الوسیط رکن کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:۔

کہ کسی چیز کا وہ حصہ جس پر اس چیز کی ماہیت قائم ہو۔ یعنی یہ جزء حقیقی اس چیز کا کہلاتا

ہے یعنی اس کے بغیر چیز متحقق ہی نہیں ہوتی۔

"قوم کے بڑے آدمی یا سردار کو بھی رُکن کہا جاتا ہے۔

الرکن: احد الجوانب التی یستند الیها الشیٔ، ویقوم لها وجزء من اجزا حقیقة الشیٔ یقال رکن الصلاة ورکن الوضوء والا مر العظیم وما یتقوی به من ملك وجند وقوم وفلان رکن من ارکان قومه شریف من اشرافهم.

[المعجم الوسیط: ص ۳۷۰ اللغۃ العربیہ بیروت]

رکن کی اصطلاحی تحقیق

صاحب "التعریفات" علامہ علی بن محمد الجرجانی رکن کی اصطلاحی تعریف یوں کرتے ہیں کہ جس شی پر دوسری چیز کی اصلیت برقرار ہو اس کو رکن کہا جاتا ہے۔

چنانچہ علامہ موصوف اپنی کتاب "التعریفات" میں رقم طراز ہیں:۔

"وفی الاصطلاحی: مایقوم به ذلك الشیٔ من التقوم، اذاقوام الشیٔ من التقوم، اذاقوام الشیٔ برکنه لامن القیام"

[التعریفات: ص ۱۱۵، دارالکتب العلمیہ بیروت]

یہ تعریف مفتی عمیم الاحسان ابرکتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "قواعد الفقہ" میں لکھتے ہیں:۔

واصطلاحاً مایقوم به ذلك الشیٔ اذقوام الشی برکنه

[قواعد الفقہ: ص ۳۰۹، میر محمد کتب خانہ کراچی]

رکن کے معدوم ہونے کا اثر

جس چیز کی تکمیل دوسری چیز پر ہو۔ وہ اس چیز کا رکن کہلاتی ہے اور رکن داخل فی الماھیت ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ایک چیز کی تکمیل دوسری چیز پر ہے۔ تو اگر وہ چیز معدوم ہوگی تو شی اوّل معرض وجود میں نہیں آئے گی۔ اس لئے رکن کے معدوم ہونے

کا اثر یہ ظاہر ہوگا۔ کہ چیز منعقد ہی نہیں ہوگی رکن کا ہونا لازمی اور ضروری ہے۔

چنانچہ مفتی عمیم الاحسان المجد دی البرکتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب قواعد الفقہ میں رقم طراز ہیں:۔

رکن شیٔ مایتم بہ وھو داخل فیہ بخلاف شرطہ وھو خارج عنہ. [قواعد الفقہ: ص۳۰۹ میر محمد کتب خانہ کراچی]

اسی طرح صاحب اصول الفقہ الاسلامی رقم طراز ہیں:۔

الرکن :ھو جزء الشیٔ الذی لایتحقق بدونہ

[اصول الفقہ: ج۱ ص۶۰۵، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ]

رکن الاجماع

اجماع کا رکن مجتہدین کا اتفاق ہے۔ اگر مجتہدین کے درمیان اتفاق نہیں ہے تو اجماع منعقد نہیں ہوگا۔

اتفاق کے متحقق ہونے کے لئے یہ شرطیں مطلوب ہیں بہرحال یہ اتفاق جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حاصل ہوا ہو، اور زمانوں میں سے کسی زمانہ میں ہوا ہو۔ مزید یہ اتفاق حکم شرعی پر ہو۔

رکن اجماع اور بعض اسلاف

بعض لوگوں نے اجماع کے چار رکن بیان کیے ہیں کہ ان ارکان اجماع کو لئے بغیر اجماع شرعی منعقد نہیں ہوگا، اور وہ یہ ہیں۔

رکن اوّل:

یہ ہے کہ جس وقت حادثہ کا وقع ہوا ہو تو اس وقت مجتہدین کی تعداد زیادہ ہو۔ اس لئے اتفاق کا متصور ہونا چند آراؤں کا ایک دوسرے کے موافق ہونا نہیں ہے بلکہ بہت ساری آراؤں کا ایک دوسرے کے موافق ہونا ضروری ہے۔ اسی وجہ سے اگر اس وقت میں

ایک مجتہد ہو یا تعداد کم ہو تو ان کا اجماع شرعی منعقد نہیں ہوگا۔

رکن ثانی:

تمام مجتہدین کا اتفاق حکم شرعی پر متحقق ہو۔ اگر ان میں سے اکثر کا اتفاق ہو تو اجماع منعقد نہیں ہوگا۔ اگر چہ مخالفت کرنے والوں کی تعداد کم ہو۔ اور اتفاق کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہو۔

رکن ثالث:

اجماع کا تیسرا رکن یہ ہے واقعہ پیش آنے کے وقت تمام مجتہدین مسلمین کا اتفاق مختلف اسلامی شہروں میں ہو۔ مخصوص شہر یا معین جماع جیسے حرمین والے یا اہل بیت ایا اہل السنت، ان لوگوں نے اگر کسی حکم شرعی پر اتفاق کر لیا، تو اجماع منعقد نہیں ہوگا۔

رکن رابع:

اجماع کا چوتھا رکن یہ ہے کہ مجتہدین میں سے ہر ایک کی رائے واقع کے بارے میں صریح ہو۔ یعنی فتاوی کی صورت میں ہوں یا تمام کا واضح قول ہو یا مجتہدین اس کام کو فعلا کریں یا تمام کی رائے کو مجتمع کر کے ظاہر کرنا۔

چنانچہ عبدالوھاب بن عبدالواحد خلاف المتوفی ۱۳۸۵ھ اپنی کتاب علم اصول الفقہ میں رقم طراز ہیں:۔

ومن هذا يؤخذ ان اركان الاجماع التى لا ينعقد شرعاً الا بتحققها اربعة.

الاول: ان يوجد فى عصر وقوع الحادثة عدد من المجتهدين، لأن الاتفاق لايتصور الافى عدة آراء يوافق كل راى منها سائر ها فلو خلد وقت من وجود عدد من المجتهدين . بان لم يوجد فيه مجتهد آصلاً أو وجد مجتهد واحد، لاينعقد فيه شرعاً اجماع، ومن هذالا

اجماع فی عهد الرسول صلی الله علیه وسلم لأنه المجتهدوحده.

الثانی: ان یتفق علی الحکم الشرعی فی الواقعة، جمیع المجتهدین من المسلمین فی وقت وقوعها، بصرف النظر عن بلدهم أو جنسهم او طائفتهم، فلو اتفق علی الحکم الشرعی فی الواقعة، مجتهدو الحرمین فقط أو مجتهد والعراق فقط، أو مجتهد والحجاز، لأن الاجماع لاینعقد الا بالاتفاق العام من جمیع مجتهدی العام الاسلامی فی عهد الحادثة، ولا عبرة بغیر المجتهدین.

الثالث: ان یکون اتفاقهم با بداء الواحد منهم رأیه قولا بأن آفتی فی الواقعة بفتوی، أوفعلا بأن قضی فیها بقضاء مجتمعین بان جمع مجتهدو العالم الاسلامی فی عصر حدوث الواقعة وعرضت علیهم وبعد تبادلهم وجهات النظر اتفقوا جمیعاً علی حکم واحد فیها.

الرابع: ان یتحقق من جمیع المجتهدین علی الحکم، فلو اتفق اکثرهم لاینعقد باتفاق الأکثر اجماعاً مهماقل عدد المخالفین وکثر عددالمتفقین لأنه مادام قد وجد اختلاف وجد احتمال الصواب فی جانب والخطأفی جانب فلا یکون اتفاق الأکثر حجة شرعیة قطعیة ملزمة.

[علم اصول الفقہ: ص۴۳، دارالکتب العلمیہ بیروت]

☆☆☆

من بعض علما اهل العصر وسكيت الباقون اظهار الخلاف وعن الردعلى القائلين بعد عرض الفتوى عليهم او صيرورته معلوما لهم بالانتشار والظهور.

[اصول السرخسی: ج۱ص۳۰۳،مکتبہ دار المعرفۃ]

اسی طرح علامہ عبدالوهاب خلاف اپنی تصنیف علم اصول الفقہ میں زیب قرطاس ہیں:۔

اما الاجماع من جهة كيفية حصوله فهو نوعان.

احدهما: الاجماع الصريح وهو ان يتفق مجتهدى العصر على حكم واقعة ،بابداء كل منهم رأيه صراحة بفتوى اوقضاء اى ان كل مجتهد لعيدر منه قول أوفعل يعبّر مراحة عن رأيه.

وثانيهما: الاجماع السكوتى وهو ان يبدى بعض مجتهدى العصر رأيهم مراحة فى الواقعه بفتوى اوقضاء ويسكت باقيهم عن ابداء رأيهم فيها بموافقة ما آبدى فيها مخالفته. [علم اصول الفقہ: ص۴۸دار الکتب العلمیہ بیروت]

علامہ ملاجیون رحمۃ اللہ علیہ نے اجماع کی اقسام کو یوں تعبیر کیا چنانچہ وہ اپنی شہرہ آفاق کتاب نورالانور میں رقم طراز ہیں:۔

عزيمة وهو التكلم منهم. بما يوجب الاتفاق اى اتفاق الكل على الحكم بان يقولوا اجمعنا على هذاان كان ذلك الشئ من باب القول لوشروعهم في الفعل ان كان من بابه اى كان ذلك الشئ من باب الفعل. ورخصة وهو ان يتكلم اويفعل البعض دون البعض اى يتفق بعضهم على قول اوفعل. سكت الباقون منهم ويسمى هذااجماعاسكوتيا. [نورالانوار ص۲۱۹،ایچ ایم سعید کراچی]

چنانچہ علامہ شمس الدین محمد بن حمزہ بن محمد الفناری الرومی اپنی تصنیف فصول البدائع میں یوں زیب قرطاس ہیں:۔

اما عزيمة وهو التكلم أو العمل من الكل أو رخصة وهو تكلم البعض أو عمله وسكوت الباقي بعد بلوغه ومضى مدة بانكار فلايدل على الموافقة اتفاقاو اكثر اصحابنا على آنه اجماع. [فصول البدائع: ج۲ص۲۹۲،دار الکتب العلمیہ بیروت]

اجماع سکوتی اور مذاہب

اجماع کی پہلی قسم تو سب فقہاء کے نزدیک حجت ہے۔البتہ دوسری قسم یعنی ''اجماع سکوتی'' کے حجت ہونے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

اجماع سکوتی اور احناف:

احناف کے نزدیک اجماع سکوتی معتبر ہے اور حجت قطعیہ ہے۔

اجماع سکوتی اور مذہب شافعیہ:

شوافع کے ہاں اجماع سکوتی نہ معتبر ہے اور نہ ہی حجت ہے۔

اجماع سکوتی اور مالکیہ:

اجماع سکوتی مالکیہ کے ہاں اجماع ہی نہیں اور نہ ہی حجت ہے۔

اجماع سکوتی اور مذہب حنابلہ:

حنابلہ کا مذہب اجماع سکوتی کے بارے میں یہ ہے کہ یہ اجماع معتبر ہے اور حجت قطعیہ بھی۔

اجماع سکوتی اور مذہب ابن ابی ہریرۃ:

ابن ابی ہریرہ کا مذہب اجماع سکوتی کے بارے میں یہ ہے کہ جب اس کا قائل حاکم

ہوتو اس وقت نہ اجماع ہے اور نہ ہی حجت اور جب اس کے علاوہ دوسرے لوگ ہوں تو وہ اجماع معتبر ہے اور حجت قطعیہ بھی۔

اجماع سکوتی کے حوالے سے مذہب احناف کی وجوہ ترجیح

(۱) بیان کی جگہ میں سکوت بمنزلہ بیان کے ہوتا ہے۔اور رائے پر جب سکوت مشہور ہو جائے تو وہ سکوت موافقت کا ہی ثبوت دیتا ہے۔اس لئے مذہب احناب کو ترجیح ہوگی اور اجماع سکوتی حجت ہوگا۔

(۲) مسلمان کبھی کسی باطل چیز کو دیکھ کر خاموش نہیں رہ سکتا، کیونکہ دین کے معاملات میں بڑے غیرت مند ہیں۔اس لئے کسی غلطی پر خاموش رہنا محال ہے۔تو سکوت رضامندی کی علامت ہوئی۔اجماع سکوتی حجت ہوگا۔

(۳) ہر سکوت مراد نہیں ہے بلکہ وہ سکوت جس کی دلیل یا کوئی علامت موافقت اور رضاء پر دلالت کرتی ہو۔وہ مراد ہے۔اور وہ سکوت بیان حتمی ہوگا۔اس طریقہ پر کہ اس سے احتمالات منفیہ دور ہوتے ہوں گے۔تو یہ اجماع سکوتی حجت اور دلیل قطعی ہے۔

چنانچہ الدکتور وھبۃ الزحیلی اپنی تصنیف اصول الفقہ الاسلامی میں رقم طراز ہیں:۔

مذهب الشافعي وعيسى بن ابان والمالكية، لايكون اجماعاً ولا حجة، ومذهب اكثر الحنفية والامام احمد بن حنبل يعتبر اجماعاً وحجة قطعية. ومذهب ابن ابي هريرة انه بان كان القائل حاكمالم يكن اجماعاً ولاحجة والا فهو اجماع وحجة.

[اصول الفقہ الاسلامی: ج ا ص ۵۵۲ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان]

اسی طرح علامہ ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب نور الانوار میں زیب قرطاس ہیں:۔

اجماعاً سكوتيا وهو مقبول عندنا وفيه خلاف الشافعي

رحمه الله لان السکوت کما یکون للموافقة یکون للمهابه ولایدل علی الرضاء روی عن ابن عباس انه خالف عمر رضی الله عنه فی مسألة العول فقیل له هلا اظهرت حجتك علی عمر رضی الله عنه ، فقال کا نرجلا مهیبافهبته ومنعتنی درته، والجواب ان هذا غیر صحیح لان عمر رضی الله عنه کان اشد انقیاداً لاستماع الحق من غیره حتی کان یقول لاخیر فیکم مالم تقولوا ولاخیرلی مالم اسمع وکیف یظن فی حق موضع الحاجة وقد قال علیه الصلاة والسلام الساکت عن الحق شیطان اخرس. [نورالانوار: ص۲۱۹، ایچ، ایم، سعید]

چنانچہ امام ابوبکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی مذکورہ بالامضمون کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی تصنیف میں رقم طراز ہیں:۔

المعنیٰ الذی لأجله جعل سکوت الأقل بمنزلة اظهار الموافقة انه لایحل لهم ترك اظهار الخلاف اذا کان الحکم عند هم خلاف ذلك، وهذاالمعنیٰ فیما یشهر من واحد واثنین اظهر، لان تمکن الأکثر من اظهار الخلاف یکون ابین فلان یجعل سکوتهم عن اظهار الخلاف بعد مااشتهر القول دلیلَ الموافقةً کان آولیٰ.

[اصول الفقہ: ج ا ص ۳۰۵/۳۰۶]

☆☆☆

الفصل السابع

اجماع کے درجات

اجماع کرنے والوں کے اعتبار سے اجماع کے درج ذیل تین درجات ہیں۔

نمبر:۱ اجماع اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

اجماع میں سب سے قوی درجہ اس اجماع کا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عملی یا زبانی طور پر صراحت سے کیا ہو۔ اس کے حجت قطعیہ ہونے پر پوری امت کا اتفاق ہے۔ جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر۔

نمبر۲:۔ صحابہ کرام کا اجماع سکوتی

دوسرا درجہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع سکوتی کا ہے۔ یہ بھی احناف اور دوسرے فقہاء کے نزدیک حجت قطعیہ ہے۔ مگر اس کا منکر کافر نہیں کیونکہ اس کے حجت ہونے میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دوسرے فقہاء کا اختلاف ہے۔ اس لئے اس میں اعلیٰ درجے کی قطعیت باقی نہیں رہی۔

نمبر۳:۔ اجماع اور زمانے کے مجتہدین:

تیسرے درجے پر وہ اجماع ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد کسی زمانہ کے تمام مجتہدین فقہاء نے کیا ہو۔ اور یہ بھی جمہور علماء کے نزدیک حجت تو ہے۔ مگر حجت قطعیہ نہیں، کیونکہ جو حضرات غیر صحابہ کرام کے اجماع کو حجت نہیں مانتے۔ ان کے اختلاف کی وجہ سے اس اجماع میں قطعیت باقی نہیں ہے یعنی اس کے منکر کو کافر نہیں گے۔

چنانچہ علامہ ملا جیون اپنی شہرہ آفاق کتاب نور الانوار میں رقم طراز ہیں:۔

ثم هو علی مراتب ای الاجماع فی نفسه مع قطع النظر عن نقله له مراتب. فالا قوی اجماع الصحابه نصاً مثل ان یقولوا اجمیعا اجمعناً علی کذا حتی یکفر جاحده ومنه

الاجماع علی خلافة ابی بکر رضی الله عنه ثم الذی نص البعض وسکت الباقون من الصحابه وهو المسمٰی بالاجماع السکوتی ولا یکفر جاحده ثم اجماع من بعدهم ای بعد الصحابة من اهل کل عصر علی حکم یفیدا الطمانیة دون الیقین۔ [نورالانور: ص۲۲۳ ایچ، ایم، سعید کراچی]

اسی طرح علامہ شمس الدین محمد بن حمزہ بن محمد الفناری الرومی المتوفی ۸۳۴ھ اپنی کتاب فصول البدائع میں زیب قرطاس ہیں:۔

الأقوی فی المنقول متواتر اجماع الصحابة اذاانقرض علیه عصر هم فهو کالآیة والخبر المتواتر القطعی الدلالة یکفر جاحد ه حکمه کما یکفر جاحد حجیة الاجماع مطلقاً وهو المذهب عند مشایخنا ثم اجماع من بعدهم بذلك الشرط فیما لم یروفیه خلا فهم فهو کالمشهور یضلال جاحده ولا یکفر اجماعاً ثم الاجماع المختلف فیه کاجماع فیه خلاف سابق او رجوع من البعض لاحق فهو کالصحیح من الآحادلا یضلل جاحده۔ [فصول البدائع: ج۲ص۳۰۹ دارالکتب العلمیہ بیروت]

ملاحظہ:

یہ جو مندرجہ بلا اجماعی فیصلوں کے درجات کی جو ترتیب بیان کی گئی ہے۔ یہ خود اجماع کے انعقاد کے اعتبار سے ہے۔ پھر ایک منزل یہ بھی ہے کہ ایک زمانہ کا اجماع اگلے زمانوں کی طرف یا تو تواتر سے نقل کیا گیا ہوگا یا خبر واحد کے طریقے سے تو ان میں سے ہر ایک کے اعتبار سے حکم میں فرق ہوگا۔

☆☆☆

الباب الثالث

حکم اجماع، منکرین اجماع اور ان کے جوابات

الفصل الاوّل: حکم اور ائمہ لغت:

''حکم'' باب نصر اور کرم دونوں سے آتا ہے تو اس وقت اس کا معنیٰ لوٹنا، واپس ہونا، اور دانا ہونا۔

''حکم'' فیصلہ کرنے کے لئے سپرد کرنا اور منع کرنے میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ تو الحکم مصدر ہے، اس کا معنیٰ ''فیصلہ'' ہے۔ اور اس کی جمع احکام آتی ہے۔

[منجد (اردو) ص ۱۶۹، مکتبہ خزینہ لاہور]

اور صاحب قواعد الفقہ نے اس کی لغوی تحقیق یہ بیان کی ہے کہ حکم اس عبارت کا نام ہے ''جس سے حاکم مخاصمہ کو قطع کرتا ہے۔

هو عبارة عن قطع الحاكم المخاصمة

[قواعد الفقہ: ص ۲۶۷، میر محمد کتب خانہ کراچی]

حکم کی اصطلاحی تحقیق

حکم اس چیز کا نام ہے جو عزیمت اور رخصت کے درمیان مکلّف کے افعال کے ساتھ متعلق ہو۔

چنانچہ مفتی عمیم الاحسان البرکتی اپنی تصنیف قواعد الفقہ میں رقم طراز ہیں:۔

وعند الاصوليين: هو خطاب الله تعالىٰ المتعلق بافعال المكلفين بالاقتضاء والتخيير ٥.

[قواعد الفقہ: ص ۲۶۷، میر محمد کتب خانہ کراچی]

اجماع کا حکم

شی کا حکم وہ اثر ہے جو اس چیز سے ثابت ہو۔ اور یہ حکم اس چیز کے ارکان اور شرائط کے بعد متحقق ہوتا ہے۔ تو یہاں مراد اجماع کی حجیت ہے۔ تو جب اجماع کسی امر شرعی پر منعقد ہو جائے۔ وہ حجت قطعی بن جاتا ہے۔ اور اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔ اور اس کی مخالفت حرام ہے۔ اور اجماع کا منکر کافر ہے۔ یعنی یوں کہے کہ اجماع حجت نہیں ہے۔

تو جب کسی مسئلہ پر مجتہدین کا حکم یا فیصلہ قطعی ہو جائے تو اس کے بعد وہ محل نزاع نہیں رہتا۔ پس بعد والے مجتہدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس واقعہ کو اجتہاد کی جگہ نہ بنائیں۔ اس لئے جب اجماع سے وہ حکم ثابت ہو گیا تو وہ حکم قطعی وشرعی بن گیا تو یوں یہ فقہ اسلامی کا تیسرا ماخذ بن جاتا ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد۔

ثابت ہو۔ تو اس کا حکم قطعی اور اس پر عمل کرنا واجب ہوگا۔ جیسے کتاب اللہ اور سنت رسول پر عمل کرنا واجب ہے۔ اور یہ قول عامۃ المسلمین اور جمہور علماء کا ہے۔

جب اجماع کی دلیل قطعی ہو، تو اس وقت اجماع مستقل حجت نہیں ہوگا۔ بلکہ دلیل کے لئے مقوی ہوگا۔ اور اگر اجماع کی دلیل ظنی ہو تو پھر اجماع مستقل طور پر دلیل ہوگا۔ اس سے استدلال کرنا درست ہے تو یہ ذات کے اعتبار سے حکم شرعی ہے۔

چنانچہ ملا جیون اپنی شہرہ آفاق کتاب نور الانوار میں رقم طراز ہیں:۔

وحکمه فی الاصل ان یثبت المراد به شرعاً علی سبیل الیقین یعنی ان الاجماع فی الامور الشرعیة فی الاصل یفید الیقین والقطعیة فیکفر جاحده وان کان فی بعض المواضع بسبب العارض لا یفید القطع کالاجماع السکوتی. [نور الانوار: ص ۲۲۱، ایچ ایم سعید کراچی]

اسی طرح امام ابو بکر محمد بن احمد بن سہیل السرخسی المتوفی ۴۹۰ھ اپنی کتاب اصول

السرخسی میں زیب قرطاس ہیں:۔

ففي هذابيان آن ماأجمع عليه الصحابة فهو بمنزلة الثابت بالكتاب والسنة في كونه مقطوعاً به حتى يكفر جاحده وهذاآقوى مايكون من الاجماع.

[اصول السرخسی: ج ۱ص ۳۱۸ مکتبہ دار المعرفہ]

مضمون بالا کی وضاحت کرتے ہوئے الدکتور وھبۃ الزحیلی اپنی تصنیف اصول الفقہ الاسلامی میں رقم طراز ہیں:۔

حكم الشيئ:هو الأثر الثابت، والحكم يتحقق بعد توافر ركنه وشروطه، وهو الماد بحجية الاجماع ، فاذا انعقد الاجماع على واقعة لمعرفة حكمها الشرعي فهو حجة قطعيه يجب العمل به وتحرم مخالفته ويحكم بكفر من آنكر آصل الاجماع بان قال ليس الاجماع بحجة:فحكم الاجماع اذن:هو ان يثبت المراد به على سبيل اليقين بان يكون موجباً للحكم وقطعا كالكتاب والسنة. وهو قول مامة المسلمين وجمهور العلماء.

[اصول الفقہ الاسلامی: ج ۱ص ۵۳۸ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان]

امام فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی اجماع کے حکم کو بیان کرتے ہوئے اپنی کتاب کشف الاسرار میں رقم طراز ہیں:۔

حكم الشيئ وهو الاثر الثابت انما يتحقق بعد وجود ركنه ممن هو اهله وبعد وجود شرطه فلذلك اخره عنهما حكم الاجماع في الاصل اى اصل الاجماع وهوان يتحقق بجميع شرائطه ان يثبت المراد به على سبيل اليقين يعني الاصل في الاجماع ان يكون موجباللحكم قطعاكالكتاب والنسة. [کشف الاسرار: ج ۳ص ۳۸۱ الصدف پبلشرز کراچی]

اجماع ناسخ، منسوخ نہیں

اجماع کا ایک خاصہ یہ ہے کہ یہ ناسخ اور منسوخ نہیں ہوتا۔ اور اسی طرح قیاس کا بھی حال ہے۔ اجماع ناسخ نہیں ہوتا اس لئے کہ اجماع منعقد ہوتا ہے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے بعد نسخ نہیں ہے (یعنی نسخ والا معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک تھا) اور اجماع منسوخ بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ منسوخ کسی نص کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جبکہ اجماع کسی نص کے مخالف منعقد نہیں ہوتا۔ یہ اجماع کی خاصیت ہے کہ وہ کبھی کسی غلطی پر نہیں ہوگا۔ اور اس کے بارے میں معصوم عن الخطأ فرمایا گیا ہے۔ اور اگر یہ نص کے خلاف ہو تو پھر معصوم عن الخطأ کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اس لئے اجماع ناسخ اور منسوخ نہیں ہے۔

چنانچہ الدکتور وھبۃ الزحیلی اپنی مشہور تصنیف اصول الفقہ الاسلامی میں رقم طراز ہیں:۔

ان الاجماع لاینسخ ولاینسخ به شئ اذآن النسخ لایكون الافى عصر تنزل الوحى وهو عصر النبى صلى الله عليه وسلم ، فلانسخ بعده، حتى تتوافر مزية استقرار الأحكام الشرعية وثباتها وخلودها، وكون الناسخ ممن يتصور منه وضع الحكم الشرعى فى بادئ الأمر. وعلى هذافلا ينسخ النص القرآنى او النبوى بالاجماع ، لان النص ان كان قطعيا فلا ينعقد الاجماع بخلافه.

[اصول الفقہ: ج ۱ ص ۵۸۵ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان]

اجماع کا منکر

ہم نے ماقبل میں بیان کیا ہے کہ اجماع کے درجات ہیں، تو پہلا درجہ صحابہ کرام رضی

اللہ عنہم اجمعین کے اجماع کا ہے جو مثل کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے ہے۔ تو اس کا منکر کافر ہے۔ اور اسی طرح دوسرا درجہ زمانے کے فقہاء مجتہدین کا ہے۔ تو اس کے بارے میں اگر کوئی کہے یہ حجت ظنیہ ہے تو اس کا منکر کافر نہیں ہے۔ تو یہ مثل اس حکم کے ہے جو خبر احاد سے ثابت یا قیاس سے ثابت ہونے والا ہے۔

بہر حال مطلقاً تکفیر کا اطلاق منکر اجماع پر صحیح نہیں ہے۔ بلکہ مذکورہ بالا تفصیل کے ساتھ حکم ہے۔

الفصل الثانی:

اجماع کا منکر کون اور کن کن فرقوں نے اجماع کا انکار کیا، ان کا مختصر تعارف:

دنیا فانی کا یہ قاعدہ اور دستور ہے کہ جہاں عقیدت اور عزت کرنے والوں کی تعداد موجود ہوتی ہے وہاں مخالفین اور حاسدین بھی موجود ہوتے ہیں۔ بالکل ایسے ہی جہاں کہیں کسی نظریے کو ماننے اور تسلیم کرنے والے پائے جاتے ہیں، وہاں ان نظریات کے رد کرنے والے بھی موجود ہوتے ہیں۔ جن کے وجود سے انکار ممکن نہیں ہوتا۔ اسی طرح اجماع جو کہ ادلہ اربعہ میں سے ہے۔ اور اکثر اس کو حجت شرعیہ اور موجب عمل مانتے ہیں۔ تو وہاں اگر چہ ظاہری طور پر کم لوگ ہوں، لیکن ایسے لوگ بہر حال ضرور ملتے ہیں، جو اجماع کو حجت شرعیہ اور موجب عمل تسلیم نہیں کرتے۔

فرقہ معتزلہ:

تو پہلا فرقہ جس نے اجماع کی حجت کا انکار کیا وہ معتزلہ ہیں۔ اس گروہ کا بانی ابراہیم نظام معتزلی ہے جس نے سب سے پہلے اجماع کی حجیت کا انکار کیا۔ اور بعد میں آنے والوں نے اس کی اتباع کی۔

ابراھیم نظام معتزلی نے ابتدا'' اللہ اور رسول کی اطاعت'' کا نعرہ لگایا۔ اور یہ تعلیم دی کہ ہمارے لئے قرآن وسنت کافی ہے۔ اسی آواز کی بنیاد پر اجماع کے حجت ہونے سے انکار کیا۔ اور اس نعرہ کے در پردہ اکابر اور اسلاف پر طعن وتشنیع بھی کرتا رہا۔ اور یہ سب کچھ جو کیا جارہا تھا یہ کوئی نیک مقصد اور اچھے کام کے حصول کے لئے نہیں تھا۔ بلکہ مسلمانوں کی قوت کو توڑنے کے لئے ایسا کیا گیا۔

بلکہ تاریخ اس پر گواہ ہے کہ جب بھی مسلمان ترقی کی منزل کی طرف بڑھے ہیں تو حاسدین کو تو اس کی ترقی ناگوار ہے تو اس نے اس ترقی کو روکنے کے لئے انہیں آپس میں دست وگریباں کردیا۔ یہ بھی اسی تسلسل کی ایک جھلک، کڑی تھی کہ مسلمان آپس میں لڑکر راہ حق سے ہٹ کر ضلالت وگمراہی کی تاریکیوں میں گھس جائیں، اور ایسے گڑھوں میں گر جائیں، جہاں چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہو۔ تو اس سے مسلم قومیں آپس میں ٹوٹ جائیں گی۔ اور ایسی خار بکھرئیں جس کا سمیٹنا مشکل ہو جائے۔

اس کو اصلی روپ دینے کے لئے ابراھیم نظام معتزلی نے یہ آواز اٹھائی'' اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول'' ہمارے لئے کافی ہے۔ تو نظام معتزلی نے اپنی طرف ایک مخصوص جماعت کو متوجہ کیا۔ نیز ابراھیم نظام معتزلی کے نظریات کو تسلیم کرنے والے اور اتباع کرنے والے چند فرقے تھے۔

خوارج اور ان کے ذیلی فرقے

اسلام کے سیاسی گروہوں میں ایک گروہ خوارج کا بھی تھا۔ یہ لوگ امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شریک تھے۔ اسی گروہ کے افراد نے صفین میں امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو تحکیم قبول کرنے پر آمادہ کیا تھا جب امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے تحکیم قبول کرلی، تو یہی دغاباز لوگ چیخنے لگے۔ لاحکم الا اللہ کہ حکمرانی صرف خدا کی ہے۔

اس گروہ کے افراد کا خیال تھا کہ امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

نے تحکیم قبول کر کے کفر کا ارتکاب کیا ہے۔ (نعوذ باللہ) اور ان کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ وہ اس کفر سے رجوع کریں اور بارگاہ ایزدی سے توبہ کریں۔

جب ان سازشیوں کے اس خیال باطل کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ تو یہ لوگ امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے خلاف ہو گئے اور امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس گروہ کے افراد کے ساتھ قتال کیا۔ یہاں تک کہ ان کی کمر ٹوٹ گئی۔

جب اموی حکومت قائم ہوئی دوبارہ ان لوگوں نے سر اٹھالیا اور مسلسل بغاوت کرتے رہے۔ ان حضرات کا خلافت سے متعلق یہ عقیدہ تھا کہ خلافت کسی خاندان سے مشروع اور مشروط و معلق نہیں ہے۔ بلکہ ہر ذی عقل اور دانا، بالغ، مسلمان خلیفہ بننے کا اہل ہے۔ لیکن بنیادی شرط یہ ہے کہ ان کے ساتھ عصبیت (قومیت) وابستہ نہ ہو۔ تاکہ اگر اس خلیفہ کو معزول کرنا ہو تو یہ قومیت اس کے آڑے نہ آئے۔ ان حضرات کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے۔

ازارقہ واباضیہ

خوارج بھی مختلف گروہوں اور فرق میں تقسیم ہیں۔ جو اپنے اپنے فکر و عمل کی بناء پر غلو واعتدال پسندی میں شہرت رکھتے ہیں۔ خوارج کے غالی فرقوں میں ایک فرقہ ازارقہ ہے، یہ فرقہ نافع بن ازرق کی طرف منسوب ہے۔ اور انہی کے پیروکار ہیں اور ایک فرقہ اباضیہ ہے۔ یہ فرقہ عبداللہ بن اباض کے پیروکار ہیں اباضیہ فرقہ عقائد میں اہل سنت والجماعت کے قریب ہے۔ یہ فرقہ اپنے مخالفین کو دائرہ اسلام کے اندر رکھتے ہوئے کفران نعمت کے مرتکب قرار دیتا ہے۔ اہل سنت والجماعت کے افراد کی گواہی وشہادت کو بھی قبول کرتے ہیں اور اہل سنت والجماعت کے افراد کا خون حرام سمجھتے ہیں۔ شیخ ابوزہرہ مصری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس فرقے کے افراد بلاد مغرب میں زیادہ ہیں اور ازارقہ واباضیہ خود کئی گروہوں میں تقسیم ہیں۔ ان میں ایک نجدات، صفریہ وغیرہ شامل ہیں۔

شیعہ اور ان کے فرق مشہورہ

امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخری ایام میں یہ گروہ ظاہر ہوا، امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں انہوں نے زور پکڑا اور بنوامیہ کے دور حکومت میں ان کی تعداد مزید بڑھتی گئی، یہاں تک کہ خود شیعہ مختلف نظریات اور عقائد کے ساتھ مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔

فرقہ زیدیہ:

شیعوں کا یہ فرقہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں کسی ایک کے بھی تکفیر نہیں کرتے۔ اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب وشتم کرتے ہیں۔ اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کسی کو گناہ گار سمجھتے ہیں۔

یہ فرقہ زید بن علی بن زین العابدین ابن حسن ابن علی رضی اللہ عنہ وعنہم کی طرف منسوب ہے۔ یہ فرقہ حضرات شیخین (حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کی صحت امامت کے قائل ہیں البتہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلافت کا زیادہ مستحق اور حق دار سمجھتے ہیں۔ فاضل کی موجودگی میں مفضول کی خلافت وامامت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور بیک وقت ''دو اماموں'' کے بھی قائل ہیں بایں طور کہ ہر ایک اپنے رقبے کا امام اور امیر ہوگا اور اپنے اپنے حدود میں ان کا قول مانا جائے گا۔

شیخ ابوزہرہ مصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ زیدیہ کا اعتقاد یہ بھی ہے کہ ان کے زعم کے مطابق گناہ کبیرہ کا مرتکب دائمی طور پر جہنم میں داخل ہوگا، اس لئے کہ مؤمن اور کافر کے درمیانی منزل پر گامزن ہیں۔ ان عقائد کو پھیلانے والے شخص حسن بن علی بن حسن بن زید بن عمر بن علی بن حسن بن علی تھے۔ تو مذکورہ عقائد کو پھیلانے اور ان نظریات کا تعارف کرانے کے لئے انہوں نے بہت کتابیں لکھیں۔

فرقہ امامیہ، اثناء عشریہ:

شیعوں کے غالی فرقوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ بارھویں امام سرمن رای ایک غار میں چھپے ہوئے ہیں۔ اور یہ لوگ سرمن رای کی آمد کے منتظر ہیں۔

ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ امام اپنے نام سے منصوص ہوتا ہے وصف سے نہیں۔ امامیہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کو اور اس کے بعد حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا امام مانتے ہیں۔

یہاں تک کہ بارھویں امام تک یہ سلسلہ چلتا جاتا ہے۔ موجودہ دور میں یہ فرقہ عراق وایران اکثرت سے پایا جاتا ہے پاک وہند میں اس فرقہ کے افراد موجود ہیں۔ یہ فرقہ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے۔ لیکن یہ نسبت غلط ہے۔

حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ بہت بزرگ شخصیت ہیں، ان سے تو سراج الامۃ امام الائمہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام دارالہجرۃ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے روایات لی ہیں۔

اس فرقہ کو تیار کرنے والے اور ان نظریات کی تعلیم دینے والے حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف غلط منسوب کرنے والے ابونصر محمد بن مسعود عیاشی، ابوعلی بن محمد بن احمد اور ضرار بن اعین تھے۔

حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف غلط منسوب بھی انہی لوگوں نے کیا ان کا ایک عقیدہ یہ بھی کہ حضرت علی کرم اللہ عنہ خلیفہ بلافصل تھے۔ خلافت خلفاء ثلاثہ (حضرت ابوبکر صدیق، حضرعمر فاروق، حضرت عثمان غنی رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو نہیں مانتے اور انہی خلفاء ثلاثہ کی روایات کو قبول نہیں کرتے، اجماع اور قیاس کے بھی منکر ہیں۔ جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ کے اقوال کو قرآن پاک کی طرح حجت مانتے ہیں روایات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قبول کرتے ہیں نیز ان کو اثناء عشریہ بھی کہا جاتا ہے۔ اور یہی فرقہ آج بھی ان دوناموں سے مشہور ہے۔

چنانچہ امام ابوبکر محمد بن ابی سہل السرخسی اپنی کتاب اصول السرخسی میں رقم طراز ہیں:۔

وقال النظام وقوم الامامية لايكون الاجماع حجة موجبة للعلم بحال لأنه ليس فيه الا اجتماع الافراد واذا كان قول كل فرد غير موجب للعلم لكونه غير معصوم عن الخطأ فكذلك آقاويلهم. [اصول السرخسی: ج۱ص۲۹۵، مکتبہ دارالمعرفہ]

چنانچہ الدکتور وھبۃ الزحیلی اپنی کتاب اصول الفقہ الاسلامی میں رقم طراز ہیں:۔

وقال النظام والشيعة والخوارج ان الاجماع ليس بحجة

[اصول الفقہ: ج۱ص۵۳۹ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان]

اسی طرح امام فخر الاسلام علی بن محمد البز دوی اپنی مشہور تصنیف کشف الاسرار میں رقم طراز ہیں:۔

وانكر بعض الروافض والنظام من المعتزلة تصور انعقاد الاجماع على امر غير ضروری الخ

[کشف الاسرار: ج۳ص۲۲۷، الصدف پبلشرز کراچی]

اجماع اور معتزلہ

معتزلہ کی رائے اجماع کے بارے میں یہ ہے کہ جمہور علماء نے جو اجماع کے منعقد ہونے کے لئے تعریف اور شرائط بیان کی ہیں، اس طرح اجماع تو ممکن ہے۔ لیکن اس طرح اجماع کا حصول متعذر ہے۔ لہذا جب اجماع کا حصول متعذر ہے تو وہ حجت بھی نہیں ہوگا۔

اجماع اور خوارج

خوارج کا نظریہ اجماع کے بارے میں یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اختلاف سے پہلے تو حجت ہے۔ اور تفرقہ کے بعد ان کی رائے یہ ہے کہ خوارج کے طائفہ کا تو اجماع حجت ہے۔ اور ان کے علاوہ کا نہیں، اس لئے کہ وہ مؤمن کے قول کا

اعتبار کرتے ہیں اور مؤمن ان کے نزدیک جو ان کے عقائد کے مطابق ہو۔

اجماع اور روافض

فرقہ ضالہ کا یہ گروہ کہتا ہے کہ اجماع بحیثیت اجماع ہونے کے حجت نہیں ہے۔ بلکہ معصوم امام کے قول کے مشتمل ہونے کی بناء پر وہ حجت ہے۔ اور یہ امام امت کے رئیس اور اصل ہیں، اجماع حجت نہیں ہوگا جس وقت وہ گمان کریں کہ اب امام غیر موجود ہے۔ تو اس وقت میں اجماع بالکل متصور ہی نہیں، لہذا ان کے نزدیک اجماع حجت نہیں ہے۔

چنانچہ الدکتور وھبۃ الزحیلی اپنی کتاب اصول الفقہ الاسلامی میں رقم طراز ہیں:۔

اما النظام قال: ان الاجماع هو كل قول يحتج به و معناه آن الاجماع الذى يقول به الجمهور ممكن لكن يتعذر حصوله.

وامّا الشيعة فانهم يقولون ان الاجماع حجة لالكونه اجماعاً بل لاشتماله على قول الامام المعصوم ، بانفراد عندهم حجة، لانهٗ رأس الأمة ورئيسها، لالكونه اجماعاً، واذا كانوا يرون ان الامام غير موجود، فلايحدث اجماع اصلاً.

وامّا الخوارج فقالوا ان اجماع الصحابة حجة قبل حدوث الفرقة ، وأما بعدها فقالوا الحجة فى اجماع طائفتهم لاغير الأن العبرة بقول المؤمنين و لامؤمنين عندهم الا من كان على مذهبهم.

[اصول الفقہ ج ا ص ۵۳۹، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ]

الفصل الثالث:

عصر حاضر کے منکرین اجماع اور ان کا تعارف

ہر زمانے میں مخالفین اور ضدی لوگ مختلف لباس پہن کر دین اسلام کا حلیہ بگاڑنے کی ناپاک سازشیں کرتے رہے، اور ناکام ہونے کی صورت میں پھر دین کا لباس پہن کر دین کے نام پر بے دینی کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا۔

قرآن وسنت کے نام پر دین سے انحراف پیدا کرنا ان کا وصف لازم بن چکا تھا۔ اور سلفیت کے نام پر اسلام سے بغاوت کا درس روزمرہ کا معمول بن چکا تھا۔ اور اکابر کی تحقیق وتدقیق کو برا بھلا کہنا ان کا شیوہ تھا۔ اور یہ چیزیں ان کو اپنے آباؤاجداد سے ملی ہوتی تھیں۔

چنانچہ انہی فتنہ پرور اور تحریف فی الدین، ائمہ مجتہدین سے بغاوت اسلاف امت کے اوپر طعن وتشنیع اور اجتہاد وقیاس کی حجت شرعیہ سے انکار کرنے والوں کی فہرست میں غیر مقلدین بھی اپنا نام وشہرت رکھتے ہیں۔ اور معاندین میں اپنا اعلیٰ نام رکھتے ہیں۔

ان حضرات نے بھی ابراہیم نظام معتزلی کی طرح ''اطیعوا اللہ اور اطیعوا الرسول'' کی آواز لگائی ہے۔ بلکہ یہاں تک اس کو اپنا رہنما اور پیشوا مانتے ہیں اور اس کے اپنے بنائے ہوئے نظریات کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اور اسی کی اتباع میں نیز انگریز کے بڑوں کو خوش کرنے کے لئے'' اطیعوا اللہ والطیعو الرسول '' کی آواز لگائی۔ اور پورے شدومد کے ساتھ ان لوگوں نے کام کیا۔ اور اسی وجہ سے یہ لوگ اجماع اور قیاس کے منکر ہوگئے۔

ھندوستان میں فرقہ غیر مقلدین کا ظہور

سارے عالم اسلام میں غیر مقلدین کا فرقہ باقاعدہ طور پر جماعتی شکل میں نہ کبھی پہلے تھا اور نہ ہی اب موجود ہے، صرف ہندوستان ایک ایسا ملک ہے۔ جس میں یہ فرقہ کہیں

کہیں پایا جاتا ہے۔لیکن ہندوستان میں بھی انگریز کی حکمرانی سے قبل اس گروہ کا کہیں بھی نام ونشان تک نہ تھا۔

ہندوستان میں اس فرقہ کا ظہور وجود۔ انگریز کی نظر کرم اور چشم التفات کا رہن منت ہے۔ ہندوستان میں جب انگریز نے اپنے منحوس قدم جمائے تو اس نے مسلمانوں میں انتشار اختلاف وافتراق اور لامرکزیت پیدا کرنے کے لئے ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کے شاطرانہ اصول کے تحت یہاں کے باشندگان کو مذھبی آزادی دی۔ جس کے پردے میں مذھبی آزاد خیالی اور ذھنی آوارگی کو پروان چڑھانے میں اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لایا۔اس مذھبی آزادی کے نتیجہ میں فرقہ غیر مقلدین کا ظہور ہوا۔ پھر اس فرقہ کے بطن فتنہ پرور سے فتنہ ہجرت فتنہ انکار حدیث اور فتنہ مرزائیت اور فتنہ اباحیت وتجدد وپسندی نے جنم لیا۔ مذھب کی آزادی کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص جو مذھب چاہئے اختیار کرے۔قرآن وحدیث کے الفاظ کو غلط معانی پہنائے اپنی سمجھ اور فہم کے مطابق قرآن وحدیث کا جو مطلب چاہے بیان کرے۔ ان کے مفاہیم کو مسخ کرے اور ان کے مضامین کا حلیہ بگاڑے اس کو کوئی پوچھنے والا نہ ہو۔

گویا کہ غیر مقلدین انگریز کی عطا کردہ آزادی مذھب کے نتیجہ میں پیدا ہونے اور انگریز کے اغراض ومقاصد اور خواہشات کی تکمیل کے لئے آگے بڑھے اور باطل کے مختلف محاذوں سے شجر اسلام پر خشت باری اور قلعہ اسلام پر گولہ باری کے لئے انہوں نے برضاء ورغبت اپنی خدمات پیش کیں۔ اور انگریز کے حضور حاضر ہو کر کہا آنجناب کے اغراض ومقاصد کی تکمیل کے لئے اپنی جان کی بازی لگانے سے بھی دریغ نہ کریں گے۔ صرف جناب کے اشارے کی ضرورت ہے۔

چنانچہ انگریز کے اشارہ سے یہ لوگ باطل کے تین محاذوں پر ڈٹ گئے اور انگریز کی خواہشات کی تکمیل میں ہر امکانی کوشش کو بروئے کار لایا۔ اور ان تین محاذوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) تقلید کی برکت سے جو جھوٹے فرقے اور باطل گروہ زیر زمین دفن ہو گئے تھے۔ ان میں ایک اہم فرقہ معتزلہ کا تھا۔ یہ فرقہ قرآن وسنت کی تحریف میں نمایاں تھا۔ انگریز ہندوستان میں اپنے اقتدار کو استحکام بخشنے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے اس فرقہ کے زندہ کرنے کی ضرورت محسوس کی، اس مقصد کی تکمیل کے لئے احناف میں تو اس کو کوئی موزوں آدمی نہ ملا تو اس کی عقابی نگاہوں نے غیر مقلدین میں سے ایک ایسے شخص کا انتخاب کیا، جو اس کام کے لئے نہایت موزوں ومناسب تھا۔

(۲) قرآن کریم کے صحیح مفہوم کو متعین کرنے کے لئے احادیث سے بڑی مدد ملتی ہے۔ بلکہ احادیث کے بغیر قرآن کریم کا سمجھنا ناممکن ہے۔ انگریز اس کا متمنی تھا کہ ہندوستان میں کوئی ایسا فرقہ وجود میں آئے۔ جو احادیث کے بغیر قرآن کریم کو سمجھنے کا دعویدار ہو۔ اور احادیث کی ضرورت واہمیت سے انکاری ہو۔ اور اس سلسلہ میں نہایت لگن، محنت اور کوشش وکاوش سے خدمات سرانجام دی۔ اہل سنت والجماعت سے تو اس کو کوئی ایسا فرد نہ مل سکا۔ جو اس کی توقعات پر پورا اترتا۔ اور اس کے اغراض ومقاصد کی تکمیل میں کوشاں اور ساعی ہوتا۔

اس مقصد کے لئے بی غیر مقلدین نے اس کو ہندوستان موزوں افراد فراہم کئے اور وہ یہ تھے۔ خطیب عبد اللہ چکڑالوی، احمد دین بگوی، نیاز فتح پوری، اور ان کے اتباع واذناب یہ اشخاص انگریز کی آرزوؤں خواہشوں اور تمناؤں کو عمل جامہ پہنانے کے لئے نہایت تیزی سے آگے بڑھے اور فرقہ انکار حدیث کی بنیاد رکھی، اور انکار حدیث پر جھوٹے دلائل تراشنے اور غلط براہین وضع کرنے میں انہوں نے اپنی عمریں کھپا دیں اور بہت سے سادہ لوح افراد کو صراط مستقیم سے بھٹکانے میں کامیاب ہو گے۔

(۳) اس کے بعد انگریز اس کا خواہاں اور متمنی تھا کہ پیر پرستوں کے علاقہ پنجاب سے کوئی نبی کھڑا کیا جاوے، جو لوگوں کو اپنے دام نبوت میں پھنسا کر گمراہ کرے اور امت مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرے اور اس کا شہرازہ منتشر کر کے ان کو باہم دست وگریبان کرے۔

غیر مقلدیت پر ایک نظر:

اب ہم غیر مقلدین کے اکابر علماء اور اعاظم فضلاء کی عبارات کے اقتسابات سے یہ حقیقت واضح اور الم نشرح کریں گے۔ کہ پورے ہندوستان میں انگریز کے تسلط سے قبل غیر مقلدوں کا نام ونشان تک نہ تھا۔ اور یہاں سرکاری سطح پر حنفی مسلک رائج ونافذ تھا۔ ہندوستان کے مسلوک وسلاطین، امراء ووزراء، علماء فقہاء فصحاء وبلغاء محدثین ومفسرین ومحققین سب کے سب حنفی مسلک کے متعلق تھے۔

غیر مقلد نواب صاحب رقم طراز ہیں:۔

''خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں ،اس وقت سے آج تک (انگریز کی آمد تک) یہ لوگ مذہب حنفی پر قائم رہے اور ہیں، اور اسی مذہب کے عالم اور فاضل اور قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک جم غفیر نے مل کر فتاوی ھندیۃ جمع کیا۔ اور اس میں شاہ عبد الرحیم صاحب والد بزرگوار شاہ ولی اللہ صاحب۔ دہلوی بھی شریک تھے''۔ [ماخوذ انگریز اور اہل حدیث]

نواب صاحب کی مذکورہ عبارت سے ثابت ہوا کہ ہندوستان میں اسلام کے ظہور سے لے کر انگریزی حکومت کے تسلط تغلب تک یہاں کے اکثر باشندے مذہب حنفی کے پیروکار اور اس پر عامل وکاربند تھے۔ اور کچھ شیعی مسلک کے حامل اور اس پر عامل تھے۔

ان دو مسالک کے سوا کسی تیسرے فرقہ کا ہندوستان میں نشان تک نہ تھا۔ اگر غیر مقلدین بھی یہاں شروع سے موجود ہوتے تو نواب صاحب یقیناً اور لازماً ان کا تذکرہ بھی کرتے ۔نواب صاحب نے قطعی طور پر ہندوستان میں اس فرقہ کے قدیما پائے جانے کی صریح الفاظ میں نفی کردی ہے۔ اس لئے اب اس میں کسی چوں وچرا کی گنجائش نہیں۔

غیر مقلدین اور انگریز کی خدمات:

بفضلہ تعالیٰ دلائل و براہین کی روشنی میں یہ حقیقت پوری طرح الم نشرح اور بے نقاب ہو چکی ہے کہ فرقہ غیر مقلدین کا وجود انگریز کی چشم التفات کا رہین منت ہے۔ انگریز کے دور حکومت سے قبل اس فرقہ کا ہندوستان بھر میں کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔

اب ہم غیر مقلدوں کے اکابر و اسلاف اور بانیوں کی انگریز سرکار کی خدمت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ تاکہ ان پر انگریز کی نظر التفات کی وجہ واضح ہو جائے۔

سب سے پہلے ہم غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل شمس العلماء مولانا نذیر حسین صاحب کی خدمت پر روشنی ڈالتے ہیں۔

میاں نذیر حسین دہلوی کا اجمالی تعارف:

میاں نذیر حسین صاحب دہلوی غیر مقلدین کے بہت بڑے عالم اور پیشوا ہیں غیر مقلد حضرات ان کو مجدد اعظم شیخ الکل فی الکل شمس العماء اور آیت من ایات اللہ کے عظیم القابات سے یاد کرتے ہیں۔ اور ان کو اپنی جماعت کے بانیوں میں شمار کرتے ہیں، غرضیکہ یہ ان کی بڑی مایہ ناز اور قابل فخر ہستی ہیں، غیر مقلدیت کے فروغ اور اشاعت میں ان کی خدمت کو بڑا دخل ہے۔ ان کی زندگی کے پورے ۷۵ سال سلف صالحین پر تنقید کرنے اور ان کے عظیم فقہی و علمی کارناموں میں کیڑے نکالنے اور ان کو اپنے خود ساختہ الزامات کا ہدف بنانے میں صرف ہوئے۔ میاں صاحب قصبہ سورج گڑھ ضلع دونگیر صوبہ بہار میں ۱۲۲۰ھ بمطابق ۱۸۰۵ء میں پیدا ہوئے۔ اور ایک سو سال کی عمر پا کر ۱۳۲۰ھ میں وفات پا گئے۔ [نتائج التقلید: ص ۱۱]

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں نہ صرف یہ کہ میاں صاحب نے قطعاً کوئی حصہ نہیں لیا، بلکہ اس کو غدر اور بلڑ سے تعبیر کر کے مجاہدین کرام اور غازیان عظام کے جذبات کو پامال اور مجروح کیا، اس دور کے مشاہیر و اکابر اور جید علماء کرام نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ تیار کیا، لیکن میاں صاحب نے اس پر دستخط کرنے سے بھی انکار کر دیا۔

پھر عین حالت جنگ میں مجاہدین سے غداری کا ارتکاب کرتے ہوئے ایک زخمی میم کو گھر اٹھوا لائے۔ اس کا علاج معالجہ کر کے اس کو انگریز کے سپرد کر کے اس سے وفاداری کے سرٹیفکیٹ حاصل کئے۔

غیر مقلدوں کی غداری:

جب اپنوں کی غداری سے ۱۹ ستمبر ۱۸۵۷ء کو انگریز دہلی پر قابض ہو گئے تو انہوں نے انتہائی سفاکی اور بے دردی سے مسلمانوں کے قتل عام کا سلسلہ شروع کیا، مسلمانوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے گئے۔ ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے وحشت وبربریت کے ریکارڈ قائم ہو گئے۔ جن کے سامنے چنگیز خاں اور ہلاکو خاں کے مظالم کی داستانیں اور کہانیاں ماند پڑ گئیں۔

امام راشد حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ العزیز انگریز کے بے پناہ مظالم کی تصویر پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:۔

> ''خصوصیت سے مسلمانوں کے ساتھ جو ذلت آمیز اور جگر خراش برتاؤ کیا گیا وہ بیان سے باہر ہے'' زندہ مسلمانوں کو سؤر کی کھال میں سلوا کر گرم تیل کے کڑھاؤ میں ڈلوانا، سکھ رجمنٹ سے علی رؤس الاشہاد اغلام کروانا، فتح پوری کی مسجد سے قلعہ کے دروازہ تک درختوں کی شاخوں پر مسلمانوں کی لاشوں کا لٹکانا، مساجد کی بے حرمتی خصوصاً شاہ جہاں جامع مسجد دہلی کے حجروں میں گھوڑوں کا باندھنا، عبادت کی جگہ دفاتر قائم کرنا اور حوض میں وضوء کے پانی کی جگہ گھوڑوں کے لید ڈالنا وغیرہ۔
>
> [نقش حیات ص ۴۵۷]

اپنوں کی غداری اور ضمیر فروشی سے مسلمانوں کو ان روح فرسا مظالم سے دوچار ہونا پڑا۔ اگر اپنی غداری نہ کرتے تو مسلمانوں کو یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا۔ ان کی عورتوں کی عصمتیں نہ لٹتیں۔ ان کی مساجد کی بے حرمتی نہ ہوتی۔ ان کی لاشوں کو درختوں کی شاخوں

پر نہ لٹکایا جاتا۔ ان کو ستور کی کھالوں میں سلوا کر گرم تیل کے کڑھاؤ میں نہ ڈلوایا جاتا۔ ان سے سکھ رجمنٹ سے سب کے سامنے اغلام بازی نہ کروائی جاتی۔

نواب صدیق حسن خان کے کارنامے:

نواب صدیق حسن خان صاحب فرقہ غیر مقلدین کے بہت بڑے پیشوا اور امام ہیں، غیر مقلدین میں ان کو مرکزی اور بنیادی شخصیت قرار دیا جاتا ہے۔ غیر مقلدین ان کو امام السنۃ خاتم المحدثین اور مجدد ہند کے لقب سے ملقب کرتے ہیں، بعض لحاظ سے ان کو "شیخ الکل فی الکل" پر بھی فوقیت اور برتری حاصل ہے۔ نواب صاحب ۱۴ اکتوبر بروز یک شنبہ ۱۸۳۲ء کو بانس بریلی میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۰۷ھ مطابق ۲۰ فروری ۱۸۹۰ء کو فوت ہوئے۔

نواب صاحب اور انگریز:

نواب صاحب نے انگریز کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کے ۔ ے پاپڑ بیلے مجاہدین ۱۸۵۷ء کی طرف گالیوں کی توپ کا دھانہ موڑ دیا۔ ان پر لعن طعن کی پ ر کی ان کو ظالم، غاصب، فتنہ پرور جاہل، اتباع اسلام سے منحرف، گناہ کبیرہ کے مرتکب، بلکہ ایمان سے دور اور خسر الدنیا والاخرہ کا مصداق قرار دیا۔

مجاہدین ۱۸۵۷ء کے بارے میں نواب صاحب کی رائے عالیہ پیش کی جاتی ہے کہ انگریز کی اطاعت غیر مقلدین کے نزدیک سب واجبوں سے بڑا واجب ہے۔

نواب صاحب لکھتے ہیں:

"اور حاکموں کی اطاعت اور رئیسوں کا انقیاد ان کی ملت میں (غیر مقلدوں کے مذہب میں) سب واجبوں سے بڑا واجب ہے"۔

[ترجمان وھابیہ: ص ۲۹ بحوالہ اہل حدیث اور انگریز]

ملاحظہ:

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ نواب صاحب کیا لاجواب بات فرما گئے ہیں کہ ظالم کافر اور

دین اسلام کے سب سے بڑے دشمن انگریز کی حکومت کی اطاعت سب فرائض سے بڑھ کر واجب اور ضروری ہے گویا کہ توحید ورسالت اور معاد وغیرہ کے اقرار اور نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ فرائض سے بھی بڑھ کر یہ فرض ہے کہ انگریزی حکومت کی اطاعت کی جائے۔ تو جو لوگ، انگریز کی اطاعت کو فرض نہیں گردانتے وہ سب سے بڑے فرض کے منکر، سب سے بڑے واجب سے انکاری ہونے کی وجہ سے دائرہ ایمان سے خارج ہیں۔

تنسیخ جہاد اور نواب صاحب کی تائید:

غیر مقلد نواب صاحب جہاد کی منسوخی پر جو رسالہ بٹالوی نے لکھا ہے۔ اس کی پُر زور تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"چنانچہ ۱۸۷۵ء میں مولوی محمد حسین سرگروہ موحدین لاہور (غیر مقلدین کے لیڈر سردار) نے بجواب سوال مسئلہ اور اس فتوی کے کہ آیا بمقابلہ گورنمنٹ ہند مسلمانان ہند کو جہاد کرنا اور اپنی مذھبی تقلید میں ہتھیار اٹھانا چاہئے یا نہیں، یہ جواب دیا ہے اور بیان کیا ہے۔ کہ جہاد جنگ مذھبی بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا بمقابلہ اس حاکم کے کہ جس نے آزادی مذھبی دے رکھی ہے۔ از روئے شریعت اسلام عموماً خلاف وممنوع ہے۔ اور وہ لوگ جو بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا کسی اس بادشاہ کے جس نے آزادی مذھب دی ہے۔ ہتھیار اٹھاتے ہیں۔ اور مذھبی جہاد کرنا چاہتے ہیں۔ کل ایسے لوگ باغی ہیں اور مستحق سزا کے مثل باغیوں کے شمار ہوتے ہیں۔ [اہل حدیث اور انگریز: ص ۸۵، ادارہ خدام احناف لاہور]

قابل غور نکتہ:

نواب صاحب اور ان کے ہم عصر تمام اکابر واصاغر علماء غیر مقلدین نے اسلام کے ایک اہم ترین بنیادی اور اساسی فریضہ (جس کی فرضیت قرآن کریم کے قطعی نصوص اور صحیح، صریح مرفوع اور غیر مجروح احادیث سے ثابت ہے) کو محض انگریز کی خوشنودی اور

رضاء کے لئے اور اپنے دنیوی اغراض ومقاصد اور سیاسی مفاد حاصل کرنے کے لئے اور انگریز سرکار سے اپنی وفاداری کے سرٹیفکیٹ کے حصول کی غرض سے منسوخ قرار کرنے بلکہ اس میں ادنیٰ ترمیم کا حق بھی کسی شخص کو حاصل نہیں خواہ وہ کتنے بڑے منصب اور مرتبہ پر فائز ہو۔

شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ کہ غیر مقلدین کے اکابر نے محض انگریز کو خوش کرنے اور اپنے دنیوی مقاصد کی تحصیل غرض سے شریعت مقدمہ کے ایک اہم فریضہ کو منسوخ قرار دینے کی ناپاک جسارت کی۔

غیر مقلدین کی نظریہ کی تردید:

چنانچہ انہی فتنہ پرور، تحریف فی الدین، ائمہ مجتہدین سے بغاوت، اسلاف امت کے اوپر طعن وتشنیع اور اجماع کی حجیت شرعیہ سے انکار کرنے والوں میں سے غیر مقلدین نمایاں ہیں۔

مذکورہ تفصیل سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو رہی ہے کہ ان کے ہاں ہر مسئلہ کے حل کے لئے صرف قرآن وحدیث ہی کافی ہے۔ اجتہاد وقیاس کی ضرورت نہیں اور نہ وہ حجت شرعیہ ہیں۔ تو ہم ان سے سوال کرتے ہیں کہ کیا آپ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے زیادہ علم وفضل رکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو قرآن وحدیث اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معیار پر پورے اترے اور جناب نبی کریم ﷺ کے ہزاروں فضلاء بالخصوص خلفاء اربعہ راشدین بلا کسی شک وشبہ کے وہ اجتہاد اور استنباط کو تسلیم کر رہے ہیں، اور اس کو ضروری سمجھتے ہیں، اور ایک آپ ہیں کہ اجتہاد اور قیاس کی ضرورت نہیں؟

کیا تم لوگ درجہ اجتہاد پر فائز ہو اسی طرح ہر مسئلہ کے دلائل وبراہین، ناسخ ومنسوخ، مقدم ومؤخر کو جانتے ہو۔

کیا آپ سارے مسائل براہ راست قرآن وحدیث سے حل کر سکتے ہو۔

اگر جواب نفی میں ہے تو پھران چیزوں (اجتہاد، استنباط وقیاس) کا تسلیم کرنا ضروری اور لازمی ہے۔

اور اگر اثبات میں جواب ہے تو پھر ہم آپ سے مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ اس کو صرف قرآن وحدیث سے حل کریں۔

کہ سود چاول میں بھی جاری ہوتا ہے۔ یعنی جب چاول کو چاول کے عوض میں فروخت کیا جائے تو ادھار بھی حرام ہے۔ اور کسی طرف مقدار میں کمی بیشی بھی حرام تو یہ کہاں سے ثابت ہے؟

الفصل الرابع:

منکرین اجماع کے دلائل اوران کے علمی جوابات

ابراھیم نظام معتزلی، خوارج اور اکثر روافض اجماع کے منکر ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اجماع محال ہے، اگر اجماع کو تسلیم کرلیا جائے۔ تو اس کا علم محال ہے۔ اور اگر اس کو بھی تسلیم کرلیا جائے تو پھر اس کا نقل ہونا ہماری طرف یہ محال ہے۔

منکرین اجماع اور کتاب اللہ:

منکرین اجماع اپنی پہلی دلیل اجماع کے حجت نہ ہونے پر کتاب اللہ سے آیت مذکورہ کو پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ فرمان الٰہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ [النسآء آية:۵۸]

ترجمہ: ''مومنو! خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں

سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو۔تو اگر خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔تو اس میں خدا اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو"۔

فائدہ: آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے متنازع فیہ امر کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹانے کا حکم دیا ہے۔یعنی اس کو کتاب اللہ اور سنت رسول سے حل کرو۔امت کی طرف متنازع فیہ حکم کو لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔پس یہ چیز دلالت کرتی ہے۔اس بات پر کہ ان کا قول معتبر نہیں ہے۔تو پھر اجماع کی طرف کوئی حاجت بھی نہیں۔

آیت کا جواب:

منکرین اجماع نے جو آیت دلیل کے طور پر پیش کی ہے۔وہ رد ہے انہی پر، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے متنازع فیہ حکم میں کتاب اللہ اور سنت رسول کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔اور اجماع متنازع فیہ مسئلہ ہے۔لہذا اس میں کتاب اللہ اور سنت رسول کی طرف رجوع کریں گے۔اور ان کا حکم اجماع کے بارے میں تلاش کریں گے۔اور ان کے حکم کو تسلیم کریں گے۔کتاب اللہ اور سنت رسول تو اجماع کے بارے میں حجت کا حکم دیتا ہے۔لہذا منکرین اجماع کا استدلال باطل ہے۔

چنانچہ اکثر وھبۃ الزحیلی اپنی کتاب میں رقمطراز ہیں:۔

منکر الاجماع :وھم ابراھیم النظام من المعتزلة والخوارج واکثر الروافض:ان الاجماع محال، ولو سلم فالعلم به محال، ولوسلم فنقله الینا محال، واستدلوا من الکتاب !قال تعالیٰ:یاآیھا الذین آمنوا اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الأمر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی الله والرسول ان کنتم تؤمنون بالله والیوم الآخر الآیة...... فالله تعالیٰ أمر برد المتنارع فیه الی الله ورسوله ای الی

الكتاب والسنة، ولم يأمر برده الى الأمة، فدل على آن قولها غير معتبر، وان لاحاجة الى الاجماع واجيب عنه بأن في ثنايا الآية ردًا عليهم لأن حجية الاجماع من المتنازع فيه، وبالرد الى الله ورسوله تبين ان الاجماع حجة...... [اصول الفقہ: ج ا ص ۵۲۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان]

منکرین اجماع اور سنت رسول ﷺ

منکرین اجماع۔ اجماع کی حجیت کو باطل کرنے کے لئے احادیث مبارکہ بھی پیش کرتے ہیں اور اجماع کو دلیل نہ ماننے پر مذکورہ احادیث سے استدلال پکڑتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:۔

حدیث نمبر:۱۔

پہلی حدیث، حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کو پیش کرتے ہیں، کہ جب جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادلہ کے بارے میں ان سے سوال کیا۔ جس پر تم عمل کرو گے۔ تو انہوں نے جواب میں کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجتہاد کو ذکر فرمایا۔ اور ان اُدلہ میں اجماع کو ذکر نہیں کیا۔ اگر اجماع امت دلیل ہوتا تو کیسے اس کو پس پشت ڈال سکتے تھے۔ باوجود اس کے کہ اس کی طرف احتیاج تھی۔

حدیث نمبر:۲۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ جن لوگوں کے قول سے اجماع کو حجت لیا گیا ہے وہ لوگ بعض زمانوں میں نہیں پائے جائیں گے یعنی بعض زمانہ ان لوگوں سے خالی رہے گا تو اگر اجماع حجت ہوتا تو ان لوگوں سے زمانہ خالی نہ ہوتا۔ بلکہ ہر زمانے میں یہ لوگ بڑی تعداد میں پائے جاتے لہذا اجماع حجت نہیں ہے۔

چنانچہ امام المحدثین امام ترمذی رقم طراز ہیں:۔

عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الاسلام بداغریباً وسیعود کما بدأ فطوبیٰ للغرباء. [الترمذی: ج۲ص۹۱، ایچ، ایم، سعید کراچی]

حدیث نمبر:۳۔

اس ارشاد مبارک میں بھی اس بات کی طرف اشارہ مل رہا ہے کہ علماء کو دنیا سے اٹھا لیا جائے گا اور جہلاء کو سردار لوگ بنالیں گے۔ اوران سے مسائل پوچھیں گے تو وہ بغیر علم کے فتوی دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسرے کو بھی گمراہ کریں گے، اور علماء کا زمانے میں نہ ہونا، جن کے قول کو حجت مانا جائے۔ اس لئے اجماع امت حجت نہیں ہے۔

چنانچہ امام المحدثین محمد بن اسماعیل اپنی شہرہ آفاق تصنیف بخاری شریف میں رقم طراز ہیں:۔

عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ان الله لایقبض العلم انتزاعاً ینتزعه من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذالم یبق عالم اتخذ الناس رؤساً جهالا فسئلوا فافتوا بغیر فضلوا واضلّوا. [البخاری: ج۱ص۲۰ قدیمی کتب خانہ کراچی]

جواب نمبر:۱۔

حدیث میں ان ادلہ کو ذکر کیا گیا ہے جن پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عمل کرنا ممکن تھا۔ اور اجماع کا ذکر نہیں کیا اس لئے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حجت نہیں تھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کو بیان نہیں کیا تو اس کی طرف احتیاج ہی نہیں بلکہ وہ حجت اور فقہ اسلامی کا تیسرا ماٰ خذ ہے۔

جواب نمبر:۲۔

خبر احاد جو کسی زمانے میں علماء کے نہ ہونے پر دال ہے جیسے حدیث بدا الاسلام، یہ

حدیث دلالت نہیں کرتی اس بات پر کہ جن علماء کا قول حجت ہے۔ وہ باقی نہیں رہیں گے۔ بلکہ حدیث کا مطلب ان کی غایت کو بیان کرنا ہے کہ اسلام والے کم تعداد میں ہوں گے مگر ہر زمانے میں موجود ہوں گے۔ لہٰذا ان کا دعوی باطل ہے۔

جواب نمبر:۳۔

حدیث میں انقباض علماء کی علت بیان کی گئی ہے کہ اس کی وجہ سے اجماع منعقد نہیں ہوگا یہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ انقراض علماء کے باجود اجماع کے وجود کا ممتنع ہونے کو کسی نے بھی قول نہیں کیا۔ یعنی انکار نہیں کیا ہے لہٰذا یہ بات لغو ہے۔

جواب نمبر:۴۔

ماقبل میں مذکورہ احادیث مبارکہ دوسری حدیث کے معارض ہیں۔ اور جو دلالت کرتی ہے کہ کوئی زمانہ علماء سے خالی نہیں ہوگا۔ بلکہ ہمیشہ ایک طائفہ امت میں سے حق پر قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ جائے، تو معلوم ہوا کہ منکرین اجماع کے دلائل باطل اور بے بنیاد ہیں۔

چنانچہ علامہ وھبۃ الزحیلی رقم طراز ہیں:۔

استدلوا من السنة! وهو آن حديث معاذ الذى سأله الرسول صلى الله عليه وسلم عن الادلة المعمول بها، ثم اقره على طريقة الاجتهاد والحكم، ليس فيه ذكر للاجماع و بو كان دليلا لما ساغ له اغفاله مع الحاجة اليه. وايضا فانه ورد عن النبى عليه الصلاة والسلام ما يدل على جواز خلو العصر ممن تقويم الحجة بقوله، ولو كان الاجماع حجة لما جاز خلو عصر منهم ومما ورد قوله عليه الصلاة والسلام :يدأ الاسلام غريباً وسيعود غريباً كما بدأ فطوبى للغرباء وقوله ان الله لايقبض العلم انتزاعاً من الناس،

ولكن يقبض العلم، يقبض العلماء، حتى اذالم يبق عالماً اتخذاالناس رؤساء جهالا، فسئلوا افأ فتوا بغير علم، فضلوا وآفضلوا! ورد عليه بأن الحديث ذكر فيه الأدلة التي يمكن العمل بها في زمنه صلى الله عليه وسلم اما الاجماع فلم يذكر لأنه ليس حجة في زمن النبي عليه الصلاة والسلام فلم يكن مؤخرًا لبيانه مع الحاجة اليه.

وأما الأخبار الدالة على خلو آخر الزمان من العلماء كحديث: بدا الاسلام،فانها لاتدل على آنه لايبقى من تقوم الحجة بقوله، بل غايته آن اهل الاسلام هم الأقلون.

وايضاً فهذه الأحاديث معارضة بآحاديث آخرى تدل على امتناع خلو عصر عمن تقوم الحجة بقولهم مثل" لاتزال طائفة من امتى على الحق ظاهرين، حتى يأتي امر الله، وحتى يظهر المسيح الدجال.

[اصول الفقہ: ج۱ص ۵۴۷ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان]

منکرین اجماع اور قیاس

منکرین اجماع عقلی طور پر بھی دلیل پیش کرتے ہیں یہ حضرات کہتے ہیں کہ اجماع کا وقوع محال اور متعذر ہے۔ اس لئے جب اس کی بنیاد دلیل قطعی پر ہے اور عادۃ دیکھا گیا ہے کہ اس کا نقل ہماری طرف نہیں ہوا۔ اس لئے کہ اس کے نقل کیلئے بہت سے دواعی ہیں۔ جو اصول تشریع کے ساتھ متصل ہے۔ اور اصول تشریع تو بہت سارے منقول ہیں۔ اور یہ بھی محال ہے کہ کسی اصول پر مخفی طور پر جم غفیر کا اجماع ہو گیا ہو۔ اور وہ منقول نہیں ہوا۔ اور یہ دلالت کرتا ہے اجماع کی عدم حجیت پر۔

اور دوسرا اعتراض یہ کرتے ہیں کہ اگر ہم امکان اجماع کو تسلیم بھی کر لیں پھر بھی یہ ممکن نہیں کہ اس کی معرفت اور اطلاع دوسروں تک ہوئی ہو۔ بوجہ مختلف شہروں میں

مجتہدین کا ہونا۔ کیونکہ اجماع میں شرط ہے کہ سب مجتہدین متفق ہوں۔

جواب نمبر:۱۔

اجماع کی ضرورت اس وقت نہیں تھی اس لئے اس دلیل قطعی کو ذکر نہیں کیا گیا، اور جب کسی چیز کی ضرورت نہ ہو تو اس وقت اس کی دلیل ذکر نہیں کی جاتی۔ اس لئے نفس اجماع خود ہی حجت میں کافی ہے۔ اس کے لئے دلیل کی احتیاج نہیں۔

جواب نمبر:۲۔

آپ کا یہ کہنا کہ مجتہدین کی آراء کا دوسروں تک پہنچنا ممکن نہیں۔ یہ بات صحیح نہیں کیونکہ مجتہدین کی آراء کو جانا گیا ہے۔ اور ممکن ہے۔ دوسروں تک روایت اور شہرت کے طریقے پر پہنچنا۔ جیسا کہ ہم نے جانا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب مثلاً بغیر ولی کے نکاح باطل ہے۔ اور احناف کا مذہب اس کے مخالف ہے۔ اور یہ بات تو زمانہ قدیم اس مشکل ہوتی لیکن اس کے باوجود یہ بات ہم تک پہنچ چکی ہے۔ اور آج کل تو مجتہدین کی آراء کی معرفت آسان ہے۔ بغیر کسی نزاع کے۔ آج کے زمانے میں ممکن اور سہولت ہے کہ تمام مجتہدین کسی ایک جگہ اور ایک وقت میں مجتمع ہو جائیں۔ یہ آسان ہے۔ لہذا آپ کا اعتراض لغو اور باطل ہے۔

چنانچہ الدکتور وھبۃ الزحیلی اپنی تصنیف اصول الفقہ الاسلامی میں رقم طراز ہیں:۔

واستدلوا بالمعقول على ان الاجماع محال، وذلك على سبيل الافتراض فيما لو آريد اثباته كمايدعي الجمهور منتقلين من نفي وقوعه الى استحالته في حد ذاته فقالوا: ان وقوع الاجماع متعزر أو مستحيل، لأنه اذاكان عن دليل قاطع، فالعادة تحيل عدم نقله الينا، لأن الدواعي تتوافر على نقله لاتصاله بأصول التشريع ايضاً تواطؤ الجميع الكثير على اخفائه، فحيث لم ينقل دل على عدمه

ویرد علیه بأنه یمتنع عدم نقله اذا دعت الحاجة الیه، ولا حاجة لنقله لأن الاجماع کاف فی الحجیة.

[اصول الفقہ الاسلامی: ج ا ص ۵۴۸ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان]

اسی طرح علامہ المحقق شمس الدین محمد بن حمزہ بن محمد بن الفناری الرومی المتوفی ۸۳۴ھ اپنی کتاب فصول البدائع میں زیب قرطاس ہیں:۔

وخالف النظام والشیعة وبعض الخوارج وهم شرذمة قلیلون من آهل الأهواء نشأ وابعد الاتفاق علی حجیة فلا عبرة بخلافهم وماروی عن احمد من قوله من ادعی الاجماع فهو کاذب استبعاد لوجوده اوالاطلاع علیه همن بزعمه وحده والدلیل علی حجیتة عقلی ونقلی، اما العقلی فمنه آن ماعلیه الاجماع لولم یکن حقالما اجمع العدد الکثیر من العلماء المحققین علی القطع بتخطئة مخالفه، لأن العادة قاضیة بأن اجماع مثلهم فی قطعی شرعی لیس الا عن نص قاطع لاعن قیاس اذ لایفید القطع ولا اجماع للدور ومافیه النص القاطع حق وقد أجمعوا لأن مایدعی حجیته أخص الاجماعات. للمخالفین من الظواهر اولاًقوله تعالیٰ: ونزلنا علیك الکتاب تبیاناً لکل شیءٍ[النحل: ۸۹] وفردوه الی الله والرسول[النساء: ۵۹] فلامرجع غیر الکتاب والسنة. وجوابه منع ظهورهما فی ذلك میحتمل الأول کون غیره ایضاً تبیاناً بواسطة الاجماع والثانی یختص بمول النزاع ومحل الاجماع لیس کذلك أو بالصحابة للخطاب وبعد تسلیم ظهورهما فالرجحان للقاطع المذکور.

وثانیاً: آن نهی الکل فی نحو لا لاتقولوا عن الخطاء یقتضی

جوازه والالما آفاد...... وجوابه آنا لانعلم اقتضاء الجواز فنسبة القدرة ليست على السوية عند الشيخ ولئن سلم فلا نعلم آنه منع للكل بل لكل آحدوفيه الجواز ثم انه ظاهر لا يقاوم القاطع. وثالثا حديث معاذ حيث لم يذكرفيه الاجماع واجوابه ان ذلك لعدم كونه حجة حيئنذ لعدم تقرر المآ خذ بخلاف مابعد ز من الرسول.

[فصول البدائع: ج۲ص۲۸۹/۹۱، دارالکتب العلمیہ بیروت]

الفصل الخامس:

حجیت اجماع کے اقسام

اجماع حجت قطعی ہے یا ظنی

علماء کا اجماع کی حجیت پر اختلاف ہے۔آیا کہ وہ حجت قطعیہ ہے یا ظنیہ تو اکثر علماء کا قول یہ ہے۔جیسا کہ مشہور ہے۔کہ اجماع حجت قطعیہ ہے۔اس کی مخالفت کفر ہے۔یا گمراہی جب کہ یہ ہماری طرف منقول ہو متواتر بہر حال اگر چہ خبر احاد کے طریقہ پر منقول ہو یا پھر وہ اجماع سکوتی ہو تو اس وقت یہ حکم ظنی کا فائدہ دیتا ہے۔حکم قطعی کا نہیں۔

چنانچہ الدکتور وھبۃ الزحیلی اپنی کتاب اصول الفقہ الاسلامی میں رقم طراز ہیں:۔

اختلف القائلون بحجية الاجماع ،هل هو حجة قطعية اوظنيه، فقال الأكثرون وهو المشهور انه حجة قطعية، بحيث يكفر مخالفه، او يضلل ويبدع وهذا، اذانقل الينا نقلا متواتر ، اما اذا الينا بطريق الاحاد أو كان اجماعاً سكوتيا، فانه لايفيد الا الظن بالحكم دون القطع به.

[اصول الفقہ الاسلامی: ج۱ص۵۴۹، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان]

حجیت اجماع اور مذاہب

امام رازی کی رائے:

علامہ رازی اوران کی جماعت کی رائے یہ ہے کہ اجماع صرف ظن کا فائدہ دیتا ہے۔

بعض اسلاف کی رائے:

بعض حضرات کا قول ہے کہ اجماع کی حجیت قطعی ہے جس وقت تمام مجتہدین کا اتفاق ہو۔ اور جس وقت تمام کا اتفاق نہ ہو۔ جیسے اجماع سکوتی تو اس وقت اجماع کی حجیت ظنی ہوگی۔

حجیت اجماع اور علامہ آمدی:

علامہ آمدی کی رائے یہ ہے کہ جب اسلام کے مفہوم میں اجماع کا حکم داخل ہو جیسے صلوات خمسہ، توحید و رسالت کے اعتقاد کا وجوب پس اگر ان کا کوئی انکار کرے تو ہو کافر ہے۔ اور اگر اسلام کے مفہوم میں اجماع کا حکم داخل نہ ہو۔ جیسے بیع کے حلال ہونے کا حکم، اجارہ کے صحیح ہونے کا حکم وغیرہ تو ان کے انکار کرنے والا کافر نہیں ہوگا۔

چنانچہ علامہ وھبۃ الزحیلی اپنی کتاب اصول الفقہ میں یوں زیب قرطاس ہیں:۔

قال الامدی: اذا کان حکم الاجماع داخلافی مفهوم اسم الاسلام کالعبادات الخمس، ووجوب اعتقاد التوحید والرسالة، فان جاحده کافر، وان لم یکن کذلك کالحکم بحل البیع وصحة الاجارة ونحوه فلا یکفر جاحده.

[اصول الفقہ: ج ا ص ۵۸۰، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ]

علامہ ابن حاجب کی رائے:

علامہ ابن حاجب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اجماع ظنی کا انکار تو کفر نہیں ہے۔ البتہ اجماع قطعی کے بارے میں مشہور مذہب کے مطابق جو عام و خاص کے ساتھ متعلق ہو جیسے عبادات خمسہ اور ضروریات دین میں سے کوئی چیز ہو۔ اس پر اگر اجماع ہو جائے۔

اور پھراس کا کوئی انکار کرے تو یہ کفر ہے۔ ورنہ نہیں۔

حجیت اجماع اور احناف:

احناف کی جماعت کا کہنا ہے۔ کہ اجماع کے مراتب ہیں تو پہلا مرتبہ صحابہ کے اجماع کا ہے۔ جو مثل کتاب اللہ اور سنت متواتر کے ہے۔ اور ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین کا اجماع بمنزلہ خبر مشہور کے ہے۔ اور وہ اجماع جس میں پہلے زمانے سے اختلاف ہو۔ وہ بمنزلہ خبر واحد کے لئے۔

چنانچہ امام فخر الاسلام علی بن محمد البز دوی اپنی شہرہ آفاق تصنیف میں رقم طراز ہیں:۔

اتفقوا علی ان انکار حکم الاجماع الظنی کا الاجماع السکوتی والمنقول بلسان الاحادغیر موجب للکفر اختلفوافی انکار حکم الاجماع القطعی کاجماع الصحابة مثلاً فبعض المتکلمین لم یجعله مو جبا للکفر بناء علی ان الاجماع عنده حجة ظنية فانکار حکمه لایوجب الکفر کانکار الحکم الثالث بخبر الواحد او القیاس. [کشف الاسرار: ج ۳ ص ۲۶۱، الصدف پبلشرز کراچی]

خلاصہ:

اجماع کی حجیت قطعیہ یا ظنیہ ہونے میں اور اس کے انکار کرنے والے کا حکم جس کا اختصار الدکتور وھبۃ الزحیلی اپنی کتاب اصول الفقہ الاسلامی میں یوں اپنے انداز کے مطابق تحریر کیا ہے:۔

ان اطلاق القول بتکفیر منکر حکم الاجماع لیس یصحیح وانما یحتاج والی تفصیل :فان کان من اجماع الصحابة المنقول الینا بطریق التواتر ،فانه یحکم بکفر

منکره عند من يعتقد انه حجة قطعية كالنص القطعي والخبر والمتواتر، ومنكر كليهما كافر لامحالة، ولا يحكم بكفر من آنكره عند من يرى آنه حجة ظنية ، فيكون كانكار الحكم الثابت بخبر الواحد اوبالقياس.

[اصول الفقہ: ج ۱ص ۵۵۰، مکتبہ رشدیہ کوئٹہ]

چنانچہ اس طرح امام ابی المعالی عبدالملک بن عبداللہ یوسف الجوینی المتوفی ۴۷۸ھ اپنی کتاب البرھان فی اصول الفقہ میں رقم طراز ہیں:۔

فشافي لسان الفقهاء آن خارق الاجماع يكفر، وهذا باطل قطعا، فان من ينكر آصل الاجماع لايكفر، والقول في التكفير والتبرؤليس بالهين، ولنا فيه مجموع فليتامّله طالبه، نعم،من اعتراف بالاجماع واقر يصدق المجمعين في النقل، ثم انكر مااجمعوا عليه كان هذالتكذيب آيلا الى الشارع عليه والسلام ومن كذب الشارع كفر.

والقول الضابط فيه :ان من انكر طريقا في ثبوت الشرع لم يكفر، ومن اعترف يكون الشئ من الشرع ثم آنكره، كان منكرا للشرع، وانكارجزئه كانكار كله. والله اعلم.

[البرھان: ص ۲۸۰، دار الکتب العلمیہ بیروت]

☆☆☆

الباب الاربع

سند ونقل اجماع اوراس کے متعلقات

الفصل الاوّل:

اجماعی مسائل کا مأخذ
قرآن وسنت اور قیاس
اجماع کا مدار دلیل شرعی پر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب قاضی شریح کو لکھ کر بھیجا کہ تم فیصلے قرآن حکیم کے مطابق کرو۔ اور اگر تمہارے پاس کوئی ایسا مقدمہ آئے۔ جس کا صریح حکم قرآن شریف میں نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کرو۔

اور اگر کوئی ایسا مقدمہ آئے جس کا حکم صریح طور پر نہ قرآن کریم میں ہو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں تو تم اس کے لئے وہ فیصلہ تلاش کرو، جس پر سب لوگ متفق ہو چکے ہوں۔

اور اگر کوئی ایسا مقدمہ آجائے۔ جس کے متعلق کسی کا فیصلہ موجود نہ ہو (نہ قرآن میں، نہ سنت میں نہ اجماع میں) تو اب دو صورتوں میں سے جس کو چاہو اختیار کرلو۔ یعنی چاہو تو آگے بڑھ کر اپنے اجتہاد سے فیصلہ کردو۔ اور چاہو تو پیچھے ہٹ جاؤ۔ (یعنی اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرنے کے بجائے اہل علم سے پوچھ کر عمل کرو اور میں تمہارے لئے ایسے موقع پر پیچھے ہٹ جانا ہی بہتر سمجھتا ہوں۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اجماع کے حجت ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اجماع کرنے والوں کو شرعی احکام میں نعوذ باللہ تم کو رب کی طرف سے اختیار مل گئے ہیں کہ وہ قرآن وسنت سے آزاد ہو کر جس چیز کو چاہیں حرام اور جس کو چاہیں حلال کردیں بلکہ جس

مسئلہ پر بھی اجماع منعقد ہوتا ہے وہ یا قرآن پاک کی کسی آیت سے ماخوذ ہوتا ہے۔ یا رسول الہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت سے یا اس قیاس سے جس کی اصل قرآن یا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہو۔ غرض ہر اجماعی فیصلہ کسی نہ کسی دلیل شرعی پر مبنی ہوتا ہے۔ اس لئے اجماعی مسائل کا ماٗخذ کتاب اللہ ہوگا یا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا پھر قیاس تو اجماع منعقد بھی دلیل شرعی پر ہوتا ہے یعنی اجماع کا سارادار مدار دلیل شرعی پر ہے۔ ہر اجماع کی اصل وہ شرعی ہوگی۔

الفصل الثاني:

سند اجماع

سند اجماع کا تعارف:

فقہ کا کوئی مسئلہ قرآن یا سنت کے بغیر ثابت نہیں ہوسکتا۔ تو اجماع کا بھی ہر فیصلہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محتاج ہے۔ چنانچہ فقہ کے جس مسئلہ پر بھی اجماع منعقد ہوگا۔ یا تو قرآن حکیم کی کسی آیت سے ماخوذ ہوتا ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت سے ماخوذ ہوگا یا ایسے قیاس سے جس کی اصل با قاعدہ کتاب اللہ یا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مذکور ہوگا۔ یعنی ہر اجماعی فیصلہ جس کی بنیاد کسی نہ کسی دلیل شرعی پر مبنی ہوتا ہے۔ جس کو ''سند اجماع'' کہتے ہیں۔

جمہور علماء کا کہنا ہے کہ اجماع کے لئے ضروری ہے کہ کوئی نہ کوئی سند ضرور ہو خواہ نص ہو یا قیاس۔ اس لئے کہ بغیر سند کے فتوی دینا اس میں غلطی ہوسکتی ہے۔ اور یہ بات بھی ہے کہ دین میں بغیر علم اور سند کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک بھی اس چیز سے روکتا ہے کہ بغیر علم کے بات نہ کہیں۔

تو اجماع کے لئے لازم ہے کہ کوئی سند ہو، کیونکہ اگر اجماع بغیر سند کے منعقد ہوگا تو تقاضہ کرے گا اس بات کا یہ مسئلہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شرع کے بعد ثابت

ہوا ہے۔ جبکہ یہ باطل ہے۔

اور دوسری خرابی یہ لازم آئے گی جب سند نہ ہو۔ آرائیں مختلف ہوں گی، اور علماء کی ایک دوسرے پر برتری ہوگی، تو یہ چیزیں آپس میں اتفاق ہونے سے مانع ہوں گی، جب کہ اجماع میں اتفاق اولین شرط ہے۔ اور یہی چیز یعنی سند یہ اتفاق اور متحد ہونے کا سبب ہے۔

وفي فضول البدائع:.

لابدله من سند اى دليل اوأمارة يستند عليه فالاول لأن الفتوى قبل الاجماع بدونها قول بالتشهي فيكون خطأواذا كان قول كل خطأ بيقين كان الاجماع خطأ، يصح الامارة كالقياس وخبر الواحد سندًاله.

[فصول البدائع: ج۲ص۳۰۸، دارالکتب العلمیہ بیروت]

سند اجماع کے فوائد

جب ہر مسئلہ جس پر مجتہدین کا اتفاق ہو جائے۔ تو اس مسئلہ کا فیصلہ کتاب اللہ یا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا قیاس پر مبنی ہوتا ہے تو پھر اجماع کا کیا فائدہ ہوا اور اسے فقہ اسلامی کے دلائل میں کیوں شمار کرتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اجماع سے دو فائدے ہوتے ہیں۔

(۱) ایک تو یہ ہے کہ قرآن وسنت یا قیاس سے ثابت ہونے والا حکم اگر ظنی ہو، یعنی ایسا یقینی ہو جس میں شک کی گنجائش ہو۔ یا دلیل ظنی سے ثابت ہونے والا حکم ظنی ہوتا ہے۔ تو یہ اجماع اس ظنی کو قطعی کر دیتا ہے (یعنی ایسا یقینی جس میں شک کے ادنی درجے کی گنجائش نہ رہے) اب اس کے بعد کسی فقیہ مجتہد کو بھی اس سے اختلاف کا جواز باقی نہیں رہتا، اور اگر وہ حکم پہلے ہی قطعی تھا۔ تو یہ اجماع اس کی قطعیت میں مزید قوت اور تاکید پیدا

کردیتا ہے۔

(۲) اور دوسرا اجماع کا فائدہ یہ ہے کہ اجماع جس دلیل شرعی پر مبنی ہو، بعد والے لوگوں کو اس کی دلیل پر غور وفکر کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی بلکہ ان کو اس مسئلہ پر اعتماد کرنے کے لئے بس اتنی دلیل کافی ہوتی ہے۔ کہ فلاں زمانے میں تمام مجتہدین کا اجماع منعقد ہوا تھا۔ انہوں نے کس دلیل شرعی کی بنیاد پر یہ اجماعی فیصلہ کیا ہے یہ دلیل جاننے کی ضرورت بعد کے لوگوں کو نہیں رہتی۔

اب سند اجماع کی امثلہ ذکر کرتے ہیں:۔

اور یہ سند مختلف آراؤں کو جمع کرنے والی ہے، اور غلطی سے نجات دلوانے والی ہے اس لئے سند اجماع کا ہونا لازمی ہے تا کہ ان تمام خرابیوں سے بچا جا سکے۔

چنانچہ الدکتور وھبۃ الزحیلی اپنی تصنیف اصول الفقہ الاسلامی میں رقم طراز ہیں:۔

مستند الاجماع: هو الدليل الذى يعتمد عليه المجتهدون فيما اجمعوا عليه، واختلفوا في ضرورة الاعتماد على مستند، ان الاجماع لابدله من شئ يستند اليه من نص اوقياس، لان الافتاء بدون مستند خطأ اذ انه يعتبر قولا فى الدين بغير علم، وهو منهى عنه بقوله تعالىٰ ولا تقف ماليس لك به علم. والأمة معصومة عن الخطأ ولأن آهل الاجماع ليس لهم الاستقلال باثبات الأحكام.

[اصول الفقہ: ج ا ص ۵۵۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان]

اور اسی طرح امام فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی اپنی شہرہ آفاق تصنیف کشف الاسرار میں زیب قرطاس ہیں:۔

واعلم ان عند عامة الفقهاء لاينعقد اجماع اور عن مأخذ ومستند لان اختلاف الآراء والهمم يمنع عادة من الاتفاق على شئ الاعن سبب يوجبه ولان القول فى الدين بغير

دلیل خطأ اذالدلیل هو الموصل الی الحق فاذافقد لایتحقق الوصول الیه فلوا اتفقوا علی شیٔ من غیر دلیل لکانوا مجمعین علی الخطأ وذلك قادح فی الاجماع.

[کشف الاسرار: ج ۳ ص ۲۶۳، الصدف پبلشرز کراچی]

سنداجماع کی امثلہ

سنداجماع اور کتاب اللہ:

قرآن سے ماخوذ ہونے کی مثال فقہ کا مشہور اجماعی مسئلہ ہے کہ دادی، نانی اور نواسی سے نکاح حرام ہے۔ اجماع کرنے والوں نے یہ مسئلہ قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے لیا ہے۔

﴿حرمت علیکم امهاتکم وبناتکم﴾

[النساء آیۃ: ۲۲]

ترجمہ: ''حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں''۔

لہذا یہ آیت اس مسئلہ کے لئے ''سنداجماع'' ہے۔ مذکورہ بالا فقہی مسئلہ یا حکم اگرچہ اس آیت مبارکہ سے ثابت ہو چکا تھا۔ کیونکہ امہات (مائیں) کا لفظ دادی اور نانی کو بھی شامل ہے۔ اور بنات (بیٹوں) کا لفظ نواسی کو بھی شامل ہے۔

جیسے علامہ السید محمود الالوسی اپنی کتاب تفسیر روح المعانی میں رقم طراز ہیں:۔

(وآمهاتکم) تعم الجدات. الی ان اطلاق الام علی الجدة مجاز، والتحقیق ان الام مراد به الاصل علی کل حال لأنه ان استعمل فیه حقیقة فظاهر والا فیجب ان یحکم بارادته مجازا فتدخل الجدات فی عموم المجاز والمعرف لارادة ذلك فی النص الاجماع علی حرمتهن. والمراد بالبنات من ولدتها او ولدت من وولدها وتسمیة الثانیة

بنتاً حقیقة باعتبار ان البنت یرادبه الفرع کماقیل به.

[تفسیر روح المعانی: ج۴ص۱۵۰/۲۴۹]

لیکن یہ حکم قطعی اور یقینی نہ تھا۔ کیونکہ یہ احتمال بھی موجود تھا۔ کہ امہات (ماؤں) سے یہاں صرف حقیقی مائیں مراد ہیں یا دادی اور نانی بھی مراد ہیں۔ اور اسی طرح بنات (بیٹیوں) کے لفظ میں احتمال تھا کہ اس سے یہاں صرف حقیقی بیٹیاں مراد ہوں بیٹیوں کی بیٹیاں مراد نہ ہوں، چنانچہ یہ ایک احتمال تھا۔ تو احتمال کی بنیاد پر کوئی فقیہ مجتہد یہ کہہ سکتا تھا کہ دادی، نانی اور نواسی سے نکاح حرام نہیں ہے۔ مگر جب ان کے حرام ہونے پر اجماع منعقد ہو گیا۔

جیسا کہ عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر احکام القرآن میں رقم طراز ہیں:۔

قوله تعالیٰ (حرمت علیکم امهاتکم وبناتکم الآیة.ای نکاح امهاتکم ونکاح بناتکم، فذکر الله تعالیٰ فی هذه الایة مایحل من النساء وما یحرم. ونص علیه الاجماع.

[الجامع الاحکام القرآن: ج۵ص۱۰۵]

تو اب یہ حکم یقینی اور قطعی ہو گیا اور جو مذکورہ بالا احتمال تھا۔ وہ ختم ہو گیا۔ اور اگر کوئی احتمال کو ظاہر کرے تو وہ احتمال معتبر نہیں ہوگا۔ اور کسی مجتہد کو اس سے اختلاف کی گنجائش باقی نہیں رہی ہے۔ یہ اس اجماع فیصلہ کی مثال تھی، جو قرآن مجید سے ماخوذ ہے۔

سند اجماع اور سنت رسول ﷺ

حدیث مبارکہ سے ماخوذ ہونے کی مثال یہ ہے فقہ کا یہ اجماعی فیصلہ ہے کہ کھانے کی کوئی چیز خرید کر قبضہ کرنے سے پہلے فروخت کر دینا جائز نہیں، جیسا کہ آجکل یہ صورتیں عام ہیں۔ کہ محض زبانی یا تحریری طور پر کسی چیز کی خریداری کا معاملہ کر کے قبضہ کئے بغیر اسے دوسروں کے ہاتھ بیچ دینا، اور دوسرا تیسرے کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے۔ جو کہ قطعا

حرام ہے۔اس مسئلہ میں سند اجماع جناب نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد مبارک تھے کہ:

عن ابن عمر رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من ابتاع طعاما فلا یبیعهٗ حتی یستوفیه.

[المسلم: ج ۲ ص ۵، ایچ، ایم سعید کراچی]

ترجمہ:''جس نے کھانے کی کوئی چیز خریدی وہ اس پر جب تک قبضہ نہ کرلے اسے فروخت نہ کرے''۔

یہ حکم جیسا کے صاف ظاہر ہے۔اس حدیث سے معلوم ہو گیا تھا۔مگر یہ حدیث خبر واحد ہے جو گمان غالب کا فائدہ دیتی ہے لہذا یہ حکم اغلبی ہوا یقینی نہیں ہوا۔لیکن جب اس پر اجماع ہو گیا تو یہی حکم یقینی اور قطعی بن گیا۔

سند اجماع اور قیاس:

قیاس سے ماخوذ ہونے کی مثال یہ ہے۔فقہ کا اجماعی مسئلہ ہے۔کہ با (سود) چاول میں بھی جاری ہوتا ہے۔یعنی جب چاول کو چاول کے عوض میں فروخت کیا جائے تو ادھار بھی حرام ہے۔اور کسی طرف مقدار میں کمی بیشی بھی حرام ہے۔لین دین ہاتھوں ہاتھ ہونا ضروری ہے۔اور دونوں طرف کے چاول چاہے مختلف قسم کے ہوں، مگر مقدار ان دونوں کی برابر ہونی ضروری ہے۔ادھار کریں گے یا مقدار میں کسی طرف کمی بیشی ہوگی تو ربا ہو جائے گا۔جو کے حرام ہے۔

اس اجماعی فیصلہ میں سند اجماع قیاس ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ چیزوں سونا، چاندی، گندم، جو، کھجور، نمک کے بارے میں فرمایا تھا کہ ان میں سے کسی چیز کو جب تم اسی کی جنس کے بدلے میں فروخت کرو۔تو اس میں ادھار یا کمی بیشی سود ہے جو حرام ہے۔

چنانچہ امام مسلم اپنی کتاب شریعت میں رقم طراز ہیں:۔

عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال قال رسول الله

صلى الله عليه وسلم الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر" بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل يدا بيد فمن زادا واستزا فقد اربى الاخذ والمعطي فيه سواء. [المسلم: ج ۲ ص ۲۵ ،ایچ،ایم سعید کراچی]

مذکورہ حدیث سے ان چھ چیزوں کا حکم تو صاف طور پر معلوم ہو گیا تھا۔ مگر چاول کے متعلق حدیث میں تصریح نہ تھی، اجماع کرنے والوں نے چاول کا حکم ان چھ چیزوں پر قیاس کر کے معلوم کیا اور بتایا کہ جو حکم ان چھ چیزوں کا ہے، وہی چاول کا بھی ہے۔

اگر قیاس پر سب مجتہدین کا اجماع نہ ہوا ہوتا تو یہ حکم ظنی ہوتا کیونکہ قیاس خود دلیل ظنی ہے۔ مگر جب اس قیاس پر ایک زمانہ کے تمام مجتہدین نے اجماع کر لیا تو یہ حکم قطعی اور یقینی ہو گیا اور کسی مجتہد کے لئے اس سے اختلاف کرنے کی گنجائش نہ رہی۔

بعض اوقات جس مسئلہ پر اجماع منعقد ہوا ہو وہ پہلے ہی سے قطعی ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اجماع سے صرف یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کی قطعیت میں مزید تاکید اور قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً پانچوں فرض نمازوں میں رکعتوں کی تعداد سنت متواترہ سے ثابت ہے۔ اور اس کی پابندی تمام مسلمانوں پر قطعی طور پر فرض ہے۔ پھر پوری امت کا اس پر اجماع ہے۔ جس کے لئے سند اجماع یہی سنت متواترہ ہے۔ اس مثال میں ایک ایسے حکم شرعی پر اجماع منعقد ہوا ہے۔ جو پہلے سے قطعی تھا۔ لہٰذا اجماع سے اس کی قطعیت میں مزید تاکید اور قوت پیدا ہو گی۔

اگر بالفرض کسی زمانہ میں لوگوں کو خدانخواستہ یہ معلوم نہ رہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچوں نمازوں میں اس تعداد کی خود بھی پابندی فرمائی تھی اور سب کو اس کی پابندی کا حکم دیا تھا، تب بھی لوگوں پر اس کی پابندی ضروری اور لازمی ہے کہ پوری امت مسلم کا اجماع اس پر چلا آ رہا ہے۔

اجماع کرنے والوں نے جس سند اجماع کی بنیاد پر وہ فیصلے کئے ہیں۔ اگر بعد کے

لوگوں کو وہ سند اجماع معلوم نہ ہو۔ یا یاد نہ ہو، تب بھی وہ اجماعی حکم قطعی ہوگا۔ اور اس پر عمل کرنا واجب رہے گا۔ کیونکہ سند اجماع کی ضرورت اجماع کرنے والوں کو ہوتی ہے۔ بعد کے لوگوں کو (چاہئے وہ فقہاء اور مجتہد ہوں) سند اجماع کی ضرورت نہیں، ان کے لئے صرف اجماع ہی کافی دلیل ہے۔

چنانچہ ملا جیون رحمہ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب نور الانوار میں رقم طراز ہیں:۔

والداعی قدیکون من اخبار الاحاد او القیاس اما اخبار الاحاد فکاجماعهم علی عدم جواز بیع الطعام قبل القبض والدعی الیه قوله علیه السلام لاتبیعوا الطعام قبل القبض واما القیاس فکاجماعهم علی حرمة الربوا فی الارز والداعی الیه القیاس علی الاشیاء الستة.

وفی قوله فدیکون اشارة الی ان الداعی قدیکون من الکتاب ایضا کاجماعهم علی حرمة الجدات وبنات البنات لقوله تعالیٰ حرمت علیکم امهاتکم وبناتکم.

[نور الانوار: ص ۲۲۲، ایچ، ایم، سعید کراچی]

الفصل الثالث:

نقل اجماع

اپنی ذات کے اعتبار سے:

ذات کے اعتبار سے اجماع کے تین درجہ ہیں۔

(۱) پہلا درجہ سب سے قوی درجہ کا اجماع ہے وہ ہے۔ جو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عملی یا زبانی طور پر صراحۃ کیا ہو۔ اس کے حجت قطعیہ ہونے پر پوری امت کا اتفاق ہے۔

(۲) اور دوسرا درجہ اجماع سکوتی کا ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے منقول ہو۔ یہ بھی حنیفہ اور دوسرے فقہاء کے نزدیک حجت قطعیہ ہے۔

(۳) اور تیسرا درجہ اجماع کا ذات کے اعتبار سے یہ ہے۔ جو صحابہ کرام کے بعد کسی زمانہ کے تمام فقہاء کرام نے کیا ہو۔ یہ بھی جمہور کے ہاں تو حجت ہے۔ مگر قطعیت اس میں نہیں ہے البتہ یہ درجہ میں سنت مشہورہ کی طرح ہے۔

ملاحظہ:

یہ اجماع فیصلوں کے درجات کی جو ترتیب بیان کی ہے۔ یہ خود اجماع کے انعقاد اور ذات کے اعتبار سے ہے۔ اس کے بعد ایک مرحلہ اور بھی ہے، کہ ایک زمانہ کا اجماع اگلے زمانوں کی طرف یا تو تواتر سے نقل ہوا ہو یا خبر واحد کے طریقے پر، ہر ایک کے اعتبار سے حکم میں فرق ہوگا۔

دوسرے کی ذات کے اعتبار سے:

جب اجماعی فیصلہ یا حکم کی خبر ہم تک نقل ہوگی تو اس خبر کی روایت جتنی قوی ہوگی ہمارے لئے اس حکم کی تاثیر بھی اتنی ہی قوی ہوگی، اور روایت میں جس قدر ضعف ہوگا اس اجماعی حکم کی تاثیر بھی ہمارے لئے اتنی ہی ضعیف ہو جائے گی۔

تو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا قولی یا عملی اجماع جو اپنی ذات میں حجت قطعیہ ہے۔ اگر اس کی خبر ہم تک تواتر سے پہنچے تو وہ ہمارے لئے بھی حجت قطعیہ رہے گا اور اس کا منکر کافر ہوگا۔ اور اگر ہم تک خبر واحد لیکن قابل اعتماد ذریعہ سے پہنچے تو اس کی قطعیت بہر حال ہمارے حق میں باقی نہ رہے گی، اور اس کا حکم وہی ہوگا جو خبر واحد یث کا ہوتا ہے، اور وہ ''دلیل ظنی'' ہوگا۔ یعنی شرعی احکام اس سے ثابت ہو سکتے ہیں مگر اس کا منکر کافر نہیں ہوتا۔

اور اگر اس کی خبر سند کے اعتبار سے بھی ضعیف ہو تو اس کا حکم وہ ہوگا جو 'حدیث ضعیف'' کا ہوتا ہے، کہ وہ حجت ہی نہیں، اور اس سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ علامہ شمس الدین محمد بن حمزہ بن محمد الفناری الرومی المتوفی ۸۳۴ھ اپنی کتاب فصول البدائع فی اصول الشرائع میں رقم طراز ہیں:۔

الاقوی فی المنقول متواتر اجماع الصحابة اذاانقرض علیه عصر هم فهو کالایة والخبر المتواتر القطعی الدلالة یکفر جاحد حکمه کما یکفر جاحد حجیة الاجماع مطلقاً وهو المذهب عند مشایخنا، تم اجماع الخ.

[فصول البدائع: ج۲ص۳۰۹،دارالکتب العلمیہ بیروت]

اوراسی طرح ملاجیون اپنی شہرہ آفاق کتاب نورالانوار میں رقم طراز ہیں:۔

فقال واذا انتقل الینا اجماع السلف باجماع کل عصر علی نقله کان کنقل الحدیث المتواتر فیکون موجبا للعلم والعمل قطعا کاجماعهم علی کون القرآن کتاب الله تعالیٰ وفرضیة الصلوة وغیرها.

واذاانتقل الینا بالا فراد کان کنقل السنة بالاحاد فانه یوجب العمل دون العلم مثل خبر الاحاد.

[نورالانوار:ص۲۲۲،ایچ ،ایم،سعید کراچی]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فقہ کا ماخذ ہونے کے اعتبار سے درجہ اوّل کے اجماع کی حیثیت ہمارے لئے وہی ہے جو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی ہے کہ اگر وہ ہم تک تواتر سے پہنچے تو دلیل قطعی ہے۔تواتر کے بغیر قابل اعتماد سند سے منقول ہو تو ''دلیل ظنی'' ہوگا۔

(آمین ثم آمین)

تمت

مراجع الکتاب

نمبر شمار	اسماء الکتب	مصنفین ومؤلفین	مطبوعہ
۱	قرآن کریم		تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی
۲	تفسیر کشاف	علامہ زمخشریؒ	مکتبہ بیروت لبنان
۳	ایسر التفاسیر	ابوبکر الجزائریؒ	〃 〃 〃
۴	مختصر تفسیر ابن کثیر	حافظ ابن کثیرؒ	دار القرآن بیروت
۵	احکام القرآن للجصاص	علامہ جصاص رازیؒ	سہیل اکیڈمی
۶	التفسیر المنیر	علامہ وھبۃ الزحیلی	رشیدیہ کوئٹہ
۷	تفسیر قرطبی	علامہ قرطبی (رحمۃ اللہ علیہ)	مکتبہ الغزالی دمشق
۸	تفسیر عثمانی	علامہ شبیر احمد عثمانیؒ	عائشہ باوانی کراچی
۹	روح المعانی	علامہ سید محمود آلوسیؒ	رشیدیہ لاہور
۱۰	تفسیر کبیر	علامہ امام فخر الدین رازیؒ	مصطفیٰ البابی بیروت
۱۱	تفسیر فتح القدیر	علامہ شوکانی (رحمۃ اللہ علیہ)	〃 〃 〃
۱۲	تفسیر البحر المحیط	شیخ ابوحیان الاندلسیؒ	دار الکتب العلمیہ بیروت
۱۳	بخاری	محمد بن اسماعیل بخاریؒ	ایچ، ایم، سعید کراچی
۱۴	مسلم	محمد بن مسلم القشیریؒ	〃 〃 〃
۱۵	ابوداؤد	امام ابوداؤد (رحمۃ اللہ علیہ)	〃 〃 〃
۱۶	ابن ماجہ	امام ابن ماجہ (رحمۃ اللہ علیہ)	〃 〃 〃
۱۷	مشکوٰۃ		〃 〃 〃
۱۸	نسائی	امام نسائی (رحمۃ اللہ علیہ)	مکتبہ الغزالی بیروت
۱۹	فتح الباری	علامہ ابن حجر عسقلانیؒ	ادارۃ القرآن کراچی
۲۰	شرح النووی	امام نووی (رحمۃ اللہ علیہ)	دار احیاء التراث بیروت
۲۱	شرح الطیبی	علامہ طیبی (رحمۃ اللہ علیہ)	دار الفکر بیروت
۲۲	تحفۃ الاحوذی	علامہ مبارک پوری	ایچ، ایم، سعید کراچی
۲۳	عون المعبود	علامہ کاشمیری (رحمۃ اللہ علیہ)	مکتبہ امدادیہ ملتان
۲۴	فیض الباری	علامہ کاشمیری (رحمۃ اللہ علیہ)	دار الکتب العلمیہ

نمبر شمار	اسماء الکتب	مصنفین ومؤلفین	مطبوعہ
۲۵	مرقاۃ المفاتیح	ملا علی القاری (رحمہ اللہ علیہ)	مکتبہ امدادالعلوم کراچی
۲۶	تکملہ فتح الملہم	مفتی تقی عثمانی (رحمہ اللہ علیہ)	مکتبہ دارالعلوم کراچی
۲۷	شرح البخاری للکرمانی	علامہ کرمانی (رحمہ اللہ علیہ)	دارالکتب العلمیہ
۲۸	مجمع الزوائد	علامہ نورالدین الہیثمیؒ	〃 〃 〃
۲۹	مؤطا امام محمد	امام محمد (رحمہ اللہ علیہ)	ایچ، ایم، سعید کراچی
۳۰	شامیہ	علامہ ابن عابدین الشامیؒ	ایچ، ایم، سعید کراچی
۳۱	تاترخانیہ	علامہ الضاری الہندیؒ	ادارۃ القرآن کراچی
۳۲	تکمیل اکمال الاکمال	امام ابی عبداللہ الحسینیؒ	〃 〃 〃
۳۳	تاریخ الفقہ والفقہاء	لابن ابی لیلیٰؒ	زمزم پبلشرز کراچی
۳۴	طبقات حنابلہ	شمس الدین محمد بن یوسفؒ	داراحیاء بیروت
۳۵	عقود الجمان	علامہ خطیب البغدادیؒ	
۳۶	الفقہ المحقق	علامہ زدویؒ	مطابعہ النقیم الریاض
۳۷	کشف الاسرار	علامہ زحیلیؒ	الصدف پبلشرز کراچی
۳۸	اصول الفقہ الاسلامی	علامہ تفتازانیؒ	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۳۹	توضیح تلویح	ملا جیونؒ	میر محمد کتب خانہ کراچی
۴۰	نورالانوار	مفتی عمیم الاحسانؒ	ایچ، ایم، سعید کراچی
۴۱	مجموعہ قواعد الفقہ	علامہ فناری الرومی	دارالکتب العلمیہ بیروت
۴۲	فصول البدائع	علامہ عبدالوہاب خلافؒ	〃 〃 〃
۴۳	علم اصول الفقہ	علامہ سرخسیؒ	مکتبہ المعارف بالریاض
۴۴	اصول السرخسی	امام الحرمین	دارالکتب العلمیہ بیروت
۴۵	البرہان فی اصول الفقہ		
۴۶	حیات امام احمد حنبل	بشیر قادری صاحبؒ	ادارہ خدام احناف لاہور
۴۷	اہل حدیث اور انگریز	علامہ سید حسین احمد مدنیؒ	〃 〃 〃
۴۸	نقش حیات	عبدالحفیظ بلیاویؒ	دارالاشاعت کراچی
۴۹	مصباح اللغات	لوئیس معلوفؒ	مکتبہ قدوسیہ لاہور
۵۰	المنجد	لوئیس معلوف	مکتبہ قدوسیہ لاہور
۵۱	معجم الوسیط	چار افراد	دارالدعوۃ ترکی
۵۲	التعریفات	علامہ جرجانیؒ	دارالکتب العلمیہ

داڑھی اور بالوں
کے شرعی احکام

- داڑھی کے جملہ احکام
- مونچھوں کے جملہ احکام
- سر کے بالوں کے احکام
- پورے جسم کے بالوں کے احکام
- زیرناف کے مفصل احکام
- عورت کے بالوں کے احکام
- جدید ہیئر کلر بالوں کا حکم
- خضاب کا حکم

تالیف
حضرت مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب
استاذ و مفتی جامعۃ الرشید احسن آباد

مکتبہ عمر فاروق

جدید ایڈیشن

سلام و معانقہ و مصافحہ کے قدیم و جدید مسائل

تالیف
حضرت مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب
استاذ و مفتی جامعۃ الرشید احسن آباد

مکتبہ عمر فاروق
4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی
Tel: 021-4594144 Cell: 0334-3432345

بزرگانِ چشتیہ کو خواب میں

زیارتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت سے مشرف ہونے والے مشائخ چشتیہ کے خوابوں کا ایمان افروز مجموعہ

تالیف: مولانا روح اللہ نقشبندی غفوری

پسند فرمودہ: حضرت اقدس سید حشمت علی مدنی نور اللہ مرقدہٗ

مجازِ صحبت

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ عمر فاروق

فضیلتِ دعوت تبلیغ

دعوت و تبلیغ کے فضائل اور اہمیت شان و شوکت اور درس مبارک کام کا مقام و مرتبہ
کو آیات شریفہ احادیث اور کتب معتبرہ کے حوالہ جات امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے
متعلق خواتین کی ذمہ داری تبلیغ کے لیے عورتوں کے نکلنے پر اشکال کا تفصیلی جواب
مستند علماء کرام اور مفتیان عظام کے فتاویٰ کی روشنی میں دیا گیا ہے

تالیف: مولانا روح اللہ نقشبندی غفوری

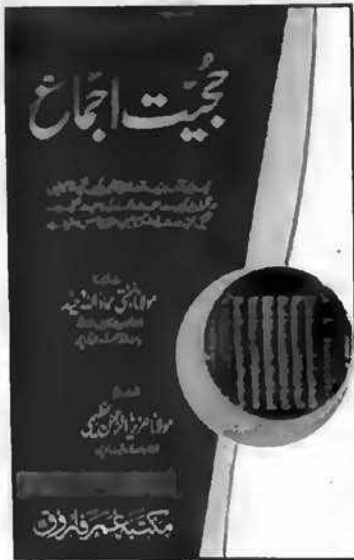
پسند فرمودہ

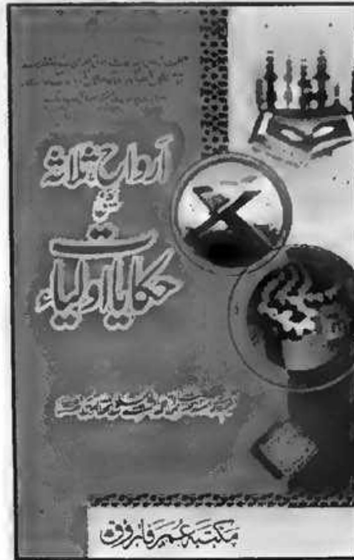
فضیلۃ الشیخ مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم

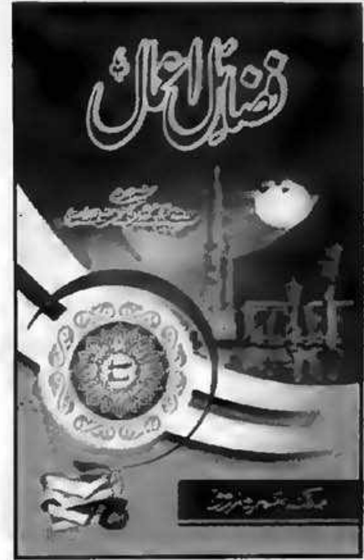
جانشین:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نور اللہ مرقدہٗ

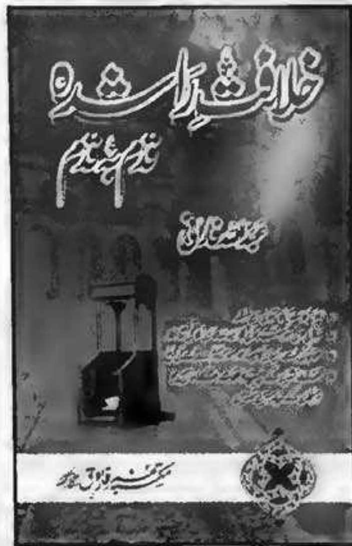
مکتبہ عمر فاروق

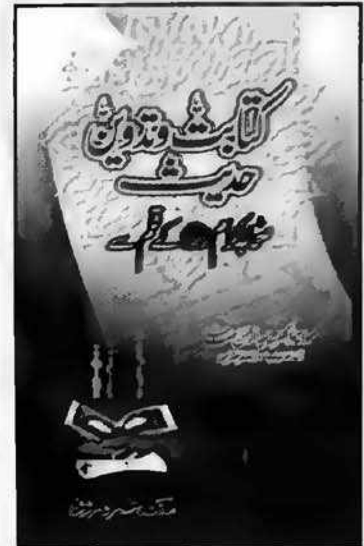

حجیت اجماع
مکتبہ عمر فاروق


ارواح ثلاثہ
حکایاتِ اولیاء
مکتبہ عمر فاروق


فضائل اعمال


فضیلت دعوت و تبلیغ


خلافت راشدہ
قدم بہ قدم


کتابت و تدوین حدیث




اسلامی پہیلیاں


صرف پانچ منٹ
کا مدرسہ
قرآن و حدیث کی روشنی میں
مکتبہ عمر فاروق